ہماری ویب ڈیجیٹل بک

اظہر تھراج

AZHAR THIRAJ

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

HAMARI WEB.com

E-BOOK SERVICES

Collection of Published Articles
By "Azhar Thiraj"
at Hamariweb.com

کھانے کو ہیں عنوان بہت

واہ رے پاکستانی ! تو بھی کیسا بھولا ہے، تیرے بھولے پن پر آج پوری دنیا ہنس رہی ہے اب تو غفلت کی نیند سے بیدار ہونے والے مصری بھی کہنے لگے ہیں کہ "مصر کبھی پاکستان نہیں بنے گا" اور تو نے تو ایک "سوری" کے من گھڑت لفظ پر اپنی غیرت، عزت اور اناء سب کو بیچ دیا، چند ڈالروں کی خاطر اپنے جوانوں کے خون کا سودا کر دیا، وہ جوان جو سرحدوں پر پہرہ دیتے ہیں اور تو میٹھی نیند سوتا ہے جو سیاچن جیسے گلیشئر میں دب جاتے ہیں اور اپنے وطن سے محبت میں انکار کا خیال تک ذہن میں نہیں لاتے اور تو نے تو "سوری" پر توجہ رکھی لیکن وائٹ ہاؤس کی ترجمان کی ہنسی نہیں دیکھی جو تمہاری بے بسی اور لاچاری کے منہ پر طمانچے رسید کر رہی تھی اور انسانی بنیادوں پر رسد کھولنے کا تجھے کیا انعام ملا، 24 گھنٹے بعد 24 بھائیوں کی لاشیں.... یہ کیوں ہے؟، یہ کیا ہے؟ تو سمجھنے کی طرف آ ہی نہیں رہا!! تجھے 65 سال سے مختلف نعروں، مختلف عنوانات اور طرح طرح کے خواب دکھا کر بیوقوف بنایا جاتا رہا، لوٹا جاتا رہا، کبھی قومیت کے نام پر تو کبھی لسانیت کے نام پر، کبھی حقوق کے نام پر تو کبھی روٹی، کپڑا اور مکان کے نام پر تجھ سے ووٹ خریدا جاتا رہا، کبھی بنیادی جمہوریت کا سبق لیکر بوٹوں والوں نے تجھے یرغمال بنایا تو کبھی اعتدال پسندی، روشن خیالی، تیرے

لیے ترقی اور خوشحالی کا نام ٹھہری، اب مفاہمتی پالیسی "مفاہمت" کی سیاست اور استثنیٰ

....

تو ہمیشہ اپنی تقدیر بدلنے کے چکر میں ووٹ دیتا رہا، بکتا رہا، جمہوریت کو ہی اپنا آسرا اور مسیحا سمجھتا رہا، حالانکہ جمہوریت وہ ہے جہاں افراد کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا، جہاں گدھے اور گھوڑے کی کوئی پہچان نہیں جہاں شیر اور بکری کو ایک ہی کھونٹے پر باندھا جاتا ہے، معذرت کے ساتھ عالم اور جاہل کو ایک ساتھ بٹھایا جاتا ہے، یہ عوام کے نام پر گالیاں بھی بکتے ہیں، سر بھی پھوڑتے اور گملے بھی توڑتے ہیں، جھوٹ،بڑے بول، بڑے دعوے اور ان کے نزدیک سربراہان جماعت کی نمک حلالی آئین اور قانون سے سپریم ہوتی ہے، اس خوبصورت اور منافقت کے لبادے میں چھپے نام "جمہوریت" کے دعویدار کون ہیں؟ یہ وہ ہیں جب قوم پر کڑا وقت آتا ہے تو لندن جا کر مصلحت کی فریج" میں جا بیٹھتے ہیں، اچانک بیمار ہو کر دبئی کے ہسپتالوں میں پہنچ جاتے ہیں،" ہاں! کئی تو ایسے ہیں جو تلواریں بیچ کر "مصلے" پر اکتفا کرتے ہیں۔

سوکالڈ غیرت مند پاکستانیو! یہ تو بتاؤ لندن میں بیٹھ کر کونسی ملک کی خدمت ہو رہی ہے، جاگیرداروں کی گود میں بیٹھ کر کس "جاگیردارانہ" نظام سے لڑائی کی جارہی ہے یہ کونسا فلسفہ ہے؟ اور یہ کونسی فکر ہے؟، یہ عوام، عوام کا

نعرہ لگانے والے ملک میں "پیسہ" لانے سے کیوں ڈرتے ہیں؟ اپنی عوام سے اتنی ہی محبت ہے تو بلٹ پروف گاڑیوں میں سفر کیوں کرتے ہیں؟ حقیقت میں یہ لفظ "عوام" کسی پاکستانی کا نہیں بلکہ اس جمہوریت کا ہے جس کی سزا آج تک ہم بھگت رہے ہیں، جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام کی حفاظت کیلئے بنائے گئے بنکر کا نام ہے، دشمن کی فوج کو تب تک نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا جب تک بنکر محفوظ ہوتے ہیں، جب تک نام نہاد جمہوریت کا بنکر موجود ہے قوم کی تقدیر نہیں بدل سکتی، اپنی، اپنے ملک کی تقدیر بدلنے کیلئے اپنے رویے، اپنے مزاج کو تبدیل کرنا ہوگا، اپنے ووٹ کا صحیح استعمال ہی ملک میں انقلاب کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے، اگر ایسا نہ ہوا تو تمہاری جیبوں پر ڈاکے ڈالنے کیلئے طرح طرح کے عنوانات بنتے رہیں گے۔

غلامی

میں ایک آزاد ملک میں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے پیدا ہوا، جب چھوٹا سا تھا تو اپنے بڑوں سے آزادی اور حریت کی کہانیاں سنا کرتا تھا وہ بڑے ہی پر جوش انداز میں بتایا کرتے تھے ہم نے آزادی کیسے حاصل کی؟ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا اور آزادی کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکتا تھا جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ویسے ویسے آزادی اور غلامی میرے لیے اہم سوال بنتی گئی، میں سوچا کرتا تھا کہ ہمیں آزادی کی کیا ضرورت تھی؟ اور غلامی کیا چیز تھی اگر ہم غلام ہی رہتے تو کیا ہوتا؟ یہ سب وہ سوالات تھے جن کے میں جوابات تلاش کرتا رہتا تھا میں اپنے اساتذہ سے اکثر اس کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا اور وہ اپنے تجربے کے مطابق مجھے قائل کرنے کی کوششیں کرتے!

میں جوں جوں بڑا ہوتا گیا آزادی کا مفہوم ہی بدلتا گیا، میں نے جو آزادی کے وقت کی کہانیاں سنیں، آزادی کے مقاصد کے بارے میں معلوم ہوا تھا وہ عملی زندگی میں بالکل کہیں نظر نہ آیا، آزادی کے بدلتے مفہوم سے میں پریشان رہنے لگا اور اکثر اس کھلے تضاد پر سوچنے لگتا ہوں، آزادی کے وقت لگائے جانے والے نعروں کا مفہوم تبدیل کردیا گیا، مقاصد کا حلیہ بگاڑ دیا گیا، پاکستان

کا مطلب کیا لاالہ الااللہ کا نعرہ کھا پی موج اڑا بن گیا۔

انگریزوں کی برہنہ تہذیب کے دلدادوں نے پاکستان کی اساس تبدیل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، سیکولرازم کے وکیل نام نہاد دانشور، ٹی وی چینلز کے ٹاک شوز، اخبارات کے اداتی صفحات، تقاریب میں تقاریر کے دوران قائداعظم کو سیکولر ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں ایسی ایسی من گھڑت تاویلیں اور دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ رونے کو جی چاہتا ہے، دوسری طرف ملک میں نادیدہ قوتوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ آزادی نہیں غلامی کا احساس پیدا ہوتا ہے، ہماری حکومتوں نے ملک کے مفاد کے برعکس ایسے ایسے فیصلے کیے ہیں جن سے ایک آزاد وطن نہیں بلکہ کسی بڑی طاقت کے طفیلی ریاست کا گمان ہوتا ہے۔

میری زندگی میں چونکا دینے والا اور ناقابل فراموش واقعہ لال مسجد پر اپنی ہی فوج کی بمباری تھی، مدرسے سے اٹھتی معصوم لاشیں، فاسفورس بموں سے بھسم بچوں کے چہروں نے میرے ساتھ سب محب وطن پاکستانیوں کے ذہنوں کو مفلوج کر دیا، ملک کے کونے کونے میں ظلم و ستم کا راج ہے۔ بلوچستان سے آئے روز مسخ شدہ لاشیں مل رہی ہیں، ہنستے مسکراتے بلوچوں کو گھروں سے اٹھا کر ابدی نیند سلادیا جاتا ہے، کسی بھی شخص کو گھر سے اٹھا کر دہشتگرد قرار دے دیا جاتا

ہے، لاپتہ افراد کے لواحقین جگہ جگہ دھرنے دیئے بیٹھے ہیں جن کی چیخیں اور آہیں 18 کروڑ عوام اور چند ہزار صاحب اختیار لوگوں کے ذہنوں کو جھنجوڑنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

ایک دن ان کی زبانیں بھی خاموش کر دی جائیں گی۔بڑے بڑے دانشور کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں ہم ایک اسلامی اور ایٹمی طاقت کے شہری ہیں، ہم آزاد فضاؤں میں سانس لیتے ہیں لیکن میرا جواب نفی میں ہے۔

کیا ایک کال پر پورے ملک کو اپنے بھائیوں کے گلے کاٹنے کیلئے دشمن کے حوالے کرنے کو آزادی کہتے ہیں، کیا چند ڈالروں کے عوض اپنے شہریوں کو بیچنے کو آزادی کہتے ہیں؟ کیا ایک سوری پر اپنے شہدائ، اپنے وطن اور اپنی خودمختاری کو فروخت کرنے کو آزادی کہتے ہیں؟۔

جس ملک میں غریب کیلئے الگ اور امیر کیلئے الگ قانون ہوں، غریب فٹ پاتھوں اور امیر شیشے کے محلوں میں سوئیں کھانے کی اشیاء فٹ پاتھوں اور جوتے ایئر کنڈیشنڈ دکانوں میں فروخت ہوں، جہاں ظلم کا راج اور مظلوم پستی کی زندگی گزار رہا ہو اسے آزاد ملک کہتے ہیں، نہیں نہیں.... ہم غلام ہیں، ہم غلام ہیں، مغربی سوچ کے ہم غلام ہیں، گوروں کے نظام کے، ہم غلام ہیں نادیدہ ہاتھوں کے۔

یہ غلامی کی نشانیاں ہی تو ہیں کہ ہم محض ڈالروں کے عوض اپنے شہریوں کو عالمی طاقتوں کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں، اپنی مسجدوں پر بمباری کرتے ہیں، اپنے بھائیوں کو مارنے کیلئے ہتھیار مہیا کرتے ہیں، ہم نظریے کو بھول گئے، ہم نے مادیت کو خدا بنالیا، امریکہ میں ایک معروف وکیل نے عدالت میں بحث کے دوران کہا تھا کہ پاکستانیوں کو چند ڈالرز دے دیئے جائیں تو یہ اپنی ماؤں تک بیچ ڈالیں گے، یہ 18 کروڑ پاکستانیوں کے منہ پر طمانچہ تھا جسے کسی نے بھی محسوس نہیں کیا۔

دشمنان محمد ﷺ ہی نیست و نابود ہوں گے

قرآن مجید میں میرا اللہ فرماتا ہے "میرا احسان ہے مومنین پر کہ میں نے ان کے درمیان اپنا رسول بھیجا" رب کائنات نے کسی اور نعمت کا ذکر احسان نہیں جتلایا سوائے سرکار دو عالم کی بعثت کے، اس نبی کی نبوت کا جن کے آنے سے جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے، جہالت علم میں بدل گئی، سالہا سال کی نفرتیں محبت میں ڈھل گئیں، دشمنیاں دوستیاں بن گئیں، دنیا کی جاہل ترین عرب قوم رہنما بن گئی، محمد عربی جیسی ہستی دنیا میں آئی اور نہ ہی آئے گی۔ آپ ایسے سالار تھے جس علاقے کا بھی رخ کیا فتح کرتے گئے، آپ ایسے قانون دان تھے کہ دشمنوں نے بھی پیروی کی، آپ کی بادشاہت اور نظام حکومت جیسی کہیں مثال نہیں ملتی، وہ چلتے تو بادل سایہ کرتے، ان کا دھوپ میں کبھی سایہ نہ بنا جس نبی رحمت کا سایہ بنانے کی سورج بھی جرات نہ کر سکا۔ آج اس نبی رحمت کی شان میں مغرب کے "بدتہذیب گورے" گستاخی پر اتر آئے ہیں۔ نعوذ باللہ آپ کے خاکے بنائے جارہے ہیں، آپ کی شان اقدس میں گستاخی کی جارہی ہے، اسلام کا چہرہ مسخ کرکے دہشتگرد قرار دینے کے حربے سوچے جارہے ہیں جبکہ مغرب کی گندی ذہنیت کے خلاف ہونے والے احتجاج کو چند "نام کے مسلمان" اور نام نہاد دانشور جن کا قبلہ و کعبہ صرف اور صرف پیسہ ہے وہ اسے پاگل پن قرار دے رہے ہیں، وہ ایسے لوگوں کو جاہل، دقیانوسی

اور کسی بہت بڑے شدت پسند کا آلہ کار بتاتے ہیں۔ حسین حقانی جن کی وفاداری پر امریکہ کو ناز ہے فرماتے ہیں کہ ایسی ویڈیوز سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، مسلمان اس ویڈیو کے خلاف اکٹھے ہو کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں، موصوف فرماتے ہیں کہ اصل مسئلہ اہانت رسول نہیں بلکہ سڑکوں پر مسلمانوں کا پُرتشدد مظاہرہ ہے۔ میرے نبی نے شاید ایسے لوگوں کیلئے ہی فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب دنیا دو خیموں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک خیمہ جس میں مکمل ایمان اور دوسرا خیمہ جس میں مکمل کفر ہوگا۔ وہ وقت آگیا ہے کہ آج پوری دنیا کے مسلمان اپنے نبی کے خلاف اٹھنے والی انگلیوں کو توڑنے، بولنے والی زبانوں کو گنگ کرنے، اٹھنے والے قدموں کو روکنے اور گستاخوں کی گردنوں کو کاٹنے کیلئے ایک ہو چکے ہیں ایک انگریز نے تحقیق کے دوران کہا تھا کہ مسلمانوں میں ایک ایسی چیز ہے جو ختم نہیں ہو سکتی، ایک مسلمان اپنے عزیزوں کی موت، والدین کی بے عزتی حتیٰ کہ ہر چیز برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے پیارے نبی کے خلاف گستاخی برداشت نہیں کر سکتا، عشق نبی ہی وہ محور ہے جو تمام مسلمانوں کو ایک کر دیتا ہے اور جب یہ چیز ختم ہو گئی تو یہ قوم دنیا سے مٹ جائے گی۔ امریکہ نے اس احتجاج کو روکنے اور اپنے سفارتخانوں کے تحفظ کے بہانے 18 مسلم ممالک میں اپنی فوج بھیجنے پر غور شروع کیا ہے جن کے امریکہ کو شاید تابوت چاہئیں اور ان کی شاید موت اسی سرزمین پر ہی لکھی گئی کیونکہ جب بعثت کے ابتدائی دور میں دشمنی پر تلی ہوئی تھی، مزاحمتوں کے

پہاڑ راستے میں حائل تھے، مخالفت کا طوفان ہر طرف تھا، ایسے ہی دور میں سورۃ کوثر نازل ہوئی اور اسی سورۃ کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ

"کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشان رہے گا"

استاد: تبدیلی کا بنیادی محرک

پاکستان اس وقت شدید قسم کی دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کو عملی جامہ بنانے کے لئے موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔ گستاخ فلم "انوسنس آف مسلم" کے خلاف یوم عشق منانے کا مقصد ایک پرامن احتجاج تھا مگر اس روز جو کچھ دیکھنے کو ملا اس سے ہمارے سر ندامت سے جھک گئے۔ اس موقع پر ہونے والے احتجاج کو بے قابو کرنے اور اسے لوٹ کھسوٹ، جلاؤ گھیراؤ کے خوفناک طوفان میں تبدیل کرکے ان شرپسندوں نے نہ صرف قومی املاک کو نقصان پہنچایا بلکہ عالمی سطح پر پاکستان اور اسلام کی ساکھ کو بھی خوف متاثر کیا۔اب حالت یہ ہے کہ بجائے ان گستاخوں پر لعنت بھیجیں، ہماری ساری قوتیں وضاحتوں اور توجیہات کے گرد گھوم رہی ہیں۔

ہم اس گستاخ فلم پر انگلی اٹھانے کی بجائے اپنے آپ کو کوس رہے ہیں۔ یہ ہے ہماری حالت، سوچ اور احتجاج بہت سے تجزیہ نگار ان پرتشدد واقعات کے بعد قوم کی تربیت کا سوال اٹھا رہے ہیں۔ ان کے مطابق ہماری قوم کو تربیت کی ضرورت ہے اور خاص طور پر ایسے معاملات پر ہماری مذہبی و سیاسی قیادت کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مگر میرے خیال میں جن لوگوں نے توڑ پھوڑ کی ان کا تعلق ہماری قوم سے ہر گز نہیں تھا۔ پاکستانی قوم تو اپنے نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کو

اپنا مطمح نظر رکھتی ہے اور پاکستان کو ٹوٹتے پھوٹتے ہرگز نہیں دیکھ سکتی۔ یوم عشق رسول ﷺ کے موقع پر ملک بھر میں ہونے والے مظاہروں کی آڑ میں جس لاقانونیت' تشدد اور گھیراؤ جلاؤ کا مظاہرہ کیا گیا اسے کسی بھی لحاظ سے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ سرکاری یا نجی املاک کو نقصان پہنچانا شرپسندوں اور ملک دشمنوں کا ایجنڈا تو ہو سکتا ہے، کوئی مسلمان، عاشق رسول ﷺ اور سچا پاکستانی ایسے کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ گستاخانہ فلم کے خلاف ہونے والے احتجاج کی آڑ میں جلاؤ گھیراؤ کے واقعات میں جہاں سرکاری اور نجی املاک کو نقصان پہنچا وہاں قیمتی جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ اس طرح کے پرتشدد احتجاج نے امریکہ، یورپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑا بلکہ ہم نے اپنی معیشت جس کی حالت پہلے سے ہی دگرگوں تھی کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ چونکہ پاکستان کو معاشی و دفاعی لحاظ سے کمزور کرنا ہمارے دشمنوں کی سب سے بڑی خواہش ہے لہٰذا ایسے پرتشدد احتجاج کرنے والوں نے ملک دشمنوں کے ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گستاخانہ فلم کے بعد پاکستان میں ہونے والے احتجاج سے معیشت کو صرف ایک روز میں سوا کھرب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ گستاخانہ فلم آنے کے بعد دنیا کے کئی ممالک میں احتجاج ہوا ہے تاہم اس کا طریقہ کار پاکستان سے مختلف ہے، ہمارے ہاں جو کچھ ہوا اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی بدبخت مغرب میں بیٹھ کر کوئی

گستاخانہ فلم بنائے تو کیا ہمیں اپنی معیشت کو احتجاج کی صورت میں 125 ارب روپے کا نقصان پہنچنا چاہیے۔ ترکی میں مسلمانوں کی آبادی پاکستان سے زیادہ ہے، وہاں پر بھی احتجاج ہوا لیکن کسی نے بینک نہیں لوٹا۔

ان تمام واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ دہشت گرد چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ریاستی اداروں کو مفلوج کر دیا جائے۔ احتجاج کے دوران جو کچھ ہوا' اس سے یہ تاثر گہرا ہوا ہے کہ مظاہروں کی آڑ میں بعض ایسی تنظیموں کے کارکن بھی شامل ہو گئے جن کا ایجنڈا ہی گھیراؤ جلاؤ تھا۔ حکومت کو اس حوالے سے مکمل چھان بین کرنی چاہیے۔ اس تناظر میں ان خدشات کو تقویت ملتی ہے کہ دہشت گرد ہمارے ارد گرد موجود ہیں اور وہ کسی وقت بھی ہمیں اور ہمارے معاملات کو یرغمال بنا کر اپنی مرضی تھوپ سکتے ہیں۔ پاکستان کو ایک انتہاء پسند اور غیر ذمہ دار مملکت ڈکلیئر کروانا ان دہشت گردوں کا سب سے بڑا ایجنڈا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کی ضرورت ہے۔ حکومت ، دفاعی اداروں کے ساتھ ساتھ شہریوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول پر نظر رکھیں۔ خاص طور پر اجنبی افراد اور ان کی حرکات وسکنات کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک اور خبر بھی قارئین سے شیئر کرنا ضروری ہے۔ یہ خبر کامرہ ایئر بیس میں ہلاک ہونے والے ٹیکسلا کے رہائشی مبینہ دہشت گرد فیصل شہزاد کے بینک اکاؤنٹ سے متعلق ہے جس میں نو کروڑ روپے کی موجودگی کا انکشاف ہوا ہے۔ تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق یہ دہشت گرد کامرہ ایئر بیس میں ہلاکت سے قبل پی او ایف واہ کینٹ

کے دو خود کش حملوں کا ماسٹر مائنڈ تھا جس نے دیگر خود کش حملہ آوروں کو دونوں مقامات پر پہنچانے میں معاونت کی۔ دہشت گردی کی کارروائیوں سے قبل فیصل شہزاد پی او ایف واہ کینٹ میں ملازم رہا۔ کافی عرصے سے ملازمت سے بگوڑا تھا اس مبینہ دہشت گرد کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس کا معیار زندگی گزشتہ چند ماہ سے نہایت اعلیٰ تھا اور وہ کافی بہتر زندگی گزار رہا تھا جبکہ اس کے دیگر بھائی ایک پسماندہ بازار میں پردہ کلاتھ کی فروخت کا کام کر رہے تھے جبکہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فیصل شہزاد برین واشنگ کی ادویات ایک عطائی ڈاکٹر سے خرید کر استعمال کرتا رہا ہے۔ یہ عطائی ڈاکٹر بھی اس اس کے خاص دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ خبر بھی محب وطن شہریوں کے لئے ایک وارننگ سے کم نہیں۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں پر نظر رکھیں اور اگر ان کے معمولات زندگی میں کوئی تبدیلی دیکھیں تو اس کی مکمل چھان بین کریں کیونکہ دہشت گرد بہت شاطر ہیں وہ ہمارے ہی بچوں کی برین واشنگ کرکے ہمارے ہی محلوں اور گلیوں میں ہمارے ہی لوگوں کا خون بہا رہے ہیں۔

انقلاب کیسے آئے گا؟

میری ایک داڑھ میں کیڑا لگ گیا جو مجھے طرح طرح سے پریشان کرتا، دن کے ہنگاموں میں اطمینان سے بیٹھ جاتا اور رات کی خاموشیوں میں جب دندان ساز خواب و راحت کے مزے میں سرشار ہوتے اور دواخانے بند.... بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھتا، ایک دن جبکہ میرے صبر کا پیمانہ بالکل لبریز ہوگیا تو میں ایک دن دندان ساز کے پاس گیا اور کہا اس داڑھ کو نکال دیجئے، اس نے نیند کی لذت مجھ پر حرام کر رکھی ہے اور میرے رات کے سکون واطمینان کو آہ و کراہ میں بدل دیا ہے"

ڈاکٹر نے اپنا سر ہلایا اور جواب دیا" جہالت ہوگی اگر ہم نے داڑھ کو نکال دیا جبکہ اس کا علاج ہو سکتا ہے"

اس نے داڑھ کو اِدھر اُدھر سے کھرچنا شروع کیا اور اس کی جڑوں کو صاف کردیا، عجیب عجیب طریقوں سے روگ کو دور کرنے کے بعد جب اسے یقین ہوگیا کہ داڑھ میں اب ایک کیڑا بھی باقی نہیں رہا تو اس کے سوراخوں کو ایک خاص قسم کے سونے سے بھر دیا اور فخر آمیز لہجے میں کہنے لگا" اب یہ تمھاری داڑھ تندرست داڑھوں سے زیادہ مضبوط ہو گئی"، میں نے تائید کی اور اس کی جیب اشرفیوں سے بھر کر خوشی خوشی چلا آیا لیکن ابھی ایک ہفتہ گزرنے نہ پایا تھا کہ کم بخت داڑھ میں

پھر تکلیف شروع اور اس نے میرے روح کے نغموں کو پھر قریب المرگ لوگوں کی خرخراہٹ اور دوزخ کی چیخ و پکار سے بدل دیا، اب میں دوسرے ڈاکٹر کے پاس گیا اور محتاط لہجے میں اسے کہا

اس خطرناک سنہری داڑھ کو نکال پھینکیے.... تکلف بالکل نہ فرمایئے اس لیے کہ ”کنکریاں چبانے والا انہیں شمار کرنیوالوں سے مختلف ہوتا ہے

ڈاکٹر نے داڑھ نکال دی وہ گھڑی اگرچہ درد و تکلیف کی بنا پر بڑی ہولناک تھی لیکن در حقیقت مبارک تھی، داڑھ نکال دینے اور اچھی طرح دیکھ بھال کر لینے کے بعد ڈاکٹر نے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا.... کیڑوں نے اس داڑھ میں اچھی طرح جڑ پکڑ لی تھی اور اس کے اچھے ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔

اس رات میں نہایت آرام سے سویا، اب بھی آرام سے ہوں اور داڑھ کے نکل جانے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، انسانی سماج کے منہ میں بہت سی داڑھیں ہیں جن میں کیڑا لگا ہوا ہے اور یہ روگ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ انتہا کو چھونے لگا ہے لیکن انسانی سماج اس کی تکلیف سے بچنے کیلئے داڑھ نکلواتا بلکہ محض لیپا پوتی پر اکتفا کرتا ہے اور تکلیف سے بچنے کیلئے انہیں باہر سے صاف کرا کے سوراخوں کو چمکدار سونے سے بھروا دیتا ہے اور بس!

پاکستان کا موجودہ معاشرہ مختلف امراض میں مبتلا ہے، سود خوری، رشوت ستانی، مفت خوری، بھتہ خوری، بدعنوانی، جھوٹ، منافقت، اقرباء پروری کساد بازاری، ذخیرہ اندوزی، دہشتگردی، کام چوری، خوشامدی سیاست، بدعہدی، مکروفریب یہ وہ چند بیماریاں ہیں جس میں عام باشندے سے لیکر مسند اقتدار پر براجمان خواص تک مبتلا ہیں۔ یہاں کی صحافت تجارت بن چکی، یہاں علم کی بولی لگتی ہے اور قلم بکتے ہیں، سیاست بدنام ہوچکی، غیرت بے نام ہوچکی، یہاں کی تجارت پیشہ پیغمبری نہیں رہی، یہاں غریبوں کا خون چوسنے کیلئے ذخیرہ اندوزی کی جاتی ہے، گرانفروشی کی جاتی ہے، تھانوں میں جائیں انسان کپڑے بھی اتروا کر نکلتا ہے، یہاں کے پولیس والے سگریٹ کی ڈبیا کی خاطر اپنا ایمان فروخت کردیتے ہیں، استاد، استاد نہیں رہا اور شاگرہ، شاگرد نہیں رہا، علم دینے والے صنعتکار بن گئے اور علم حاصل کرنے والے سردار بن گئے ہیں۔ یہاں غریبوں کے بچے راتوں کو بھوکے سوجاتے ہیں اور بڑے بڑے گھروں اور توندوں والے پوچھنا تک گوارہ نہیں کرتے، کیا انقلاب لانے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو تبدیلی کا نعرہ لگانا زیب دیتا ہے؟ کیا یہ ایک بار پھر نہیں لگیں گے، آنیوالے الیکشن میں اپنے ضمیر فروخت نہیں کریں گے؟ کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا، یہاں انقلاب تب آئے گا جب معاشرے کا ہر فرد مسلمان بن کر سوچے گا، پاکستانی بن کر رہے گا، سماجی داڑھوں کو کھرچنے، سونا بھرنے سے علاج نہیں ہوگا، برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے سے ہوگا، وگرنہ درد، درد ہی رہے

گا سکون نہیں ملے گا۔

ماتم سے پہلے

"تو جس ملک کی حفاظت مردوں کی طرح نہ کرسکااس پراب عورتوں کی طرح کیوں روتا ہے، ، یہ ایک ماں کے الفاظ تھے۔۔۔ ویسے تو ممتا اپنے جگر گوشوں کو روتا دیکھ کر تڑپ اٹھتی ہے لیکن اس وقت اس ممتا کے دل میں نجانے کونسی تڑپ تھی جس نے یہ الفاظ کہنے پر مجبور کردیا، یہ الفاظ مسلمانوں کے اندلس (سپین) کے آخری تاجدار ابو عبداللہ کی ماں کے تھے، وہ ابو عبداللہ جس نے باپ کے خلاف بغاوت کرکے تخت پر قبضہ کیااور بعد میں عیسائی حکمران فرنینڈو کو غرناطہ کی چابیاں تھمادیں، یوں اندلس کے اندر مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ دور کا خاتمہ ہوگیا، وہ اندلس جو اس وقت پوری دنیا میں سب سے زیادہ علم اور شان و شوکت میں آگے تھاجب یورپ جہالت کے اندھیروں کے اندر بھٹک رہا تھااور امریکہ ابھی دریافت ہی نہیں ہوا تھا،جب یورپ کے گلی بازاروں کے اندر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے رہتے تھے اس وقت اندلس علمی، ثقافتی اور تہذیبی لحاظ سے ایک مینارہ نور تھا، عیسائی حکمران فرنینڈو نے ابو عبداللہ کے ساتھ اتنی سی مہربانی کردی کہ اسے مراکش پہنچانے کیلئے بحری کشتیاں فراہم کردیں لیکن باقی مسلمانں کے ساتھ جو ہوااس پر آج بھی وہاں کی فضائیں نوحہ کناں ہیں"۔

آج جب پوری قوم امن ایوارڈ یافتہ ملالہ یوسفزئی پر ہونیوالے حملے پر ماتم کرتی نظر آتی ہے تو مجھے وہی غرناطہ کے مناظر یاد آنے لگے ہیں، اپنے ہی نشیمن کو آگ لگا کر آج ہم رو رہے ہیں، اگر ہم نے چند سال پہلے سوچا ہوتا تو آج یہ نوبت نہ آتی. آج تعلیم دشمن ایسی حرکت نہ کرتا، کوئی مسجد فاسفورس بموں سے نہ اڑائی جاتی، نہ مزاروں کو بارود سے چاک کیا جاتا اور نہ ہی سکولوں کی بنیادوں کو ہلایا جاتا ،نہ ڈرون گرتے اور نہ ہی بے گناہ معصوم مارے جاتے ،نہ ہی عافیہ جیسی ہونہار دختر کو غیروں کے ہاتھوں فروخت کیا جاتا ،نہ بلوچستان میں بدامنی ہوتی اور نہ ہی گلگت بلتستان میں فرقہ واریت کی آگ بھڑکتی، کراچی میں لسانیت پرستوں اور بھتہ خوروں کو لاشیں گرانے کی ہمت نہ ہوتی، میڈیا پر حکومتی ایوانوں میں، عوام میں عالمی سطح پر ایک ملالہ کے زخمی ہونے پر اتنا شور کیوں؟ اتنی آہ وزاری کیوں؟ کیونکہ اس نے لاکھوں افراد کے قاتل باراک اوبامہ کو اپنا آئیڈیل قرار دیا تھا، بی بی سی میں ڈائری لکھی تھی، اس کی ہمت، جرائت اور عظمت کا سب کو اعتراف ہے لیکن

تم ایک ملالہ کو روتے ہو؟
میں نے کئی ملالہ دیکھی ہیں
میں نے خون میں لت پت بچوں کی
جانے کتنی لاشیں دیکھی ہیں
میں نے اجڑی مانگیں دیکھی ہیں

میں نے سونی گودیں دیکھی ہیں
میں نے ظلم، جبر فرنگ سے سسکتی روحیں دیکھی ہیں
میں نے اپنی دھرتی پہ اپنوں کی بوسیدہ لاشیں دیکھی ہیں
میں نے آگ کی لہریں دیکھی ہیں
تم ایک ملالہ کو روتے ہو؟
میں نے کئی ملالہ دیکھی ہیں

ڈالروں کی چمک میں آکر کوئی بھی حقیقت بیان نہیں کررہا، اسلام آباد میں 56ایکڑ اراضی امریکی سفارتخات کو کیوں الاٹ کی گئی ہے، آخر پاکستان میں اتنے بڑے سفارتخانے کی کیا ضرورت پیش آگئی، اس قلعہ نما سفارتخانے میں جدید ترین اسلحہ سے لیس بلیک واٹر کے ایک ہزار اہلکار سکیورٹی کے فرائض سرانجام دیں گے، دنیا بھر کے سفارتخانوں میں صرف 25 میرین رکھنے کی اجازت ہے لیکن اس میں 350 کیا کررہے بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک کس لیے اسلام آباد لائے جائیں گے۔ ان Dyncop ہیں۔ تمام سوالوں کا جواب ہمیں ملک میں طول و عرض میں ہونیوالی بدامنی سے مل رہا ہے، پاکستان میں طالبان نام کی کوئی چیز نہیں، صرف یہی لوگ بھیس بدل کر پاکستان کو آگ میں جھونک رہے ہیں، اپنے زرخرید دانشوروں اور "پالتوؤں" کے ذریعے اسلام کو بدنام کررہے ہیں، پاکستانی طالبان صرف اور صرف نظریہ ضرورت ہے نہ کہ تنظیم، یہ ایک اصطلاح ہے جو جس کے

تحت ہر حملے کی ذمہ داری قبول کر لی جاتی ہے، شمالی وزیرستان پر حملے کیلئے راہ ہموار کرنے کیلئے ملالہ یوسفزئی پر حملہ کروایا گیا، جس طرح سوات پر حملے کا جواز ڈھونڈنے کے لیے عورتوں کو کوڑے مارنے کی جعلی ویڈیو بنائی گئی، اس بار جو میدان جنگ سجنے جا رہا ہے اس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔ ان بے سروسامان پاکستانیوں کو خود ہی آنیوالے سیلاب کے سامنے بند باندھنا ہوگا کیونکہ جن طبقوں کی دعوت پر یہ یہاں آئے ہیں وہ تو حالت جنگ میں ابوعبداللہ کی طرح قوم کو مصیبتوں میں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، پرویز مشرف قوم کو آگ کی بھٹی میں جھونک کر جا چکے، الطاف حسین لندن میں گوروں کی ثناء خوانی میں مصروف ہیں، رحمٰن ملک صاحب کے پاس دوہری شہریت ہے، شریف فیملی سعودی عرب چلی جائے گی، آصف زرداری صاحب دبئی میں جا گھسیں گے، اے این پی والے افغانستان اور روس چلے جائیں گے، فلوجہ اور نجف کی عوام کی طرح لڑنا غریبوں کا مقدر بن ہو جائے گا، اس سے پہلے کہ شکاری اپنی مچان بنا لے اس دھرتی سے نکالنا ہوگا ورنہ پھر کیسے علم اس کے نشانے کی زد پر کسی کا گھر ہو، کسی کا بیٹا ہوا، باپ، ماں یا بہن ہو، ماتم سے پہلے طوفان مغرب کو روکنا ہوگا۔

پاکستانی معیشت کی تباہی

اس وقت انٹر بینک اور اوپن مارکیٹ میں ایک ڈالر ستانوے اور اٹھانوے روپے کی سطح پر ہے اور ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں کمی بھی جاری ہے،اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پاکستانی کرنسی کی قدر میں سالانہ اوسطاً سات اعشاریہ پانچ فیصد کی شرح سے کمی ہو رہی ہے،پاکستانی روپیہ اس وقت شدید دباؤ کا شکار جس کی کئی وجوہات ہیں، لیکن سب سے بڑی وجہ ملک کے زرِمبادلہ کے ذخائر میں تیزی سے واقع ہونے والی کمی ہے،فروری دو ہزار بارہ میں زرِمبادلہ کے ذخائر تقریباً ساڑھے سولہ ارب ڈالر تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب پاکستان کو آئی ایم ایف کے قرض کی ادائیگی شروع کرنا تھی،پاکستان سال دو ہزار بارہ میں اب تک دو ارب باون کروڑ بیس لاکھ ڈالر آئی ایم ایف کو ادا کر چکا ہے جبکہ رواں سال کی آخری قسط اکیس نومبر کو ادا کی گئی جس کے نتیجے میں زرِمبادلہ کے ذخائر تیزی سے گرے اور اب یہ ذخائر تیرہ ارب اکیاسی کروڑ ڈالر رہ گئے ہیں،سال دو ہزار تیرہ میں پاکستان آئی ایم ایف اور دیگر اداروں کو مزید چار ارب ڈالر ادا کرے گا جس کے نتیجے میں زرِمبادلہ کے ذخائر میں مزید کمی آئے گی۔ آئی ایم ایف کی تقریباً ساٹھ کروڑ ڈالر کی اگلی قسط فروری سنہ دو ہزار تیرہ میں ادا کرنی ہے جبکہ درآمدات کے لیے زرِمبادلہ کی فراہمی اس کے علاوہ ہے۔حکومت یہ توقع کر

رہی ہے کہ امریکہ سے کولیشن سپورٹ فنڈ کی مد میں آنے والے مہینوں میں ساٹھ کروڑ ڈالر، پی ٹی سی ایل کی نجکاری کے اسّی کروڑ ڈالر اور تھری جی لائسنس کی نیلامی سے تقریباً اتنی ہی رقم حاصل ہو جائے گی جس سے زرِ مبادلہ کے ذخائر پر دباؤ کم کرنے میں مدد ملے گی۔ حکومت کی یہ خام خیالی ملک کو مزید تباہی کی جانب دھکیل سکتی ہے، معیشت کی یہ دگرگوں حالت مہنگائی میں مزید اضافے کا باعث بنے گی جو غریب عوام کو زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے،اگر دیکھا جائے تو موجودہ حکومت نے اپنے ساڑھے چار سالہ دور میں عوام کو صرف خواب ہی دکھائے ہیں جو آئندہ بھی دکھا کر ووٹ اینٹھنے کے طور پر کام آئیں گے، پیپلز پارٹی ایک بار پھر مظلومیت اور بھٹو کے فلسفے کا رونا روئے گی۔اب شاید رونے کا بھی موقع نہ ملے۔

عمران فاروق قتل کی تحقیقات۔۔۔ ظلم کا انجام آگیا

سوشل میڈیا میں اس وقت ایک پوسٹ بڑی گردش کر رہی ہے کہ لندن میں عمران فاروق قتل کی تحقیقات کے سلسلے جس بزنس سنٹر کی تلاشی لی گئی ہے وہ ایم کیو ایم کا سیکرٹریٹ ہے، سکاٹ لینڈ یارڈ کی تحقیقات سے تو یہ عیاں ہو ہی جائے گا کہ وہاں کیوں چھاپہ مارا گیا اور ایک ایک چیز کی تلاشی کیوں لی گئی،اسی تلاشی پر حکومتی تذبذب اور بیانات جاری کرنا بھی دیدنی ہے،ویسے تو ہمارے صدر مملکت بھی فرنگی کے دیس میں موجود ہیں ، ہوسکتا ہے کہ ملکی مفاد میں رپورٹ کو منظر عام پر لانے میں چند دن دیر کروائی جائے، شکر ہے کہ عکومت نے یہ تو مانا کہ لندن میں عمران فاروق کے قتل کے حوالے سے جاری تحقیقات ایم کیو ایم کے بارے میں غلط فہیوں کو دور کرنے میں مدد کرے گی، وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ ایم کیو ایم حکومت کی اتحادی اور ملک کی ایک سیکولر جماعت ہے،وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ عمران فاروق کی ہلاکت کے سلسلے میں لندن میں میٹروپولیٹن پولیس کے چھاپے کے حوالیسے نتائج اخذ کرنا قبل از وقت اور غلط ہوگا،پولیس کے مطابق ڈاکٹر عمران فاروق قتل کے سلسلے میں تحقیقات ابھی جاری ہیں۔ پولیس نے یہ بھی بتایا کہ اس سلسلے میں کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی اور نہ ہی کسی شخص کو تفتیش کے لیے روکا گیا ہے،، پچاس سالہ ڈاکٹر عمران فاروق کو جو سنہ

انیس سو ننانوے میں لندن گئے، سولہ ستمبر دو ہزار دس کو ایجویئر کے علاقے میں واقع گرین لین میں چاقو مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا،اکتوبر میں پولیس کو حملے میں استعمال ہونے والی چھری اور اینٹ بھی ملی تھی، پولیس کا کہنا ہے کہ ان کا قتل ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اور لگتا ہے کہ اس کے لیے دوسرے افراد کی مدد بھی حاصل کی گئی تھی جنھوں نے ہو سکتا ہے جان بوجھ کر یا انجانے میں قتل میں معاونت کی ہو،اگر ایم کیو ایم گزشتہ ریکارڈ چیک کیا جائے تو اس کے کھاتے میں کئی قتل پڑے ہیں، حالیہ دہشتگردی کی وارداتوں میں پکڑے جانیوالے ایک ملزم نے طالبان رکن ہونے کا دعوی کیا ہے جو حقیقت میں ایم کیو ایم کا غنڈہ ہے،اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ طالبان کے روپ میں کراچی کا امن خراب کرنے کے پیچھے ایم کیو ایم کا ہاتھ ہے،پاکستانی عوام کو سکاٹ لینڈ یارڈ کی رپورٹ کا بے صبری سے انتظار رہے گا،جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائیگا۔ان تحقیقات سے لگتا ہے کہ ظلم کا انجام قریب اور ظالموں کے بے نقاب ہونے کا وقت آگیا ہے۔

دہشت گردی میں اضافہ یا صوبائی حکومتوں کی ناکامی۔۔؟

سوال یہ ہے کہ آخر پولیو کے قطرے پینے سے انکار میں ایسی شدت کیوں؟ پہلے صرف قطرے پینے سے انکار کیا جاتا تھا اور اب تو تشدد کی انتہا ہے کہ بندوق اٹھا کر گولیاں ماری جا رہی ہیں، پولیو کی مہم سے جو بھی منسلک ہے، چاہے وہ اہلکار ہوں یا کارکن یا صرف رضاکار، وہ کہتے ہیں کہ پہلے بھی پولیو کی ویکسین کو مسلمانوں کے خلاف سازش قرار دیا جاتا رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لوگوں میں یہ غلط تاثر اس انکشاف کے بعد زیادہ پھیلا کہ اسامہ بن لادن کو پکڑنے کے لیے امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے نے پاکستانی ڈاکٹر شکیل آفریدی کو پولیو کی جعلی مہم چلانے کو کہا تھا، پاکستان میں سازشی نظریہ یا کنسپیریسی تھیوری کے پھیلانے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جب بھی بلوچستان یا کراچی میں تشدد کے واقعات ہوتے ہیں تو غیر ملکی عناصر کو ذمے دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بات حکومتی وزراء بھی کہتے ہیں کہ آنے والے چند دنوں میں ملک میں جاری کارروائیوں میں ملوث بیرونی ہاتھ کو بے نقاب کیا جائے گا مگر وہ دن کبھی نہیں آتا، پشاور میں ایک شخص نے پولیو ٹیم کو کہا کہ آپ چار بار ہمارے گھر آئے ہیں، اور ہم نے منع کیا ہے، آپ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ اس کا جواب تو شاید یہ ہونا چاہیے کہ یہ ہمارا کام ہے لیکن کیونکہ اس گھر سے ٹیموں پر

پتھراؤ بھی ہوتا رہا ہے، پولیو کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستانی بچوں میں دیگر جان لیوا بیماریاں بھی پائی جاتی ہیں تو مغرب اور حکومتِ پاکستان صرف اسی پر زور کیوں دے رہے ہیں؟ گذشتہ سال جب یہ بات منظرِ عام پر آئی کہ دنیا میں پولیو کے سب سے زیادہ کیس پاکستان میں پائے گئے ہیں، تو قابو پانے کے لیے حکومت اور مالی امداد فراہم کرنے والی غیر ملکی ایجنسیوں نے اس پر ہنگامی بنیاد پر لائحۂ عمل تیار کیا۔
دارالحکومت میں پولیو سیل قائم کیا گیا۔ ٹیلی فون اور ریڈیو پر اشتہارات نشر کیے گیے۔ صدر آصف علی زرداری کی بیٹی آصفہ کو پولیو مہم کی سفیر مقرر کیا گیا۔ اور مہم کو ہنگامی بنیادوں پر چلایا گیا، پولیو کی مہم سے جو بھی منسلک ہے، اس سال اب تک چار قومی اور چار علاقائی مہمات چلائی گئیں، جن کے علاوہ چھوٹے پیمانے پر آگاہی کی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ خاص کر صوبہ خیبر پختونخوا میں مقامی انتظامیہ نے کئی ماہ تک مذاکرات کے بعد علما کو مہم میں شریک کیا مگر اس کے اثرات سے علماء بھی محفوظ نہیں ہیں کیونکہ ایک عالم دین کو تو پولیو کے خلاف مہم کے حق میں فتویٰ دینے کے بعد دھمکیاں بھی موصول ہوئیں، ایک طرف ایسا لگتا ہے کہ اس سال کیونکہ پولیو کے کیسز میں ستر فیصد کمی آئی ہے اس لیے مہم کامیاب ہوئی ہے۔ تاہم اگر ایک طرف پولیو پر قابو پایا جا رہا ہے تو دوسری جانب مہم کے خلاف شدید ردِ عمل پر کیسے قابو پایا جائے گا، ایک بات یہاں قابل غور ہے کہ ان تمام خطرات کے باوجود پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں یہ مہم

جاری ہے، کیا یہاں جو اینٹی پولیو قطرے پلائے جارہے بقیہ سے مختلف ہیں؟
دوسری جانب دہشتگردی کی روک تھام کے لئے پنجاب حکومت اور دیگر صوبوں کی حکومتوں کا جائزہ لیا جائے تو صورتحال بالکل واضح نظر آئے گی، یہاں خطرات سے بلا خوف وزیراعلیٰ اکثر عوام کے درمیان پائے جاتے ہیں، جہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آتا ہے سب سے پہلے پہنچ جاتے ہیں، جبکہ سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے وزراءاعلیٰ اور ان کے ماتحت اپنے دفاتر تک محدود ہیں اور وہیں سے مذمتی بیانات جاری کرتے رہتے ہیں، حکومتی ناکامی کی سب سے بڑی یہی وجہ ہوتی ہے، یہ بات بلا تامل کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے دشمن زیادہ اور دوست کم ہیں اور پاکستان میں بدامنی پھیلانے میں انہی کا کردار ہے لیکن ہمارے بھائی اس کام کے لئے کم اور دشمن کی افرادی قوت زیادہ استعمال ہو رہی ہے، اب تو ،، ٹیٹو والے طالبان ،، اکثر جگہوں سے پکڑے جارہے ہیں، کراچی میں تو اب متحدہ کے طالبان بھی کارروائیاں کرتے نظر آتے ہیں، صوبائی حکومتیں بلیم گیم میں بھی ایک دوسرے پر میدان مارنے کے لئے کوشاں نظر آتی ہیں، ایم کیو ایم، پیپلزپارٹی، ق لیگ، اے این پی اور دیگر حکومتی عناصر اگر بیان بازی چھوڑ کر کام کرنا شروع کردیں تو میرا نہیں خیال کہ دہشگردی باقی رہ جائے گی، جب تک ہم دہشتگرد عناصر کی سرپرستی کرتے رہیں گے تب تک نہ حالات سدھریں گے اور نہ ہی یہ ملک امن کا گہوارہ بن سکے گا، سانپ کبھی بھی ،، سانپ سانپ ،، کہنے سے

نہیں مرے گا، علاج ڈنڈہ ہے۔

مکافات عمل شروع ہو چکا

سنتے ہیں کہ امریکہ میں بیس سال سے کم عمر کی اسی فیصد لڑکیاں کنواری ہی نہیں رہتیں جبکہ ہر سال ایک ملین سے زائد بچیاں ناجائز طور پر حاملہ ہو جاتی ہیں۔ مانع حمل ادویات کا استعمال معمول ہے۔ پیٹ میں پلنے والی گناہ کی نشانیوں پر مانع حمل ادویات کے ڈرون حملوں کی مد میں سالانہ سات بلین ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔
ناجائز بچے پیدا کرنے والی چھپن فیصد کنواری مائیں زیادہ شراب نوشی، سگریٹ نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاکے استعمال کی وجہ سے نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی لاغر ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے بچے جو پہلے ہی نامعلوم باپ کی وجہ سے محرومی کا شکار ہوتے ہیں۔ ماں کی طرف سے بھی توجہ نہ حاصل کرنے کی وجہ سے بے راہ روی کا شکار ہو کر معاشرے میں بگاڑ اور خرابیوں کا سبب بن جاتے ہیں، تعلیمی ناکامی کا سامنا کرنے پر ذہنی اور غیر ہموار اقتصادی صورتحال انہیں مزید ذہنی مفلوج بنا دیتی ہے۔ اور پھر وہی ہوتا ہے جو امریکی ریاست کنیٹی کٹ میں ایک ذہنی مریض نے پہلے اپنی ماں اور پھر سکول کے معصوم بچوں کیساتھ کیا۔ اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے سے پہلے اس نوجوان نے بیس بچوں سمیت چھبیس افراد کی زندگیوں کے چراغ گل کر دئے۔ ہیروشیما اور ناگی ساکی سے لیکر ویتنام اور پھر عراق و لیبیا سے لیکر افغانستان تک امن گردی کے نام نہاد علمبردار

بھیڑیوں کے صاف ستھرے اور تعلیم یافتہ معاشرے کے گورے لوگ اب کالی کرتوتوں اور بربریت کی اس حدتک پہنچ چکے ہیں جس کے بعد خدا کی بے آواز لاٹھی بھی برسنے سے نہیں رکتی۔ جنگوں میں درندگی و سفاکی اور جارحیت کی توجیع تو پیش کی جاسکتی ہے کہ مقتول ہمارے جانی دشمن تھے۔ ڈرون حملوں میں مارے جانے والے اسلامی دہشت گردوں کو امریکہ کی سلامتی کیلئے خطرہ یا معصوم بچوں کو مستقبل کے ممکنہ دہشت گرد قرار دیکر جان چھڑائی جاسکتی ہے۔ لیکن کنیٹی کٹ کے اس پرائمری سکول کے ہم وطن بچے نہ تو جاپانی تھے نہ عراقی اور افغانی۔ وہ نہ تو اسرائیل کے وجود کیلئے خطرہ سمجھے جانے والے فلسطینی تھے اور نہ ہی پشتو، عربی، ازبک یا تاجک زبان بولنے والے اسلامی شدت پسند تھے تو پھران معصوموں کو کس جرم میں قتل کردیا گیا۔ فائرنگ کرنے والے امریکی شخص ایڈم لینزا نے حیران کن طور پر کسی تربیت یافتہ کمانڈو جنگجو کی طرح سیاہ کپڑوں کے ساتھ بلٹ پروف جیکٹ بھی پہن رکھی تھی اور وہ بہت سارے ہتھیاروں سے لیس تھا مگر یہ واضح نہیں ہے کہ اس امریکی طالبان نے ایک گن کے علاوہ باقی ہتھیار استعمال بھی کیے یا نہیں۔ پنٹاگون کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ سکول کے بچوں کا قاتل نہ تو پاکستانی ہے نہ مسلمان اور نہ ہی اس نے دہشت گردی کی تربیت سوات یا وزیرستان سے حاصل کی ہے۔ باخدا قاتل کے پاس نہ تو حسن نصراللہ کا مہیا کردہ کوئی راکٹ لانچر تھا اور نہ ہی اس سے کشمیر لبریشن فرنٹ سے ملی ہوئی کوئی خودکار بندوق برآمد ہوئی۔ یہ بھی طے ہے کہ نہ تو وہ

اجمل قصاب کا رشتے دار تھا اور نہ ہی اسامہ بن لادن کے خاندان کا چشم و چراغ لیکن پھر بھی اس نے کسی ماہر ترین دہشت گرد کی طرح صرف دس پندرہ منٹ میں ستائیس افراد کو انتہائی سفاکی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اب ذرا سوچیے کہ تعلیم یافتہ قوم کے اس گورے سپوت کو کس عالیشان امریکی یونیورسٹی سے انسانیت اور انسانی حقوق کی ایسی اعلیٰ تعلیم ملی اور کون سے روشن خیال اساتذہ نے اسے اس اخلاقیات کا اعلی درس دیا تھا؟ احباب یاد کیجئے کہ امریکی اور ان کے سب اسلام دشمن حواریوں، پاکستان مخالف چیلوں نے ملالہ ڈرامہ رچائے جانے کے بعد کیا کیا کھیل تماشے دکھائے۔ میڈونا سے لے کر انجلینا جولی اور الطاف حسین سے لیکر عاصمہ جہانگیر تک انسانیت کے سب دوستوں نے کتنے ہوش ربا رقص پروگرام کیے کتنے چراغ جلائے، کتنے اشک بہائے اور مسلمان دہشت گردوں کو کتنے کوسنے سنائے لیکن ذرا سوچیے کہ ان امن گرد تعلیم یافتہ نیک پاک لوگوں میں ایسا قاتل طالبان کہاں سے گھس آیا؟ شاید وہیں سے جہاں سے قوم لوط پر پتھروں کی بارش برسی اور فرعون کی غرقابی کیلئے نیل کی خونی لہریں نازل ہوئیں تھیں۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے دو ہزار سات میں بھی ایسا ہی ایک طالبان کوہ قاف سے اتر کر امریکہ میں داخل ہوا تھا جس کے ہاتھوں ورجینیا ٹیک میں ہونے والی فائرنگ کے نتیجے میں بتیس افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اس ہولناک المیہ پر امریکہ کے امن پسند صدر

اوباما نے اپنی مظلوم قوم کی ڈھارس بندھانے اور تسلی دینے کیلئے لڑکھڑاتی آواز اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ اس سانحے پر ہر درد مند انسان افسردہ ہے سو ہم بھی مغموم ہیں کہ بچے تو معصوم ہوتے ہیں۔ چند ماہ قبل افغانستان میں ایک جنونی امریکی فوجی کے ہاتھوں بربریت کا نشانہ بننے والے سترہ بچوں اور عورتوں کی موت کا غم پھر سے تازہ ہوگیا۔ رابرٹ بیلز نامی اس امریکی فوجی کی اس ہولناک امن گردی پر امریکہ نے اسے ریمنڈ ڈیوس جیسا انعام دیا یا کچھ اور یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا۔ لیکن ہاں ریمنڈ ڈیوس، رابرٹ بیلز کے ہاتھوں یا ڈرون حملوں سے مرنے والے معصوم اور بیگناہوں کے پیارے ابھی تک آسمانوں کی طرف منہ اٹھائے نوحہ خوانی ضرور کرتے ہیں۔ آج بھی وزیرستان میں امریکی ڈرون حملوں میں مرنے والے معصوم دہشت گرد بچوں کے جلے ہوئے افسردہ کھلونے تباہ شدہ گھروں کے ملبے تلے دبے رو رہے ہوں گے لیکن ملالہ جی کی کتاب پر سج سجا کر بٹھایا ہوا کیوٹ ٹیڈی بیئر ہمیشہ مسکراتا رہتا ہے۔ گویا خاموشی کی زبان میں کہہ رہا ہو کہ زمانۂ جدید کے سفاک امریکی فرعونوں کے مکافات عمل کا شکار ہونے کا آغاز ہوچکا ہے۔

شتر مرغ انقلاب

قارئین ! آپ نے شتر مرغ کی کہانی تو سنی ہو گی جس میں کسی نے شتر مرغ سے پوچھا کہ تم اڑتے کیوں نہیں ہو؟ تو وہ بولا میں تو اونٹ ہوں، اونٹ بھی کبھی اڑتے ہیں، جب اِس سے کہا گیا تم اونٹ ہو تو بوجھ اٹھایا کرو، تو شتر مرغ ہنس کر بولا جا !۔۔ کہیں پرندے بھی بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ آج ہمارے ملک کے سیاستدانوں کا حال بھی اِسی شتر مرغ جیسا ہی ہو گیا ہے، ہر ایک اپنی ذمہ داریوں اور کرتوتوں کو ماننے کی بجائے دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش میں لگا ہے، دوسروں پر الزام لگاتے ذرا بھی نہیں ہچکچاتا، یہاں بڑے بڑے سیاسی شتر مرغ پائے جاتے ہیں، جن کا ماضی بھی آلودہ، جن کا حال بھی ناکام اور مستقبل بھی مشکوک نظر آتا ہے۔ پاکستان میں ایسے ایسے سیاسی شتر مرغ پائے جاتے ہیں جن کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ اب ایم کیو ایم کو ہی دیکھئے کہ اُس نے جاگیرداروں کی حکومت میں پانچ سال گزار دیئے، جب ووٹ لینے کا وقت آیا ہے تو اِاپنی حکومت کے خلاف لانگ مارچ کا اعلان کر دیا ہے اور ساتھ ہی مشرف کو دس بار وردی میں منتخب کرنے کا اعلان کرنے والی ق لیگ بھی اِس میدان میں اتر آئی ہے۔ یہ عوام کو بیوقوف بنانا نہیں تو اور کیا ہے۔ متحدہ اور ق لیگ والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حکومت میں بھی رہیں گے اور مارچ بھی کریں گے، اس کا مطلب تو صاف دکھائی دے رہا کہ یہ

لانگ مارچ کسی تیسری قوت کے خلاف ہے۔ یہ طاقت کا اظہار عدلیہ کے خلاف بھی ہو سکتا ہے جس نے ایم کیو ایم کے قائد کو طلب کر رکھا ہے، الطاف بھائی آج بھی اُسی جاگیر دارانہ نظام کے خلاف بڑھکیں مار رہے ہیں جس کی گود میں انہوں نے 25 سال گزارے ہیں۔ سلطان راہی اور منا بھائی کے انداز میں للکارتے ہوئے اصلی شیر ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ میڈیا اور علماء کرام کو گالیاں دینا بھی ان کے خطاب کا حصہ بن چکا ہے، یہ وہی الطاف حسین ہیں جن کے نزدیک جاگیر دار،بڑے،بڑے این آر اوزدہ بدعنوان سیاستدان نہیں بلکہ عوام ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک عوام زندہ انسانوں کا نام نہیں بلکہ ایک سیاسی تصور، سیاسی اصطلاح ہیں، عوام جاگیرداروں، وڈیروں کے "ہاری" ہیں، صنعت کاروں کے "مزدور" اور ان کے "کارکن" ہیں۔ ان کے نزدیک نعرے لگانے والے، دریاں بچھانے والے اور پوسٹر لگانے والے ہیں، عوام ووٹر ہیں، عوام ٹے کس دہندگان ہیں، عوام ان کا جمہوری "نقشہ" ہیں، سیاسی تعین اور تقریر کی لذت ہیں ان کے اس فلسفہ اور تصور کے مطابق عوام ہر جگہ موجود ہے، موجود نہیں تو اپنے حق کی وصولی کے لیے موجود نہیں، تاریخ بتاتی ہے، کتابوں کے، اخبارات کے صفحات سچ اگلتے ہیں کہ ایم کیو ایم وہ جماعت ہے جو اپنے مفادات کی خاطر زندہ انسانوں کو بوری بند لاشوں میں تبدیل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی، جب سے کراچی میں ایم کیو ایم وجود میں آئی ہے روشنیوں کا شہر امن کو ترس گیا ہے۔ 11 جون 1978ء کو فوجی چھتری کے سائے تلے آل پاکستان مہاجر سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (APMSO)

بنانے والا الطاف حسین آج پاکستان کا ڈان بن چکا ہے، جب سے یہ تنظیم وجود میں آئی کراچی کا امن تباہ ہونا شروع ہو گیا، تعلیمی اداروں میں قلم کی بجائے بندوق کتاب کے بجائے خنجر طلباء کے ہاتھوں کی زینت بنے ۔1984ء میں مہاجر قومی موومنٹ کا باقاعدہ اعلان ہوا، الطاف حسین، الطاف بھائی بن گیا۔ 1991ء میں نازیہ حسن سکینڈل سامنے آیا جس سے الطاف بھائی کی حسن پرستی عیاں ہے۔ 21 دسمبر کو الطاف بھائی پر حملہ ہوا، جو ان کے لیے غیر متوقع تھا اس حملے اور کراچی میں فوجی آپریشن کے بعد "اصلی شیر" پاکستان سے گئے اور ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں، لیکن سچائی اور حقیقت سے کب تک بھاگتے رہیں گے۔ الطاف بھائی کی جماعت نے سوائے بینظیر کے ہر حکومت کا ساتھ دیا، ہر جاگیردار کے قدموں پہ بیٹھے، آج کل بھی جاگیرداری کو انجوائے کر رہے ہیں۔ یہی حال گجرات کے چودھریوں کا ہے پہلے نواز شریف کے ساتھ رہے، پھر جب فوجی دور آیا تو ان کے ساتھ مل گئے اور اب پیپلز پارٹی کی حکومت میں ایک ٹکٹ پر دو شو دیکھ رہے ہیں۔ رہی بات ڈاکٹر طاہر القادری کی تو وہ جبہ و دستار میں ایسی شخصیت ہیں جن سے ایمان بچانا مشکل ہے تو ریاست کیسے بچ پائے گی۔ کینیڈا کے برف زاروں سے تشریف لانے والے شیخ الاسلام بلٹ پروف کیبن اور کمانڈوز کے حصارے ں انقلاب کی باتیں زیب نہیں دیتیں، شیخ صاحب میڈیا کے بل بوتے اور عالمانہ بانکپن کی بنیاد پر قوم کے ہیرو بننا چاہتے ہیں، اتفاق مسجد سے منہاج القرآن کی بنیاد ڈالنے والے شیخ صاحب کی انتہا نائن زیرو میں

ہو گی کسی نے نہیں سوچا تھا، شیخ صاحب کی یہ بغل گیری "ارینج میرج" ہے یا "لو" کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انتخابی سیاست سے دلبرداشتہ ہو کر کنارہ کش ہونے والے شیخ صاحب کا دوبارہ "ان" ہونا بھی سوالیہ نشان ہے۔ اب تو نگران سیٹ اپ میں شامل ہونے کی بھی خواہش کا اظہار کر دیا ہے، شاید ایم کیو ایم اور ق لیگ بھی ہوا کا رخ دیکھ کر شیخ صاحب کو نگران وزیر اعظم بنانا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ بھی حکومت میں آنے کے چانسز کو برقرار رکھا جائے 14 جنوری کو انقلاب آتا ہے یا نہیں یہ بات کنفرم نہیں لیکن یہ بات پکی ہے کہ ایم کیو ایم کی اندر کی غلاظت باہر آ گئی ہے جس کا واضح ثبوت الطاف کی حالیہ تقریر ہے جس میں علماء میڈیا اور عدلیہ کو دھمکیاں اور گالیاں بھی دی گئیں۔ عوام کی قسمت میں شائد اچھے دن ہوں نہ ہوں، سے استدانوں کا شتر مرغ انقلاب ضرور آ چکا ہے۔

مقبرہ: ملا محمد صالح کمبوہ

تحریر: محسن نسیم

فارسی ادب کی انتہائی اہم کتاب عمل صالح جو کہ عہد شاہجہانی اور مغل خاندان اور ہندوستان کی کئی اہم معلومات سموئے ہوئے ہے اس کتاب کے خالق اور مصنف ملا محمد صالح کمبوہ لاہور کی ایک معروف سڑک ایمپریس روڈ پر موجود ایک مقبرے میں مدفون ہیں، اس مقبرے کی تاریخ پر تحریر کرنے سے قبل ہم ایک نظر ان کی زندگی پر ڈالتے ہیں۔ ملا محمد صالح کمبوہ بادشاہ شاہجہان کے عہد کی انتہائی عالم فاضل شخصیات میں شمار کیے جاتے ہیں، آج عہد جدید میں بھی ان کی تحریر کردہ کتب فارسی ادب ہی اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ ملا محمد صالح نے عمل صالح تحریر کی جو کہ اردو ادب میں شاہ جہان نامہ سے معروف ہے۔ فارسی ادب کے علاوہ اس کتاب کا ہندوستان کی تاریخ میں بھی اہم مقام ہے۔ اس کتاب کے فارسی سے کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ کتاب میں مغل دربار شاہجہان کے بچپن سے لیکر ان کی وفات تک کے واقعات قلمبند ہیں۔ محمد صالح کمبوہ اپنے علم اور لیاقت کے باعث لاہور کے دیوان کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ انہوں نے موچی دروازے کے اندر ایک بے مثال مسجد تعمیر کروائی جو کہ لاہور میں کاشی کاری کے حوالے سے وزیر خان مسجد کے بعد دوسری بڑی مسجد مانی جاتی تھی اس

مسجد کی عمارت کا کچھ حصہ آج بھی موچی دروزرے کے اندر دیکھا جا سکتا ہے، مسجد کے دروازے پر تعمیر کے کئی سال بعد بھی یہ شعر کئی سالوں تک دکھائی دیتا رہا۔

بانی ای مسجد زیبا نگار

بندہ آل محمد صالح است

ملا صالح ایک بہترین خطاط بھی تھے۔ انہوں نے اپنے عہد کی کچھ عمارتوں پر خطاطی بھی کی، وفات کے بعد ان کو بھی اسے مقبرے میں دفن کیا گیا جو انہوں نے شیخ عنایت اللہ کیلئے تعمیر کروایا تھا، اس مقبرے میں آپ کے کچھ رشتہ داروں کی قبور بھی ہیں، آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں مورخین مختلف آراء رکھتے ہیں، نور احمد چشتی نے 1075 ھ کنیا لال ہندی نے 1080 ھ، سید محمد لطیف نے 1085 ھ اور نقوش لاہور میں 1120 ھ کے بعد کا عہد لکھا ہے۔

اب ہم مقبرے کا حال بتاتے ہیں یہ عمارت تقسیم سے پہلے گنبد کمبوہاں کے نام سے جانی جاتی تھی بعض مورخین نے آپ کے مقبرے کو حضرت علی رنگریزؒ کی خانقاہ کے ساتھ تحریر کیا ہے، دور حاضر میں یہ دونوں عمارتیں ایمپریس روڈ پر واقع میں شاہ جہان نامہ کا اردو ترجمہ میں ممتاز لیاقت نے لکھا ہے کہ ملا محمد صالح اپنی وفات نے کے بعد اپنے آبائی مقبرہ شیخ عنایت اللہ کے پہلو میں دفن ہوئے، یہ مقبرہ ایمپریس روڈ ریلوے روڈ کے دفاتر کے ساتھ متصل ہے اور گنبد

کمبوہاں کہلاتا ہے۔ سنگ سرخ کی عمارت ہشت پہلو ہے سکھ دور میں مقبرے کو شدید نقصان پہنچا، قبریں مسمار کرکے سرخ سنگ مرمر اتار لیا گیا اور بارود خانے میں بدل دیا گیا، انگریز عہد میں یہ کوٹھی میں بدل دیا گیا اور سیمور صاحب کی کوٹھی کہلاتا رہا جس کے گنبد باورچی خانہ اور بگھی خانے کے طور پر استعمال ہوتے رہے پھر دو اور کمرے بنا کر گرجے کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا اور سینٹ اینڈریو پارش چرچ کہلاتا رہا۔ تاریخ کی دیگر کتب کے ساتھ ساتھ پاکستان ریلوے کی جانب شائع کیے گئے کیلنڈر میں بھی اس مقبرے کی تصویر دی گئی تو اس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس کو ریلوے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ ہی بنایا گیا ہے۔

ان تمام حوالوں کو پیش کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ عہد حاضر میں اس مقبرے کی عمارت میں ایک سکول چلایا جا رہا ہے اور اس کا انتظام عیسائی برادری کے پاس ہے، اس مقبرے تک رسائی کیلئے ریلوے سٹیشن سے حاجی کیمپ کی طرف جائیں تو بائیں طرف چرچ کی عمارت ہے اس تمام احاطے میں تین اونچی شان والے گنبد دکھائی دیتے ہیں، مغل عہد کی اس عمارت کی مشابہت انارکلی کے مقبرے سے ملتی ہے عام بندے کی اس مقبرے تک رسائی نہیں کیونکہ سکول انتظامیہ نے حال بند کر رکھا ہے جبکہ سکول و چرچ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے عدالت سے یہ فیصلہ لے رکھا ہے کہ ملا محمد صالح کا مقبرہ دلی میں ہے اس مقبرے کا

ان سے کوئی تعلق نہیں اگر اس کی بات مان بھی لی جائے تو تب بھی یہ عمارت انگریز کی تعمیر کی گئی عمارتوں میں سے نہیں ہے، سکول انتظامیہ نے مقبرے کے گنبد کے نیچے آفس اور جماعتوں کے کمرے بنائے ہوئے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت اس بات سے ناواقف ہے کہ ہندوستان کی دو عظیم شخصیات کا جائے مدفن اسی عظیم گنبد میں ہے، لوگ چرچ سمجھ کر گزر جاتے ہیں، تقسیم کے بعد بھی کسی حکومت نے یہ کوشش نہیں کی کہ اس تاریخی مقبرے اور ورثے کو عام لوگوں کی رسائی میں لایا جاسکے اور نہ ہی کبھی محکمہ آثار قدیمہ کی جانب سے کوئی کوشش منظر عام پر آئی کہ اس مقبرے کو دوبارہ پہلے والی حیثیت میں بحال کیا جائے اور اپنے ثقافتی ورثے کو گمنامی سے بچایا جائے۔

رزق کی بے توقیری

.برطانیہ کی ایک تنظیم نے رپورٹ میں کہا ہے کہ دنیا کا آدھا کھانا تو ضائع ہو جاتا ہے ضائع ہونے والے غذائی اشیا کی مقدار دو ارب ٹن بتائی گئی ہے۔2020ءتک غذائی اشیاء کی پیداوار کے لئے عالمی سطح پر پانی کی طلب دس سے 13 ٹریلین کیوبک میٹر تک پہنچ سکتی ہے۔انسٹیٹیوٹ آف میکینیکل انجینئرنگ کے مطابق غذائی اشیا ضائع ہونے کی اہم وجوہات میں اس کو محفوظ رکھنے کے ناقص انتظامات، ایکسپائری کی تاریخ کا سختی سے اطلاق اور صارفین کی سستی شامل ہیں۔اس رپورٹ میں کہا گیا کہ برطانیہ میں تیس فیصد سبزیاں اس لیے اگائی نہیں جاتیں کیونکہ وہ سبزیاں دیکھنے میں خوبصورت نہیں ہوتی ہیں۔انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر ٹم فاکس نے کہا کہ غذائی اشیا کی جو مقدار ضائع ہوتی ہے وہ حیرت انگیز ہے رپورٹ کے مطابق ہر سال پوری دنیا میں جو چار بلین ٹن غذائی اشیا پیدا کی جاتی ہے اس کا تیس سے پچاس فی صد حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔رپورٹ میں یہ کہا گیا کہ امریکہ اور برطانیہ میں لوگ جو کھانا خریدتے ہیں اس کا نصف حصہ پھینک دیتے ہیں۔ڈاکٹر فاکس کے مطابق غذائی اشیا کی جو مقدار پوری دنیا میں ضائع کردی جاتی ہے وہ حیرت انگیز ہے جو کھانا ضائع کردیا جاتا ہے اسے دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی یا پھر بھوک سے مر رہے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتا

ہے۔اس رپورٹ میں کہا گیا کہ جو کھانا کبھی کھایا ہی نہیں گیا اس کو پیدا کرنے کے لئے پانچ سو پچاس بلین کیوبک میٹر پانی کا استعمال ہوا تھا۔ادارے کا کہنا ہے کہ دو ہزار پچاس تک غذائی اشیا کی پیداوار کے لیے عالمی سطح پر پانی کی طلب دس سے تیرہ ٹریلین کیوبک میٹر تک پہنچ سکتی ہے۔اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق جس طرح سے پوری دنیا کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس کے تحت 2075 تک اضافی تین بلین افراد کا پیٹ بھرنے کی ضرورت ہو گی۔ ایسا کرنے کے لیے حکومتیں، ترقیاتی ادارے اور اقوام متحدہ جیسی تنظیموں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام کو غذائی اشیا ضائع کرنے کے لئے تاکید کریں، عرب ممالک میں بھی کچھ ایسی ہی صورت حال ہے،ہمارے اپنے ملک پاکستان میں اکثر تقریبات میں کھانا ضائع ہوتا دیکھتے ہیں، غربت میں اضافے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے،روز کھانا ضائع ہونے سے غذائی قلت بھی پیدا ہوتی جارہی،یہ صورت حال روکنے کے لئے ہمیں اجتماعی کوشش کرنے کی ضرورت ہے،جب تک ہم رزق کی بے توقیری کو نہیں روکیں گے تنگ دست ہی رہیں گے۔

میرے عزیزو! اپنائیت کی آواز خاموش ہو گئی

6 جنوری رات 2 بجے اچانک فون کی گھنٹی بجی، ایک افسوسناک اور غم ناک خبر نے مجھے سکتے میں ڈال دیا۔ خبر دینے والا میرا دوست قاضی حسین احمد صاحب کی دنیا سے رخصتی کی خبر دے رہا تھا۔ میری زبان سے اِنا للہ واِنا اِلیہ راجِعون نکل رہا تھا اور آنکھوں کے بند ٹوٹ چکے تھے، ساری رات اضطراب اور قاضی صاحب کی یادوں میں گزری، مجھے افسوس ہے کہ میں مرد مجاہد، اتحادامت کے داعی کے نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا۔

ہم بچپن سے ایک ہی نعرہ سنتے آ رہے تھے کہ "ظالمو! قاصی آ رہا ہے" جب بھی جماعت اسلامی کا ذکر ہوتا تو کہنے والے کی زبان پر خود بخود قاضی صاحب کا نام آ جاتا، قاضی صاحب جماعت اسلامی کی پہچان تھے،ان کی صاف گوئی اور بلند عزم نے مجھے بھی متاثر کیا،جہاد سے محبت نے نرم گرم بستر سے معسکر میں پہنچا دیا، واپس لوٹا تو اسلامی جمعیت طلبہ کا حصہ بن گیا۔ میری قاضی صاحب سے واقفیت تب ہوئی جب جہاد کشمیر عروج پر تھا، ہم چونکہ دیہاتی علاقے میں رہنے والے تھے تو وہاں خبر کا ذریعہ صرف اخبار ہی تھا وہ بھی کبھی پہنچتا اور کبھی نہ پہنچتا، جب آپ سے منسوب کوئی خبر پڑھتا تو دل باغ باغ ہو جاتا، میری قاضی صاحب سے دو ملاقاتیں ہیں وہی میری زندگی کا اثاثہ ہیں، پہلی

مرتبہ 2003ء پنجاب یونیورسٹی کے اجتماع عام میں ملا، دوسری تفصیلی ملاقات ایک تقریب میں ہوئی، تقریب شروع ہونے میں ابھی دیر تھی اور قاضی صاحب وقت پر پہنچ چکے تھے، میں نے موقع پاتے ہی اُن سے ملاقات کر ڈالی، اُن کو اپنا تعارف کروایا اُن سے انٹرویو کے لیے ٹائم مانگا تو انہوں نے ساتھ بٹھا لیا، پہلے نوجوانوں کی بیداری اور اُن کے کردار کے بارے میں بات کرتے رہے اور اُس کے بعد پاکستان میں امریکی مداخلت پر سیر حاصل گفتگو کی، قاضی صاحب پاکستان میں امریکی مداخلت کے سخت مخالف تھے، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حامی نہیں تھے، میں نے اپنا کالم دکھایا تو انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے پڑھ ڈالا اور اس پر مجھے خوب داد بھی دی، مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے عظیم شخص کے ساتھ بیٹھا ہوں، اُن کی خوبصورت آواز آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے۔ جب بھی کبھی قاضی صاحب کسی جلسہ سے خطاب کرتے تو شرکاء کو میرے عزیزو! کہہ کر پکارتے، مجھے یاد ہے کہ انہوں نے مینار پاکستان گراؤنڈ میں ہونے والے اجتماع عام کے اختتامی خطاب میں کہا تھا کہ شاید زندگی رہے نہ رہے انشاء اللہ جنت میں ملاقات ہو گی، وہ واقعی جنت کے مسافر تھے، قاضی صاحب کی وفات سے جہاں کروڑوں تحریکی کارکنوں کے سر پر آپ کا سایہ نہیں رہا، وہاں میں بھی ایک شفیق قائد سے محروم ہو گیا ہوں۔ دنیا ایک تماشہ گاہ ہے، یہاں سب اپنی اپنی بولی بولتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں اور کبھی لوٹ کر نہیں آتے، میں نے بھی یہی سمجھ کر یہ صدمہ برداشت کر لیا کوئی مرنے کے بعد زندہ رہتا.

چاہے تو وہ زندگی میں مرنے کی تیاری کرتا رہے، ایسی موت کا طلبگار رہے جس پر لاکھوں زندگیاں نثار ہوں۔ قاضی صاحب کے انتقال سے اپنائیت کی آواز خاموش ہو گئی جو پھر کبھی سننے میں نصیب ہو۔

یہ راگ سب جھوٹے ہیں۔۔۔؟

چھ تا سولہ جنوری کے دس روز میں کشمیر کی لائن آف کنٹرول پر بھارت کے لانس نائک ہیمراج اور لانس نائیک سدھاکر سنگھ اور پاکستان کے لانس نائیک اسلم، حوالدار محی الدین اور لانس نائیک اشرف مارے گئے۔ یہ پانچوں تو اپنے اپنے وطن کے کام آ گئے مگر ان کی قربانی چالاک کارپوریٹ پولٹیکل سیکٹر کے کام آئی، دہلی اجتماعی ریپ کیس کے بعد فارغ بیٹھے بھارتی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو ریٹنگ کا ایک نیا پہاڑ میسر آ گیا۔ ٹی وی سکرین اور اخباری صفحے سے نکلنے والی تپش کی گرماہٹ نے بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کی ہمنوا ذیلی تنظیموں کے لیے ایک اور نیا کام پیدا کر دیا اور اس کے توڑ کے لئے منموہن حکومت نے بھی "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی،، کا فلسفہ اپنا لیا۔ پاکستانی نشریاتی فضاء تو اسلام آباد کے قادری انقلاب کی مرغن نشریاتی غذا سے بھری پڑی تھی للہٰذا اس نے لائن آف کنٹرول کی جھڑپوں کو سائڈ ڈش کے طور پر برتا۔ حتیٰ کہ حافظ محمد سعید سے منسوب اس بیان کو بھی بھارتی میڈیا میں ہی جگہ مل سکی کہ جو بھی کسی بھارتی فوجی کا سر کاٹ کر سرحد پار لائے گا پانچ لاکھ روپے انعام پائے گا، بھارتیہ جنتا پارٹی کی رہنما سشما سوراج کی یہ جوابی غزل بھی پاکستانی میڈیا کے لیے چٹخارہ نہ پیدا کر سکی کہ اگر لانس نائیک ہمراج کا سر سرحد پار سے واپس نہیں

آتا تو حکومت کو چاہیے کہ وہ دس پاکستانیوں کے سر کاٹ کر لائے، انڈین ہاکی لیگ میں شرکت کے متمنی نو پاکستانی کھلاڑیوں سے منتظمین نے معذرت کر کے ان کی واپسی کی سیٹیں کروادیں کیونکہ شیو سینا سمیت کئی تنظیموں نے ان کے خلاف مظاہرے شروع کردیئے تھے، حقیقت یہ ہے کہ بھارت سے پاکستان کے ہاتھوں شکست پہ شکست برداشت نہیں ہو رہی، بھارتی لوگ،میڈیا پاکستان کو دہشتگرد قرار دیتے نہیں تھکتا، مظلوموں کی آزادی کے لئے لڑنے والی لشکر طیبہ کو دہشگرد قرار دینے والے شیو سینا کی کارروائیوں کو بھول جاتے ہیں،تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ بھارتی فوج نے سرحدی حدود کی خلاف ورزی کی، حالیہ جارحیت پر جب پاکستانی فوج نے منہ توڑ جواب دیا تو شور برپا کردیا، بھارتی شور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے کے مترادف ہے، یہ حقیقت ہے کہ بھارت پاکستان کا دشمن ہے اور دشمن ہی رہے گا، گولے پھینکنے والوں کو پھول پیش نہیں کیے جاتے، یہ امن کی آشا، یہ نرم ویزا پالیسی اور یہ آزاد تجارت کے راگ سب جھوٹے اور بے معنی ہیں۔

نکاح میں عورت کے حقوق

آج کل ہمارے مشرقی معاشرے میں اس بات کو ٹھیک نہیں سمجھا جاتا کہ کوئی لڑکا اپنی شادی کیلیے اپنی پسند کا اظہار کرے، اس طرح کا معاملہ لڑکیوں کے ساتھ بھی ہے، بلکہ لڑکیوں پر تو زیادہ پابندیاں عائد ہیں، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، اگر لڑکا لڑکی دونوں بالغ ہوں تو اسلام نے اس بات کا اختیار دے رکھا ہے کہ اس معاملے میں دونوں اپنی پسند کا اظہار کریں، نکاح کے معاملے میں نہ تو لڑکے کو مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی لڑکی کو۔

ہاں ! ! مگر یہ بات لڑکی کیلیے ضروری ہے کہ اگر وہ اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتی ہے تو اپنے والدین یا اپنے سرپرست کو بتائے۔ اپنی پسند کا ڈائریکٹ لڑکے سے اظہار کرنا یا اس کے ساتھ تعلقات رکھنا غلط اور غیر شرعی ہے، اگر لڑکی کسی غیر مزہب لڑکے سے محض اپنی مرضی سے شادی کرنا تو اس کے ولی کو اس پر اعتراض اور روکنے کا پورا پورا حق ہے۔

بخاری شریف میں درج نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کا مفہوم ہے کہ،، شوہر دیدہ عورت کی شادی اس کے صریح حکم اور واضح رضامنی کے بغیر نہ

کیجائے اور نہ ہی کنواری لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر کیا جائے،،
صحیح مسلم میں بھی اس طرح کی روایت موجود ہے یہاں کنواری لڑکی کے خاموش رہنے کو ادنٰی درجہ قرار دیا گیا ہے۔ .

ازدواجی زندگی میں میں ایک عورت، مرد کی ساتھی ہے جو شوہر کی زندگی اور فیصلہ سازی میں حصہ لیتی ہے،اس کا اور خاوند کا دکھ درد سانجھا ہوتا ہے،. خوشی اور غمی کے برابر کے شریک ہیں۔.

جس کا شوہر نہیں وہ عورت مسکین ہے :

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے فرمایا کہ وہ شخص مسکین ہے جس کی بیوی نہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اگر بہت مالدار ہو؟ آپؐ نے فرمایا وہ عورت مسکین ہے جس کا شوہر نہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسولؐ وہ بہت مالدار ہو تب بھی؟ آپؐ نے فرمایا تب بھی وہ مسکین ہے (کتاب النکاح)

اس حدیث میں مرد اور عورت دونوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے اور نکاح کے بغیر رہنے کی مذمت کی گئی ہے۔

تین چیزوں کے کرنے میں جلدی کرنیکا حکم :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین کام کرنے میں ہمیشہ جلدی کرو
۔ نماز جب اس کا وقت ہو جائے۔ (2)۔ جنازہ جب حاضر ہو۔ (3)۔ اور عورت بے (1)
(شوہر جب اس کیلئے کفو پائے۔ (ترمذی شریف

:بے نکاح لڑکی کے گناہ والد کے سر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل تورات شریف میں فرماتے ہیں جس کی بیٹی 12.برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کردے اور یہ دختر (گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا سارا گناہ اس شخص پر ہے (بہیقی فتاوی، رضویہ، 5/387
اس سے لڑکیوں کی شادی میں جلدی کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے کہ مبادا لڑکی کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کا سبب نکاح میں تاخیر ہوگا۔ 12 .برس کی قید تعجیل کے لئے ہے۔ یعنی جب لڑکی بالغ ہو جائے چاہے 12.برس سے کم ہی ہو یا اس سے زیادہ اور کفو (.برابر کا شوہر) مل جائے تو جلد نکاح کر دیا جائے۔

:شوہر کے حقوق سن کر نکاح سے انکار

حدیث ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہ عالم پناہ حضور سید العلمین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اطیعی اباک اپنے باپ کا حکم مان، اس لڑکی نے عرض کی قسم اس کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کروں گی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر کیا ہے۔

فرمایا: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اگر اس کے کوئی پھوڑا ہو، عورت اسے چاٹ کر صاف کرے یا اس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے عورت اسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی۔ اس لڑکی نے عرض کی قسم اس کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی شادی نہ کروں گی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ جلد 5 391 صفحہ)

خواتین املاک اور اپنے شوہر، باپ یا خاندان کے اندر اندر یا باہر دوسرے مردوں لوک ..برا سلوک کے خلاف نہیں کی حفاظت کا کوئی حق نہیں تھا

کی طرف سے قیادت mores اگر یہ وضاحت بھی آج کچھ مردوں اور ہمارے سماجی میں زندگی سے ملتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کا ایک حصہ تاریکی کی عمر میں

رہنے کے لئے. اسلام نے ان کی زندگی کو چھو نہیں ہے. قرآن مجید میں بہت سی ایات کے طور پر کے طور پر حضور نبی (ص) اور ان کی ذاتی زندگی اور طرز عمل ہے جو عورتوں کی حیثیت اٹھایا اور ان سے بہت سے اب تک کی تردید کی حقوق دیئے میں واقعات کی باتیں ہیں.

سب سے پہلے جس چیز سے اسلام نے جنسوں کے درمیان ایک حقیقی مساوات کا اعلان تھا، اور کوئی قوم یا.برادری کو اللہ تعالی کے حکم کے باہمی تعلقات میں تبدیلی کا حق ہے. اصل میں، یہ صرف حق کی بات بلکہ مہذب رویے کی نہیں ہے. مرد احترام اور غور کے ساتھ کے ساتھ ساتھ خواتین کو انصاف دونوں اقتصادی اور سماجی تعلقات میں ایک احساس کے ساتھ علاج یکھنا چاہیے.

کیونکہ خواتین کی پوری تاریخ میں 'کمزور' جنسی تعلقات رہے ہیں، مردوں کی گئی ہے خاص طور پر دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے حقوق دیئے ہیں اور کافی علاج کیا حکم ہے. اپنے آخری خطبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، "مردوں کے [خدا کے ممکن طریقے میں نمٹتا gentlest سامنے سب سے بہترین ان کے خاندان کے ساتھ جو ہے،" اور کہ "وہ مومن جو شائستہ ہے سب سے بہتر ہے اور ان کے آشرتوں آہستہ سے علاج کرتا ہے"۔

قرآن خود کو محدود نہیں کیا خواتین کے ساتھ نرم رویے کی سفارش بھی لیکن وراثت میں عورتوں کا حصہ بچھانے کے علاوہ وراثت، شادی، طلاق، وغیرہ کے معاملات میں مخصوص ہدایات دی قرآن کا کہنا ہے کہ، "مرد جو وہ ان کا حصہ ہے حاصل کی اور عورتوں میں سے جو انہوں نے کمایا ہے ان کا حصہ "(4:82). اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں میں سے جو انہوں نے کمایا ہے زائد کا حق بلکہ صرف اسے خرچ کرنے کی آزادی نہیں ہے.

مزید حکم واضح ہے کہ خواتین کو ان کی اپنی کوششوں ہے، جو جاگیردارانہ اور قدامت پسند ذہنیت ہے جو بعد میں ترقی کی تردید ہے کی طرف سے ان کی زندگی حاصل کرنے کا حق ہے. کئی قرآنی آیات جس میں خاص طور پر تمام لوگوں، مردوں، اور عورتوں کے پسینے کی طرف سے ان کے کمانے ہیں. اس طرح کے کام brow حکم، کام اور ان کی کے لئے لفظ 'فضل'، جس میں 'بھگوان کی کرپا' کا مطلب ہے کہ ہے.

تمام irrevocably اسلامی قانون کے تحت شادی نہیں ہے کہ مردوں اور عورتوں یا کہ خواتین کو انسان کے لئے صرف yoked حالات کے تحت ضروری ہے مل کر منظوری کے کسی چیز کو بنایا جانا چاہیے. اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ دو افراد کو ایک اچھی اور مہذب تعلقات کے لئے ایک ساتھ لانے کے ہے. محبت، ہم آہنگی کے جذبے کو اور دونوں کی طرف سے ذمہ داریوں کے مناسب مادہ کے لئے یہ کالز.

.جب اس اعلی مقصد کھو دیا ہے، تو علیحدگی کے لئے دروازہ کھول سکتے ہیں

جب طلاق ناگزیر ہے قرآن صرف عورت جو طلاق کی جا رہی ہے انسان پر بہت زور دیتا ہے. ان کی مانگ غصے یا باوجود میں نہیں ہونا چاہئے. یہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کو ان کی شادی کے کو کامیاب بنانے میں ناکام رہے ہیں کی ایک سے گریزاں تسلیم ہونا چاہئے. قرآن کہتا ہے: "مطلقہ عورتوں کی بحالی کی ایک معقول بنیاد پر فراہم کی جانی چاہئے. یہ نیک مرد" (2:241) کی ذمہ داری ہے. اگر اسلامی قانون پر عمل ہے مکمل طور پر بیوی کو برقرار رکھنے کے لئے اس کے مالی فوائد طلاق نکاح میں کرنے پر اتفاق کا حق ہونا چاہئے.

عقد نکاح کے سب سے زیادہ اہم معاہدوں ہے کہ ایک دلہن اور دولہا پر اس بات پر میں سے ایک ہے. solemnise راضی ہیں شریعت کے مطابق میں ان کے یونین nikahnama لیکن ہم احترام کا وہ حقدار کے ساتھ اس معاہدے کا علاج؟ پاکستان میں بعض اوقات شادی جوڑے کے علم کے بغیر مولوی اور رجسٹرار کی طرف سے نظر ثانی شدہ، اور اکثر دولہے کے خاندان کی ملی بھگت کے ساتھ. دلہن کے والدین کو جھوٹے وعدوں دیئے ہیں اور کبھی کبھی جذباتی بلیکمیل بھی نشانہ بنایا.

پر نظر ثانی کر رہے ہیں اور جان بوجھ کر nikahnamas اس بڑے پیمانے پر کہ

متنازعہ حصے کو لڑکے کے خاندان کو مطمئن کرنے کے ہٹا دیا ہے. اکثر حصے جو لڑکی کے حقوق اور مراعات کی حفاظت ترسکار کے ساتھ باہر سے تجاوز کر رہے ہیں. یہاں تک کہ ایک اعلی تعلیم یافتہ دلہن اندھیرے میں رکھا ہے اور الدین کے درمیان اور الجھن میں شامل ہے اور بمشکل ہی اس کے ہاتھ ghungat میں دستاویز پر دستخط ہے جبکہ وہ میں اس اہم دستاویز پر دستخط کرنے ننگا کرنے کے قابل مجبور ہے. سے پہلے یا اس کے بعد پر دستخط پڑھنے سے شاذ و نادر ہی سوال اٹھتا ہے.

کے اس طرح کے استعمال کی اطلاع پاکستان میں بہت سے جوڑوں کا nikahnama سامنا ہے کے بعد وہ شادی میں درج کیا ہے. اکثر انسان سے عورت کے لئے زیادہ سے زیادہ نتائج ہیں. یہ ایک سنگین مذہبی اور قانونی دستاویز ہے جو کہ متعلقہ خاندان کی طرف سے کم سے کم اہمیت دی جاتی ہے. مسئلہ فوری طور پر شریعت کے حکم کو پورا کرنے کے لئے توجہ کا مستحق ہے.

کے غلط استعمال کو جان بوجھ کر کیا جاتا ہے، اسے ایک nikahnama سنبھالنے کہ ایک solemnising مجرمانہ کرتی ہے جس کے لئے دونوں اطراف اور نکاح سرپرستوں کو جوابدہ متعلقہ قوانین کے تحت منعقد کیا جانا چاہئے. ایک سنگین نکاح کے معنی میں، حقوق اور مراعات جو اس کے ساتھ کے بارے میں معاشرے کو تعلیم کرنے

کے لئے، اور قانونی میکانزم ہے کہ شادی کی قانون کی خلاف ورزیوں کی سزا کی ضرورت ہے۔

مقبرہ: ملا محمد صالح کمبوہ

تحریر: محسن نسیم

فارسی ادب کی انتہائی اہم کتاب عمل صالح جو کہ عہد شاہجہانی اور مغل خاندان اور ہندوستان کی کئی اہم معلومات سموئے ہوئے ہے اس کتاب کے خالق اور مصنف ملا محمد صالح کمبوہ لاہور کی ایک معروف سڑک ایمپریس روڈ پر موجود ایک مقبرے میں مدفون ہیں، اس مقبرے کی تاریخ پر تحریر کرنے سے قبل ہم ایک نظر ان کی زندگی پر ڈالتے ہیں۔ ملا محمد صالح کمبوہ بادشاہ شاہجہان کے عہد کی انتہائی عالم فاضل شخصیات میں شمار کیے جاتے ہیں، آج عہد جدید میں بھی ان کی تحریر کردہ کتب فارسی ادب ہی اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ ملا محمد صالح نے عمل صالح تحریر کی جو کہ اردو ادب میں شاہ جہان نامہ سے معروف ہے۔ فارسی ادب کے علاوہ اس کتاب کا ہندوستان کی تاریخ میں بھی اہم مقام ہے۔ اس کتاب کے فارسی سے کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ کتاب میں مغل دربار شاہجہان کے بچپن سے لیکر ان کی وفات تک کے واقعات قلمبند ہیں۔ محمد صالح کمبوہ اپنے علم اور لیاقت کے باعث لاہور کے دیوان کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ انہوں نے موچی دروازے کے اندر ایک بے مثال مسجد تعمیر کروائی جو کہ لاہور میں کاشی

کاری کے حوالے سے وزیر خان مسجد کے بعد دوسری بڑی مسجد مانی جاتی تھی اس مسجد کی عمارت کا کچھ حصہ آج بھی موچی دروزرے کے اندر دیکھا جا سکتا ہے، مسجد کے دروازے پر تعمیر کے کئی سال بعد بھی یہ شعر کئی سالوں تک دکھائی دیتا رہا۔

بانی ای مسجد زیبا نگار

بندہ آل محمد صالح است

ملا صالح ایک بہترین خطاط بھی تھے۔ انہوں نے اپنے عہد کی کچھ عمارتوں پر خطاطی بھی کی، وفات کے بعد ان کو بھی اسے مقبرے میں دفن کیا گیا جو انہوں نے شیخ عنایت اللہ کیلئے تعمیر کروایا تھا، اس مقبرے میں آپ کے کچھ رشتہ داروں کی قبور بھی ہیں، آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں مورخین مختلف آراء رکھتے ہیں، نور احمد چشتی نے 1075 ھ کنیا لال ہندی نے 1080 ھ، سید محمد لطیف نے 1085 ھ اور نقوش لاہور میں ھ کے بعد کا عہد لکھا ہے۔1120

اب ہم مقبرے کا حال بتاتے ہیں یہ عمارت تقسیم سے پہلے گنبد کمبوہاں کے نام سے جانی جاتی تھی بعض مورخین نے آپ کے مقبرے کو حضرت علی رنگریزؒ کی خانقاہ کے ساتھ تحریر کیا ہے، دور حاضر میں یہ دونوں عمارتیں ایمپریس روڈ پر واقع میں شاہ جہان نامہ کا اردو ترجمہ میں ممتاز لیاقت نے لکھا ہے کہ ملا محمد صالح اپنی وفات نے کے بعد اپنے آبائی مقبرہ شیخ عنایت اللہ کے پہلو میں دفن

ہوئے، یہ مقبرہ ایمپریس روڈ ریلوے روڈ کے دفاتر کے ساتھ متصل ہے اور گنبد کمبوہاں کہلاتا ہے۔ سنگ سرخ کی عمارت ہشت پہلو ہے سکھ دور میں مقبرے کو شدید نقصان پہنچا، قبریں مسمار کر کے سرخ سنگ مرمر اتار لیا گیا اور بارود خانے میں بدل دیا گیا، انگریز عہد میں یہ کوٹھی میں بدل دیا گیا اور سیمور صاحب کی کوٹھی کہلاتا رہا جس کے گنبد باورچی خانہ اور بگھی خانے کے طور پر استعمال ہوتے رہے پھر دو اور کمرے بنا کر گرجے کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا اور سینٹ اینڈریو پارش چرچ کہلاتا رہا۔ تاریخ کی دیگر کتب کیساتھ ساتھ پاکستان ریلوے کی جانب شائع کیے گئے کیلنڈر میں بھی اس مقبرے کی تصویر دی گئی تو اس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس کو ریلوے ہیڈ کوارٹر کیساتھ ہی بنایا گیا ہے۔

ان تمام حوالوں کو پیش کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ عہد حاضر میں اس مقبرے کی عمارت میں ایک سکول چلایا جا رہا ہے اور اس کا انتظام عیسائی برادری کے پاس ہے، اس مقبرے تک رسائی کیلئے ریلوے سٹیشن سے حاجی کیمپ کی طرف جائیں تو بائیں طرف چرچ کی عمارت ہے اس تمام احاطے میں تین اونچی شان والے گنبد دکھائی دیتے ہیں، مغل عہد کی اس عمارت کی مشابہت انارکلی کے مقبرے سے ملتی ہے عام بندے کی اس مقبرے تک رسائی نہیں کیونکہ سکول انتظامیہ نے حال بند کر رکھا ہے جبکہ سکول و چرچ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے عدالت

سے یہ فیصلہ لے رکھا ہے کہ ملا محمد صالح کا مقبرہ دلی میں ہے اس مقبرے کا ان سے کوئی تعلق نہیں اگر اس کی بات مان بھی لی جائے تو تب بھی یہ عمارت انگریز کی تعمیر کی گئی عمارتوں میں سے نہیں ہے، سکول انتظامیہ نے مقبرے کے گنبد کے نیچے آفس اور جماعتوں کے کمرے بنائے ہوئے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت اس بات سے ناواقف ہے کہ ہندوستان کی دو عظیم شخصیات کا جائے مدفن اسی عظیم گنبد میں ہے، لوگ چرچ سمجھ کر گزر جاتے ہیں، تقسیم کے بعد بھی کسی حکومت نے یہ کوشش نہیں کی کہ اس تاریخی مقبرے اور ورثے کو عام لوگوں کی رسائی میں لایا جاسکے اور نہ ہی کبھی محکمہ آثار قدیمہ کی جانب سے کوئی کوشش منظر عام پر آئی کہ اس مقبرے کو دوبارہ پہلے والی حیثیت میں بحال کیا جائے اور اپنے ثقافتی ورثے کو گمنامی سے بچایا جائے۔

یونین کونسل درکھانہ

یونین کونسل درکھانہ تحصیل کبیر والا کی آخری حدود جو کہ ضلع خانیوال کو ضلع ٹوبہ ٹیک سنگ اور ضلع جھنگ سے ملاتی ہے. یونین کونسل درکھانہ کو تحصیل کبیر والا کی سیاست میں انتہائی اہمیت حاصل ہے. یہاں کے لوگ دو گروپ میں تقسیم ہیں اور یہ سلسلہ کئی دہائیوں سے چلتا آ رہا ہے. ہراج اور سید گروپ ایک دوسرے کے مد مقابل ہوتے ہیں درکھانہ کا ووٹ بنک دونو گروپ کی کامیابی اور ناکامی میں اہم کردار ادا کرتا ہے یونین کونسل درکھانہ میں ہر طبقہ فکر کے لوگ رہتے ہیں اسکی زمین بڑی زرخیز ہے اور ہر طرح کی فصل کاشت کی جاتی ہے زیادہ تر لوگوں کا دارومدار زراعت پر ہے-

یونین کونسل درکھانہ کے چکوک چکنمبر 13ڈی فارم چک نمبر4ڈی فارم اور 13 لاٹ کی اراضی محکمہ لائیو سٹاک کی زیر نگرانی ہے یہ اراضی پاکستان بننے سے پہلے یہ اراضی لالہ خوشی رام اور کالی داس کی ملکیت تھی قیام پاکستان کے بعد یہ دونوں یہ رقبہ چھوڑ کر بھارت چلے گئے.اس وقت اس اراضی کو محکمہ مال کے سپرد کر دیا گیا محکمہ مال نے یہ اراضی کاشت کار حضرات کو اس شرط پر دی کہ وہ فصل کاشت کریں فصل کے پانچ حصے کئے جائے گئے جس پر تین حصے کاشتکار کے

جبکہ دو حصے محکمہ مال کے ہوں گے مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر نہ چل سکا. یہ رقبہ محکمہ زراعت. محکمہ سیڈ کاپوریشن سے ہوتا ہوا محکمہ لائیوسٹاک کے پاس چلا گیا 1988 میں پہلی بار محکمہ لائیوسٹاک نے اس اراضی کو ٹھیکہ پر دیا شروع میں اس کا پٹہ اول 300 دوئم 150 اور سوئم 75 فی ایکڑ مقرر کیا گیا محکمہ نے اس اس وقت یہ

قانون لاگو کیا کہ جس کے پاس دو گائے اور ایک بھیڑ ہو گئ اس پٹے دار کو بارہ ایکڑ زمین میں چار ایکڑ چارہ لگانے کی اجازت ہوگی اور اس چار ایکڑ کا ٹھیکہ وصول نہی کیا جائے گا۔ ہر تین سال بعد ٹھیکہ بڑھا دیا جاتا رہا۔ان چکوک میں محکمہ لائیو سٹاک کے زیر نگرانی 2810 ایکڑ اراضی ہے جس میں 2570 ایکڑ اراضی پٹہ داروں کے پاس جبکہ ایکڑ سکولوں .قبرستانوں۔اور رہائش کے لئے دے رکھی ہے۔240

یونین کونسل درکھانہ میں فی ایکڑ زمیں کا ٹھیکہ 40ہزار تک پہنچ چکا ہے مگر محکمہ لائیو سٹاک ابھی تک اس چکوک میں فی ایکڑ زمین اول 2300 دائم 1500 سوئم 1000 تک وصول کیا جا رہا جس سے حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصاں پہنچ رہا ہے محکمہ لائیوسٹاک کے عملہ کی ملی بھگت سے جڑالہ پل پر 60 سے زیادہ دوکانیں تعمیر ہو چکی ہیں جو کہ سراسر غیر قانونی ہیں واضع رہے کہ اس جگہ پر فیلڈ اسسٹنٹ محکمہ لائیوسٹاک نے قبضہ کیا ہوا ہے اور انہوں نے

وہاں پر کنڈا اور زرعی ادویات کی دوکان بنا رکھی ہے جس کی سرپرستی خود محکمہ کر رہا ہے جڑالہ پل پر موجود جگہ ذوالفقار گڈ گور کے پاس پٹہ پر ہے مگر اس نے یہ جگہ پیسے لے کر مختلف لوگوں کو فروخت کر دی ہے جنھوں نے وہاں پر دوکانیں تعمیر کر رکھی ہیں یہ سب کام محکمہ لائیوسٹاک کے زیر نگرانی ہوا مگر نہ تو ذوالفقار کا پٹہ ختم کیا گیا اور نہ ہی ان دوکانوں کو گرایا گیا۔ محکمہ لائیو سٹاک کی کرپشن کا یہ عالم ہے کہ ان چکوک کے بشتر پٹہ دار زمین آگے فروخت کرکے جا چکے ہیں۔

بعض ایسے لوگوں کے پاس پٹہ ہے جن کے پاس دوسرے چکوک میں اپنے ملکیتی رقبہ موجود ہے جو کہ غیر قانونی طریقہ ہے جس کی تصدیق انچارج فارم ڈاکٹر رفیق نے بھی کی یہ سب کرپشن کا علم محکمہ لائیوسٹاک عملے کو ہے بلکے محکمہ کے لوگ وڈیروں اور جاگیرداروں کے چہیتے لوگوں کی سپوٹ کرتے ہیں جن غریب لوگوں کا حق بنتا ہے ان سے ناانصافی کی جا رہی ہے سکولوں ۔قبرستانوں یہاں تک کہ محکمہ کے لوگوں نے اپنے دفاتر پر بھی قبضہ کروا رکھا ہے۔ مگر ان لوگوں کے خلاف کاروائی کب اور کون کرے گا شاید اس کا جواب کسی کے پاس نہی ہے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ زمین آگے فروخت کرنے پر ذوالفقار گڈ گور۔ محکمہ لائیوسٹاک کے عملہ اور غیر قانونی قابضین کے خلاف فورا کاروائی عمل میں لائی جائے۔ لوگوں کا وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور محکمہ لائیوسٹاک کے اعلیٰ

حکام سے مطالبہ ہے کہ اس اراضی کی اوپن پٹہ کی نیلامی کروائی جائے تاکہ حکومت کو کروڑوں روپے کا فائدہ حاصل ہو اور کرپٹ اہلکاروں کے خلاف کاروائی کی جائے

پاکستان چین دوستی

پاکستان چین دوستی کو اس سال 63 سال مکمل ہو رہے ہیں، پاکستانی وزیراعظم میاں نواز شریف حال ہی میں گوادر گئے۔انہوں نے کہا ہے کہ گوادر فری پورٹ بننے اور پاکستان چین اقتصادی راہداری کے نتیجے میں گوادر دبئی، سنگاپور اور ہانگ کانگ کی طرح فری پورٹ بن سکتا ہے۔پاکستان چین اقتصادی راہداری کی بات گذشتہ کافی عرصے سے ہو رہی ہے مگر اس منصوبے کے حوالے سے موجود داخلی اور خارجی خدشات اور تحفظات اپنی جگہ ہیں اور ان سب کی موجودگی میں کیا گوادر کو سنگاپور بنانے کا خواب یا بلوچستان کی قسمت بدلنے کا خواب حقیقت بن سکے گا؟پاکستان چین اقتصادی راہداری (پی سی ای سی) چین کے شمال مغربی شہر کاشغر کو پاکستان کے جنوبی حصے سے ملاتی ہے، جس کے ذریعے چین کا رابطہ گلگت بلتستان سے ہو کر بلوچستان میں موجود گوادر کی گہرے پانی کی بندرگاہ کے ذریعے بحیرہ عرب تک ہو سکتا ہے،پی سی ای سی منصوبے کا مقصد مواصلات کے علاوہ سمندری اور زمینی تجارت میں اضافہ کرنا ہے، گوادر بندرگاہ کا انتظام ان دنوں ایک چینی سرکاری کمپنی کے پاس ہے اور یہ ایرانی سرحد کے قریب واقع ہے جو آبنائے ہرمز کی جانب جاتا ہے۔آبنائے ہرمز خود تیل کی سمندر کے ذریعے نقل و حمل کا اہم راستہ ہے، یہ کوریڈور چین کو مغربی اور

وسطی ایشیا سے اپنی توانائی کی ضروریات پوری کرنے کی سہولت دیتا ہے اور ساتھ ہی اس سے پاکستان کے مالی حالات میں بہتری کی توقع بھی کی جا رہی ہے، پاک چین اقتصادی کوریڈور کا مقصد پاکستان کی سڑکوں، ریلوے اور پائپ لائنوں کی تعمیر نو کرنا ہے تاکہ سمندر کے ذریعے سامان کی ترسیل ہو سکے، چین پاکستان میں اس وقت 120 منصوبوں پر کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے ملک میں 15 ہزار تک چینی انجینیئر اور تکنیکی ماہرین موجود ہیں، اسی کے حصے کے طور پر اقتصادی زون، صنعتی پارک، بنیادی ڈھانچے اور توانائی کے منصوبے بھی شامل ہیں، چین اور پاکستان کے درمیان تجارتی تعاون اس وقت 12 ارب ڈالر ہے جو چین کے دیگر ملکوں (جیسا کہ بھارت) کے ساتھ تجارتی تعلق کے مقابلے میں کم ہے۔ مزید یہ کہ پاکستان اور چین کے درمیان تجارتی توازن اس وقت چین کے حق میں ہے جو پاکستان کے ساتھ چین کی دور رس تعلقات کی سمت کی نشاندہی کرتا ہے۔ دس ہزار پاکستانی طلبہ چین میں زیرِ تعلیم ہیں اور اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد میں چینی پاکستانی یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم ہیں، جیسے کہ اسلامک یونیورسٹی اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، جہاں ایک کنفیوشس سینٹر بھی قائم ہے، پی سی ای سی منصوبے کا مقصد مواصلات کے علاوہ سمندری اور زمینی تجارت میں اضافہ کرنا ہے اور یہ پاکستان کو چینی علاقے کاشغر سے ملائے گا۔ پی سی آئی کا ایک اہم مقصد پاکستانی اور چینی لوگوں کے درمیان ثقافتی تبادلہ بڑھانا ہے۔ یہ اپنی قسم کا پہلا ادارہ ہے جس نے چینی زبان کو

پاکستانی تعلیمی اداروں کے نصاب میں متعارف کیا ہے۔ پی سی آئی کے مطابق ملک میں تین ہزار طالب علم چینی سیکھ رہے ہیں۔ دفاعی تعاون کے علاوہ اس معاہدے کے بعد گذشتہ ایک سال کے دوران توجہ اب ثقافتی اور اقتصادی تعاون پر ہے۔ رائے عامہ کے جائزوں کے مطابق ایک تہائی چینی پاکستان کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہیں جبکہ 23 فیصد بھارت کے بارے میں اور 42 فیصد امریکہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔ دوسری جانب 2013 میں تحقیقاتی تنظیم پیو کی جانب سے کیے جانے والے ایک سروے کے مطابق 81 فیصد پاکستانی چین کو پسند کرتے ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فرق کس بات کی وضاحت کرتا ہے، کیا اس کی وجہ پاکستان میں سلامتی کے حوالے سے غیر پائیدار صورت حال ہو سکتی ہے، جس سے ماضی میں چینی بھی متاثر ہو چکے ہیں؟ یاد رہے کہ چین کا پاکستان کی فوجی خود انحصاری میں نمایاں کردار رہا ہے اور 2008" سے 2013 کے درمیان آدھے سے زیادہ چینی ہتھیاروں کا وصول کنندہ پاکستان تھا، مئی 2014 میں جہاں نواز حکومت نے اپنا پہلا سال مکمل کیا ہے وہیں چین پاکستان تعلقات کو 63 سال پورے ہو رہے ہیں اور پی سی ای سی جیسے بڑے منصوبوں پر کام آگے بڑھ رہا ہے، اس حوالے سے سکیورٹی خدشات پر بھی بظاہر قابو پانے کی حکمتِ عملی نظر آتی ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خطے کے بدلتے حالات میں یہ حکمتِ عملی کس حد تک کارآمد ہو گی اور پاکستان جہاں اپنے داخلی سلامتی کے خطرات سے دوچار ہے کیا وہ ایک دوست ملک کے مفادات کی حفاظت کر پائے گا؟

عمرانی احتجاج

پاکستان کی دوسری بڑی اپوزیشن جماعت پاکستان تحریک انصاف نے مئی 2013 کے انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے خلاف دھرنوں کا اعلان کیا اور اسی سلسلے میں جماعت کے چیئرمین عمران خان نے کل اسلام آباد کے ڈی چوک میں چار نکاتی ایجنڈا بھی پیش کیا۔تاہم تجزیہ نگار سر کھجا رہے ہیں کہ جب پارلیمنٹ کا فورم موجود ہے، جب ایک صوبے میں حکمرانی ہے، تو دھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بات کل، عمران خان کے خطاب سے واضح ہونی چاہیے تھی جو نہیں ہوئی۔پی ٹی آئی کے مطالبات تو اچھے ہیں کہ الیکشن کمیشن کی از سر نو تشکیل ہو اور تمام جماعتیں ایک پارلیمانی کمیٹی کے ذریعے قوانین پر بحث کرے۔ لیکن دوسری طرف وہ دھرنے بھی دے رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی۔

گذشتہ سال کے انتخابات ایک قائم مقام حکومت کے تحت کروائے گئے۔آزاد اور منصفانہ موحول میں ہوئے اور اگرچہ الیکشن کمیشن کے کام میں خامیاں تھیں، لیکن ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں سب کچھ ٹھیک تھا اور پنجاب میں سب کچھ خراب تھا۔ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ گرمیوں کے ساتھ ساتھ پاکستان میں احتجاج کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ حکومت پر پس پردہ عناصر دباؤ

ڈال رہے ہیں خاص کر کہ اس کو اگر طالبان کے ساتھ امن مذاکرات، سابق صدر پرویز مشرف کے غداری کے مقدمے اور نجی ٹی وی چینل جیو کے اینکر حامد میر پر حملے کے تناظر میں دیکھا جائے۔لوگ سوال پوچھتے رہے کہ عمران خان صاحب اچانک سے کہاں سے آ گئے۔ یہ سارے عناصر چودھری شجاعت، طاہر القادری اور عمران خان دوبارہ منظرِ عام پر آئے ہیں۔اس کی کوئی تو وجہ ہوگی؟ بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ اس موسمِ احتجاج کا مقصد وسط مدتی انتخابات کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔نواز لیگ کہہ رہی ہے کہ جو لوگ احتجاج کر رہے ہیں وہ جمہوریت اور ترقی کے خلاف ہیں۔ لیکن وزیرِ اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے لاہور میں تحریر سکوائر بنایا تھا اور وہ لوڈ شیڈنگ کے خلاف مینارِ پاکستان کے نیچے پنکھے جھل رہے تھے، پاکستان تحریک انصاف اس وقت کیوں احتجاج کر رہی ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ ایک سخت اپوزیشن کا کردار ادا کرنا چاہتی ہے کیونکہ عمران خان نے کئی بار پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ نون پر نورا کشتی کا الزام لگایا ہے، بعض ماہرین کہتے ہیں کہ عمران خان خود مسلسل توجہ کا مرکز بننا چاہتے ہیں اور اس کی تیسری وجہ پارٹی کے نوجوان کارکن ہیں جنھیں متحرک رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی سرگرمی تو درکار ہے۔

بھارت کا نیا وزیراعظم!!!

17 ستمبر 1950 کو گجرات کے مہسانہ ضلع میں ایک غریب خاندان میں جنم لینے والا، جس کا باپ ٹرینوں میں چائے بیچنے والا، جس کی ماں جس لوگوں کے گھروں میں کام کرنے والی، کانگریسی شہزادے کو شکست دے کر بھارت کا وزیراعظم بن گیا ،نریندر مودی کی سیاسی زندگی جتنی سرخیوں میں رہی ہے، ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں لوگ اتنا ہی کم جانتے ہیں،نریندر دامودر داس مودی متنازع شخصیت کے مالک ہیں اور ان کے چاہنے والے اور انھیں ناپسند کرنے والے دونوں ہی اپنی محبت اور نفرت میں حد سے گزر جاتے ہیں، مودی کے مخالفین انھیں تفرقہ پیدا کرنے والی شخصیت گردانتے ہیں، جبکہ چاہنے والوں کے لیے ان کے کئی اوتار ہیں، کہیں وہ ہندو توا کے پوسٹر بوائے ہیں، تو کہیں تبدیلی اور اقتصادی ترقی کی علامت، یا پھر ایک ایسے مضبوط رہنما جو ملک کی تقدیر بدل دیں گے۔ان کے ایک بھائی نے ایک انٹرویو میں برطانوی ویب سائٹ کو بتایا تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی قوم کے نام وقف کر دی ہے۔جوانی میں ہی ہندو نظریاتی تنظیم آر ایس ایس میں شمولیت اختیار کی، 70 کی دہائی سے پرچارک یا تنظیم کے مبلغ کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا۔ مودی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شروع سے ہی بی جے پی کے لیڈر لال کرشن اڈوانی کی سرپرستی حاصل رہی ہے اور

انھی کی مدد سے وہ سنہ 2001 میں پہلی مرتبہ گجرات کے وزیر اعلیٰ بنے، مودی کے وزیر اعلیٰ بننے کے چند ہی مہینوں بعد فروری 2002 میں گجرات میں ہندو مسلم فسادات ہوئے جو آج تک ان کے گلے کی ہڈی بنے ہوئے ہیں۔ آمرانہ شخصیت کے مالک ہیں،اس کی جھلک مسٹر اڈوانی، سشما سوراج اور مرلی منوہر جوشی جیسے سینیئر رہنماؤں کو کنارے لگانے سے ثابت ہو گئی ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ مخالفت برداشت نہیں کرتے اور اسی لیے بہت سے سیاسی تجزیہ نگار سمجھتے ہیں کہ ایک سیکولر ملک میں سب کو ساتھ لے کر چلنا اور ملک کے جمہوری اداروں اور روایات کا احترام کرنا ہے ان کی سب سے بڑی آزمائش ہوگی۔ بھارتی پارلیمان کی 543 نشستوں کے ابتدائی نتائج کے مطابق بی جے پی نے 278 نشستوں پر کامیابی حاصل کر لی ہے۔بی جے پی کے وزیر اعظم کے عہدے کے امیدوار نریندر مودی نے گجرات کے شہر وڈودرا میں جیت کے بعد عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ''ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے جب خالص غیر کانگریسی حکومت آئی ہے، یہ انتخابات کئی طور پر اہمیت کا حامل ہے۔ ملک کے آزاد ہونے کے بعد زیادہ تر کانگریس کی حکومت رہی ہے اور اگر غیر کانگریسی حکومت آئی بھی ہے تو وہ کئی پارٹیوں کے اتحاد کی حکومت رہی ہے''۔ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار خالص طور پر غیر کانگریسی حکومت آئی ہے،وزیر اعظم بننے کے بعد مسٹر مودی کے سامنے دو بڑے چیلنج ہوں گے۔ بلند و بانگ وعدوں کو کیسے پورا کیا جائے اور مذہبی تفریق کو کیسے ختم کیا جائے۔ اور سوال یہ بھی ہے کہ کیا وہ

اسے ختم کرنے کی کوشش کریں گے؟دوسری جانب یہ دیکھنا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں سے کیا سلوک کرتے ہیں،پاکستانی وزیراعظم میاں نواز شریف نے انہیں مبارک باد دیتے ہوئے پاکستان آنے کی دعوت دی ہے،اب دیکھنا یہ ہے کہ مودی سرکار اس کا جواب مثبت دیتی ہے یا منفی۔۔میاں نواز شریف اپنے سابقہ دور حکومت میں بھارتی قیادت کو بلا چکے ہیں۔اسی وجہ سے مذہبی حلقے میاں صاحب کو بھارت نواز گردانتے ہیں۔بھارت میں جہاں بی جے پی کا مسلمانوں کیلیے مزاج انتہا پسندانہ ہے توپاکستانیوں کیلئیے کیسے نرم ہوسکتا ہے؟ماہرین کا خیال ہے کہ اگر نریندر مودی کو حکومت چلانی ہے تومزاج بدلنا ہوگا،نہیں تو بھارت میں ایک اور پاکستان بن جائے گا۔

کل نہیں آج بدلو

تم شیعہ ہو، میں سنی، تم کافر میں مسلمان، تم دیو بندی، میں بریلوی، تم گستاخ، میں عاشق رسولؐ، تم غیر مقلد، میں آئمہ کرام ،اولیاء کا پیروکار، تم غریب جھونپڑی میں رہنے والے، ہم امیر بنگلوں میں رہنے والے، تم معمولی کسان، مین زمیندار، تم مزدور، میں صنعتکار، سرمایہ دار، اربوں کھربوں کا مالک، تمھارے پاس کیا ہے؟ کچھ بھی تو نہیں۔ تم جاہل گنوار، ان پڑھ، میں ایک تعلیم یافتہ، عالم اور مفتی.....یہ بحث ہم کو چائے کے ''ڈھابوں'' سے لیکر حکومتی ایوانوں تک، غریب کی جھونپڑی سے لیکر امیر کے عالیشان محلوں تک ملتی ہے۔ ہم ایک قوم نہیں رہے، معاشی طور پر طبقوں، مذہبی طرپر فرقوں اور تعلیمی طور پر پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ سیاسیات کی زبان میں اسے سرمایہ داران نظام کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں الگ الگ نظام تعلے رائج ہیں، مدرسوں کا الگ نظام، الگ نصاب، گورنمنٹ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا الگ الگ سسٹم ہے، اے لیول اور او لیول کے الگ دستور ہیں، ہمارے ملک میں تقریباً 26 نظام تعلیم رائج ہیں، یعنی ہم 6 لاکھ 96 ہزار 96 مربع کلومیٹر کے خطہ پر 26 قوتیں تیار کر رہے ہیں، ہمیں پنجابی، سندھی، بلوچی، پٹھان، کشمیری، پوٹھوہاری ہزاروی، سرائیکستانی تو نظر آتے ہیں۔ نہیں ملتا تو ایک پاکستانی نہیں

ملتا، نہیں ملتا تو ایک مسلمان نہیں ملتا۔ ہم سیاسی طور پر کبھی جمہوری نظام اپناتے ہیں تو کبھی فوجی چھتری تلے پناہ ڈھونڈتے ہیں، کبھی اسلامی سوشلزم کا سہارا لیتے ہیں تو کبھی خود ساختہ شریعت کا۔ کبھی بندوق کے ذریعے اپنا حکم چلاتے ہیں تو کبھی کوئی اور راستہ اختیار کرتے ہیں، ہماری ''بہادری'' کا یہ حال ہے کہ ایک فون کال پر سب کچھ اپنے دشمن کے حوالے کر دیتے ہیں، گوروں نے ایسے ہی نہیں کہا کہ پاکستانیوں کو چند ڈالر دے دیئے جائیں تو یہ اپنی ماؤں تک کو بیچ ڈالیں گے۔

استاد ہیں تو علم کی بجائے اپنا ''نظریہ'' بچوں کے ذہنوں میں ٹھونستے نظر آتے ہیں، صحافی ہیں تو قلم اور زبان کو سگریٹ کی ڈبی، چائے کی پیالی، شراب کی بوتل اور حسینہ کی زلفوں پر وار دیتے ہیں، سیاستدان ہیں تو اپنے لیڈرز کے لئے سب کچھ ''بک'' دیتے ہیں۔ تاجر ہیں تو مال کو بیچنے کے لئے ''مقدس کتابیں'' سر پر اٹھا لیتے ہیں، حالانکہ مال ایک حصہ خالص ہوتا ہے تو تین حصے ملاوٹ شدہ، قانون میں طاقور پاک باز، کمزور مجرم اور گناہ گار، یہاں انصاف ملتا نہیں......بکتا ہے۔

مذہب ان لوگوں کے حوالے ہے جو سطحی باتوں میں ماہر ہیں، چرب زبان یا الحان، مذہب کی روح پیش نظر نہیں ہے، الفاظ کی رنگینی ہے جو معتبر ہے، لباس کی طرح۔

چند ٹکوں کے لئے کسی کو بھی کافر، گستاخ ٹھہرایا جا سکتا ہے، ہمارے ہاں فتوؤں کی فیکٹریاں موجود ہیں، کاروبار بچانے کے لئے ہم ایمان بیچ میں لے آتے ہیں۔ مفادات کی تیز آندھی میں ہر شے اڑتی جا رہی ہے، ہمارا سماج بھی کسی نہ کسی ''بوکو حرام'' کی گرفت میں ہے، سیدنا مسیح نے ایک گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: مچھر چھانتے اور اونٹ نگلتے ہیں، اس پیغمبرانہ صدا کی بازگشت آج بھی سنائی دے رہی ہے۔ لکھتے ہوئے کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے کہ ہم نے ہوس پوری کرنے کے لئے 4 سال تک کی بچیوں اور بچوں کو نہ چھوڑا، جائیداد کے لئے ماں، باپ کے گلے کاٹ دیئے وہ ماں باپ جنہوں نے اپنی جوانیاں قربان کر دیں اور ہمیں آنچ تک نہ آنے دی، وہ ماں باپ جو خود کانٹوں پر سو گئے اور ہمیں پھولوں کی سیج فراہم کرتے رہے، جب ان کی باری آئی تو منہ پھیر لئے، چند روپوں کے لئے ان کی جان لے لی۔ آج ہمارے ''کرتوتوں'' پر اقبال شرمندہ ہے، قائدؒ غمزدہ ہے۔ تحریک پاکستان کا ہر کارکن، ہر شہید، نالاں ہے، دنیا بلندیوں کو چھو رہی ہے تو ہم بستیوں کو۔ اگر ایمان کا ایک قطرہ بھی باقی ہے تو سوچ کو بدلنا ہوگا، سماج کو، ریت رواج کو بدلنا ہوگا، قوم کا کل ہمارے ہاتھ میں ہے۔ نئی نسل ہماری تقلید کرے گی، کل کو کل پر نہیں چھوڑنا، کل کے لئے آج کو بدلنا ہوگا۔ وگرنا

داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں!!!

دوسروں کی پگڑیاں اچھالنے والے زیر عتاب

جیو ٹی وی کی ایک سابقہ اینکر نادیہ خان کا مارننگ شو انتہائی مقبولیت اختیار کر گیا۔ وہ اپنی مقبولیت کے نشے میں مبتلا ہو کر ہر ایک کو رگیدنے لگ گئی اور اسی خمار میں دبئی میں اپنے پروگرام کی گیسٹ کے انڈین شوہر کو دھمکا کر اپنا پروگرام بند کروا بیٹھی۔ اس کے بعد وہ اب تک دوبارہ پہلے والا سٹیٹس بحال نہ کروا سکی۔ ماضی میں مایا خان سماء ٹی وی سے اٹھی اور اپنے بولڈ پروگرام سے مقبول ہو گئی۔ پھر اسی نشے میں اس نے ایک پروگرام کیا جس میں لائیو نوجوان جوڑوں کو پارک میں دکھا کر بدنام کر دیا۔ سوشل میڈیا پر مہم چلی اور وہ معافی مانگ کر ایک سال تک غائب ہو گئی۔ اب بیچاری کسی چینل پر بیٹھی اپنے زخم چاٹ رہی ہے۔ مبشر لقمان کی شہرت ایک بلیک میلر کی تھی اور دنیا ٹی وی میں بیٹھ کر اس نے اپنی صلاحیتوں کو خوب استعمال کیا۔ وہ بہت تیزی سے آگے جا رہا تھا کہ وہ بھی قدرت کے انتقام کا شکار ہو گیا۔ اس نے بحریہ ٹاؤن کے ملک ریاض سے پیسے لے کر چیف جسٹس افتخار چوہدری کے خلاف ایک پیڈ پروگرام کیا جس کے آف لائن کلپس سوشل میڈیا پر آ گئے۔ مبشر لقمان بھی ذلیل و خوار ہو کر دنیا ٹی وی سے نکل گیا اور کئی مہینے غائب رہا۔ آجکل وہ اے آر وائی کا بیڑہ غرق کرنے میں مصروف ہے۔ ڈاکٹر عامر لیاقت

نے رمضان فروشی کا نیا آئیڈیا نکالا اور راتوں رات اس کی ڈیمانڈ میں اضافہ ہوگیا۔ وہ بہت تیزی سے نوٹ چھاپنے والی مشین بن گیا اور پھر ایک دن رمضان میں ہی اس کی بھی آف لائن کلپس مارکیٹ میں آگئیں جن میں وہ بے ہودہ زبان کا استعمال کرتا پایا گیا۔ آج تک وہ اپنے اوپر لگنے والا داغ نہ مٹا سکا، نادیہ خان کے بعد شائستہ واحدی جیو پر لائی گئی اور وہ چھچھورے پن کی نئی حدیں کراس کر بیٹھی۔ جوڑوں کی شادیاں کروانے کے نام پر بے ہنگم پروگرام جس میں ڈانس، گانا بجانا اور ایسی ہی دوسری لغویات تھیں، اسی نے شروع کیا اور پھر تمام چینلز نے کاپی کرنا شروع کردیا، بالآخر شائستہ واحدی قدرت کے انتقام کا شکار ہو کر ایسی غلطی کر بیٹھی کہ اب اس کا دوبارہ منظر پر آنا مشکل ہوگیا، مقصد کہنے کا یہ ھے کہ اللہ ہر ایک کی رسی دراز کرتا ھے لیکن ایک خاص حد تک۔ پھر جب رسی کھنچتی ھے تو چاھے کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ھو، وہ دھڑام سے نیچے ضرور گرتا ھے، جیو ہو، اے آر وائی ہو یا دوسرے چینلز۔ ان سب نے قوم کے اخلاق تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بجائے اس کے کہ تعمیری پروگرام کرتے، انہوں نے فحاشی اور بلیک میلنگ کا سہارا لینا شروع کردیا۔ ان سب کی رسی کھینچے جانے کا عمل شروع ہوگیا ھے۔ آج جیو کا لائسنس معطل ہوا ہے تو کل کسی اور کی باری ہو گی۔۔۔۔ جو اپنی باریوں کا انتظار کریں۔

رشتوں کا خون۔۔۔کب تک۔۔؟؟

میرے ملک میں حوا کی بیٹیاں غیر محفوظ ہو گئیں، کہیں عزتیں پامال ہو رہیں تو کہیں زندگی سے جا رہی ہیں، معاشرہ غیرت، محبت، عزت وآبرو کے نام پر قتل کا نام دے کر روائیتی بے حسی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ہر جگہ، ہر روز نئے نئے واقعات سامنے آ رہے ہیں، پولیس کی ستائی مظفر گڑھ کی آمنہ خو سوزی کر رہی ہے تو ملتان کی طالبہ سماج کے رواجوں پر جان دے دیتی ہے، لاہور کی فرحانہ کا انصاف کی دہلیز پر خون کر دیا جاتا ہے، ہر طرف معصوم بچیوں سے زیادتی کی گونج سنائی دیتی ہے، ایسا کیوں؟ ذمہ دار کون؟ معاشرہ یا میڈیا، حکومت یا عوام، والدین یا کوئی اور؟ سب سوالات جواب کے منتظر ہیں۔اس پاک سرزمین میں اب تک کتنے غیرتی قاتل پھانسی پر لٹک چکے ؟ یہاں عورت کو مار ڈالنا بہت آسان کام ہے۔اگر خود لہو کے اڑتے چھینٹے نہیں دیکھ سکتے تو کسی نا محرم سے اپنی ہی بہو، بیٹی، بہن یا ماں کو قتل کروا دیتے ہیں اور پھر قانونِ قصاص کو دیدہ دلیری سے موم کی ناک بنا کر مقتولہ کے وارث کی حیثیت سے قاتل کو معاف کر دیتے ہیں۔خود بھی بچ گئے، خاندان کی ناک بھی اور ترکے کا حصہ بھی۔۔۔۔کیا کہا برادری سے باہر کا رشتہ آ رہا ہے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔آئندہ ایسی بات سوچنا بھی نہیں، زندہ دفن کر دیں گے۔ او ٹھیک ہے اسلام میں تاکید ہو گی کہ لڑکی کی مرضی معلوم کرو۔ لیکن اسے دین

دنیا کی الف ب کا کیا پتہ۔ یہ کیسے اپنے فیصلے خود کر سکتی ہے۔اسلام نے تو اور بھی بہت کچھ تاکید کی ہے۔ کیا اس پر عمل ہوتا ہے؟ بس ہم نے جہاں شادی طے کر دی وہیں پر ہوگی۔ ہچر مچیر کی تو مار کے اسی صحن میں گاڑ ڈالیں گے۔ بیٹی آخر ہم تیرا برا کیوں چاہنے لگے بھلا۔ بیٹی تو کجا بیٹے کی نہیں سنی جاتی، چاچے، تایوں کی قبریں بچانے کیلئے اولاد کو قربانی پہ چڑھا دیا جاتا ہے، بیٹا انجینئر ہوتا ہے تو اس کی شادی ان پڑھ لڑکی سے کر دی جاتی ہے، بیٹی ڈاکٹر تو اسے کسی ''بابے دلہے'' کی دلہن بنا دیا جاتا ہے، جیسے اولاد نہ ہو بھیڑ بکری ہو، جہاں چاہا، جیسے چاہا کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا، ہمارے 80 فیصد لطیفے اور سو فیصد گالیاں عورت کے گرد گھومتی ہیں۔ مان جائے تو دیوی نہ مانے تو چھنال۔ کیا سارا سماج بچپن سے بڑھاپے تک اسی کھٹی پر نہیں پلتا۔ اور پھر یہی سماج ریاست، پنچایت، پولیس، کچہری میں بدل جاتا ہے۔ کہیں ''کالی'' قرار دے کر عورت قتل ہو رہی ہے تو کہیں ''ونی'' کے نام پر رسوا ہو رہی ہے۔ بھرے جرگے میں عورت کی زندگی و موت، غلامی و آزادی کا فیصلہ کرنے والے کسی

کھوسے، لغاری، مزاری، بلوچ، پٹھان، سردار، مہر کو سزا نہیں ہوئی، جن کو قانون نے گرفت میں لیا بھی تو ''چمک'' کے کمال سے چھوٹ گیا، ہر سال شہری حقوق کی زنانہ و مردانہ تنظیمیں جانے کیوں اعداد و شمار جمع کرتی رہتی ہیں کہ اس سال ڈیڑھ ہزار عورتیں غیرت کے نام پر قتل ہو گئیں۔ پچھلے سال ایک ہزار ہو گئی تھیں۔ اور اس سے پچھلے سال۔ کیا ان تنظیموں کو اس کے سوا کوئی کام نہیں۔ کسی

کی بہن، بیٹی کے احساس کے لئے نہیں، یہ سب پیسے کا چکر اور کھیل ہے، ہمدرد ہوتیں
توصرف سیمینارز تک محدود نہ رہتیں، خواتین، معاشرے کے ہر فرد کو تعلیم
دیتیں، سیمینارز میں کیا ہوتا ہے؟ انہی وڈیروں کو مہمان بنایا جاتا ہے جو معصوموں کے
گلے گھونٹنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

یہ بیوی، بہو، بیٹی مارنے کھیل کب تک جاری رہے گا؟ظالم سماج کب تک رشتوں کے
ارمانوں کا خون کرتا رہے گا؟یہ کب ختم ہوگا"کب"کو بھی پتا نہیں۔۔

چھو لو آسمان۔۔۔؟

''چھو لو آسمان، تم ہی ہو پاکستان''اور ''تعلیم سب کیلئے''کے نعرے ہم سب حکمرانوں کی زبانوں پر تو سنتے ہیں لیکن عملاً اس کا مظاہرہ کہیں دکھائی نہیں دیتا،پاکستان کے حالیہ اقتصادی جائزے 2013-14کے مطابق ملک میں خواندگی کی شرح تو 60 فیصد ہے لیکن پانچ سے نو سال کی عمر کے 67 لاکھ بچے سکول ہی نہیں جا پاتے۔ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے سکول نہ جانے والوں میں 39 فیصد لڑکے اور 46 فیصد لڑکیاں ہیں۔چھ سے نو سال کے عمر کے سکول جانے والے بچوں کا تناسب 65 فیصد ہے۔ بچوں کے سکولوں میں اندارج کے حکومتی منصوبے کے تحت سنہ 2013 سے 2016 تک پچاس لاکھ بچوں کو سکولوں میں داخل کروایا جائیگا،پاکستان اپنی خام ملکی پیداوار کا دو فیصد تعلیم پر خرچ کرتا ہے اور حکومت کا کہنا ہے کہ 2018 تک تعلیم کے لیے مختص فنڈ دوگنا کر دیا جائے گا،سروے میں فراہم کیے جانے والے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں آٹھویں جماعت تک 1000 طلبہ کے لیے 42 سکول ہیں جبکہ 1000 طلبہ کے لیے صرف ایک ڈگری کالج موجود ہے،پاکستان میں ڈگری جاری کرنے کا اختیار رکھنے والے اداروں اور جامعات کی تعداد 156 ہے۔ان میں سرکاری اداروں کی تعداد 88 اور نجی کی 69 ہے۔ڈگری جاری کرنے والے اداروں میں 12لاکھ 30 ہزار طلبا و طالبات زیر تعلیم ہیں،کیا اس صورتحال میں کون

کیسے آسمان کو چھو سکتا ہے؟ کون کیسے ترقی کر سکتا ہے؟ اگر موجود سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی منظر کشی کی جائے تو ہمارے سامنے ہمارے مستقبل کی بھیانک تصویر نظر آئیگی، یہاں سندھ، خیبر پی کے یا بلوچستان کی بات نہیں کرتے بلکہ سب سے خوشحال صوبے پنجاب میں کئی ایسے سکول موجود ہیں جہاں جدید تو درکنار بنیادی سہولیات تک موجود نہیں ہیں، جنوبی پنجاب، جس کی محرومیوں کا رونا روتے وسیب کے لوگ نہیں تھکتے، وہ ٹھیک ہی تو ہیں، مشاہدے کے دوران ایسے ایسے ادارے دیکھنے کو ملے جہاں نہ تو عمارت ہے نہ پینے کا پانی، چادر نہ چار دیواری، بچے درختوں کے سائے میں علم کی پیاس بجھاتے نظر آئے، حکومت نے سکولوں کو انگلش میڈیم تو کر دیا لیکن کوالیفائیڈ استاد تعینات نہیں کیے، جو استاد مشکل سے اردو پڑھاتے تھے انگلش پڑھانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، اساتذہ کی تربیت کا کوئی نظام موجود نہیں، کالجز اور یونیورسٹیوں کی حالت کچھ مختلف نہیں ہے، دوسری جانب وسطی اور اپر پنجاب میں نقشہ ہی کچھ اور ہے، ملک میں غربت اتنی بڑھ چکی ہے کہ والدین بچوں کو سکول بھیجنے کی بجائے مزدوری کروانے پر مجبور ہیں، ہمیں چائے کے ''ڈھابوں'' ورکشاپوں، کاغذ چنتے کئی ایسے بچے ملتے ہیں جو پڑھنا تو چاہتے ہیں لیکن گھریلو حالات کے باعث مزدوری کرنے پر مجبور ہیں، اگر حکومت تعلیم عام کرنے میں سنجیدہ ہے تو بچوں کے ساتھ ساتھ ان کے گھر والوں کے حالات بھی بدلنا ہوں گے، گھر میں کھانے پینے کو کچھ ہوگا تو کوئی پڑھنے کا بھی سوچے گا، دوسرا سکولوں کی حالت

بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔نئے نئے دانش سکول بنانے کی بجائے پرانے سکولوں کی حالت کو بدلنا ہوگا۔ان میں بنیادی کے ساتھ ساتھ جدید لیبارٹریوں،اساتذہ کی تربیت کا بھی اہتمام کرنا ہوگا۔طلبہ کو لیپ ٹاپ دینا،فیسوں کی معافی ایک اچھا عمل ہے لیکن اس سے آسمان کو نہیں چھوا جاسکتا اور نہ ہی چاند پر قدم رکھا جاسکتا ہے۔اگر آسمان کو چھونا ہے،چاند پہ جانا ہے تو ناسا کی طرح کے ادارے قائم کرنا ہونگے۔اپنی دنیا آپ بنانا ہوگی۔خیرات سے کوئی ملک نہ ترقی کرسکا ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی چانس ہے۔بقول نیلسن منڈیلا'' غربت خیرات سے نہیں انصاف سے ختم ہوتی ہے'' ملک سے غربت ختم کرنی ہے تو انصاف قائم کرنا ہوگا۔جہالت خود بخود ختم ہو جائیگی۔

آپریشن ضربِ عضب

پاکستان کے قبائلی علاقے شمالی وزیرستان میں ضربِ عضب کے نام سے فوجی کارروائی پوری آب وتاب سے جاری ہے۔آخری اطلاعات تک اڑھائی سو کے قریب دہشتگرد ہلاک ہوچکے ہیں، جن میں زیادہ تعداد غیر ملکیوں کی ہے۔اس فوجی کارروائی میں تاحال بڑے پیانے پر زمینی حملہ شروع نہیں کیا گیا، اور دہشت گردوں کے ٹھکانوں کو زیادہ ترجیٹ طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں سے نشانہ بنایا جارہا ہے، پاکستان کے بڑوں کی ملاقاتیں بھی جاری ہیں، یہ آپریشن کب اپنے انجام کو پہنچے گا؟ فوجی حکام کی جانب سے اس بارے ابھی تک کوئی اشارہ نہیں ملا،تاہم کامیابی تک جاری رکھنے کا عزم کیا گیا ہے۔ فوج کے شعبہ تعلقاتِ عامہ کے مطابق آپریشن ضربِ عضب کے دوران فوج کے کوبرا ہیلی کاپٹرز اور دیگر جدید مشینری استعمال کی جارہی ہے، دوسری جانب ایک عرصہ بعد امریکہ کی جانب سے پاکستانی حدود میں ڈرون حملے کیے گئے جسے دفتر خارجہ نے آپریشن ضرب عضب سے جوڑنے سے انکار کرتے ہوئے مذمت کی ہے،آپریشن ضرب عضب میں سب سے زیادہ مقامی آبادی متاثر ہو رہی ہے، شمالی وزیرستان میں آپریشن سے بے گھر ہونے والے افراد کی بدقسمتی یہ ہے کہ ان کاروائیاں کی ابتدا ایسے وقت میں کی گئی ہے جب ملک کے زیادہ تر علاقے شدید گرمی کی لپیٹ میں ہیں۔
رمضان کی بھی آمد آمد ہے جس سے آنے والے دنوں

میں متاثرین کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔علاقہ چھوڑنے والے سینکڑوں خاندانوں نے محفوظ مقامات کی جانب رخ کیا ہے،پولیٹیکل انتظامیہ کے مطابق مقامی افراد کو علاقے سے نکالنے کے لیے مرحلہ وار پروگرام ترتیب دیا گیا ہے جس کے تحت مختلف مقامات سے لوگوں کا انخلا مکمل کرایا جائے گا،بنوں میران شاہ سڑک متاثرین کی گاڑیوں کے رش کے باعث کسی جلوس کا منظر پیش کر رہی ہے، متاثرین ٹرکوں، ٹریکٹروں، ہائی ایس گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر خواتین اور بچوں سمیت قافلوں کی صورت میں وقفے وقفے سے بنوں پہنچ رہے ہیں، کئی افراد گاڑیوں کی عدم دستیابی یا غربت کی وجہ سے پیدل وزیرستان سے قریبی علاقوں میں منتقل ہوئے اور ان کے ہمراہ بچے اور خواتین بھی تھیں، پیاس اور تھکن کی وجہ سے گاڑیوں میں سفر کرنے والے ننھے منے متاثرین بچوں کے چہروں پر پریشانی اور مایوسی کے آثار بھی نمایاں تھے،یہ مایوسی افریقہ کے بھوکے بچوں سے ملتی جلتی ہے، کہیں فضاء سے بارود برسانے والوں کیلئے ہم نفرت تو نہیں پیدا کر رہے؟۔۔آپریشن زدہ علاقے سے ہجرت کرنے والوں نے عالمی میڈیا کو بتایا کہ کوئی حقیقت نہیں کہ آپریشن کا مرکزی ہدف صرف غیر ملکی اور طالبان شدت پسند ہیں۔زیادہ تر علاقوں میں عام شہریوں کے مکانات بھی نشانہ بنے ہیں اور ان کے کافی نقصانات بھی ہو چکے ہیں۔ بہتر تھا کہ ایک ہی وقت میں سارے وزیرستان پر ایٹم بم گرایا جاتا اور اس طرح قصہ ہی ختم ہو جاتا اور حکومت کی خواہش بھی پوری ہو جاتی، شمالی وزیرستان سے بنوں تک تقریباً 40 کلومیٹر

کے فاصلے پر محیط سڑک پر حکومت کی طرف سے متاثرین کے لیے کسی قسم کا کوئی ریلیف کیمپ یا فوڈ پوائنٹ نہیں لگایا گیا تاہم بنوں میران شاہ سڑک پر الخدمت فاونڈیشن اور مقامی افراد کی طرف سے بعض مقامات پر چھوٹے چھوٹے کیمپ بنائے گئے ہیں جہاں بے گھرافراد کے لیے شربت اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا گیا ہے۔یہ ایجنسی غیر ملکیوں کیلئے جنت رہی ہے، یہ نہ بہت بڑی اور نہ ہی انتہائی چھوٹی ہے۔اس کے جنوب میں جنوبی وزیرستان، شمال میں کرم ایجنسی اور خیبر پختونخواکے ہنگو کرک اور بنوں کے علاقے واقع ہیں۔ شمالی وزیرستان چار ہزار مربع میل پر محیط پہاڑی علاقہ ہے جہاں مختلف قبائل صدیوں سے آباد ہیں، تین بڑی وجوہات علاقے کا نسبتاآسان جغرافیہ، شدت پسندوں اور حکومت کے درمیان سنہ 2008 کا امن معاہدہ اور سب سے اہم حافظ گل بہادر کی شخصیت رہی ہے۔حالات کس رخ کی جانب جاتے ہیں، کون جیتتا ہے؟کون ہارتا ہے؟اس آپریشن سے ایک بات واضح ہو گئی ہے کہ بات چیت کی گنجائش نہیں رہی،اب فیصلہ بارود کی بو،بندوق کی گولی، ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ ہی کرے گی،افسوس! امن ہار گیا!!!

انقلابی اور اس کا ایجنڈا

ہم ہر بے گھر کو گھر دینگے، جو گھر تعمیر کرنے کی سکت نہیں رکھتے ان کو 20 سے 25 سالوں کیلئے بلا سود قرضہ دیا جائیگا۔ جو واپس نہ کر سکے ان کو معاف کر دیا جائیگا، ہر ایک پاکستانی شہری کو نوکری ملے گی، نوجوانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کیلئے مدد فراہم کی جائیگی، پانی، بجلی، گیس کو ٹیکسز سے مستثنیٰ قرار دیا جائیگا۔ غریبوں کو صحت کی مفت سہولت دی جائیگی۔ یکساں نصاب کے ساتھ میٹرک تک مفت تعلیم یقینی بنائی جائیگی، 50 ملین ایکڑ زمین غریب کسانوں میں تقسیم کرینگے، ملک سے دہشتگردی، انتہا پسندی ختم کرنے کیلئے دس ہزار تربیتی سنٹرز قائم کیے جائیں گے، خواتین کو سماجی تحفظ کے ساتھ ساتھ گھروں میں صنعتی کام کے مواقع فراہم کیے جائیں گے، نجی اور سرکاری شعبہ کے تمام ملازمین کے سروس سٹرکچر میں اضافہ کرینگے۔

بڑا دلکش اور منفرد اس (انقلابی) کا ایجنڈا ہے، اس نے آج سے کئی برس قبل 25 مئی 1989 میں اسی لئے تحریک کی بنیاد رکھی تھی، اس نے اپنی پارٹی کی بنیاد رکھتے ہی واضح کر دیا تھا کہ ہم ملک میں جمہوری کلچر کو فروغ دینگے۔ معیشت کی مضبوطی، انسانی حقوق کا تحفظ اور خواتین کا پاکستانی سیاست میں کردار

بنیادی مقاصد ہونگے۔ اس نے 1990ء کے قومی انتخابات میں بھرپور حصہ لیا لیکن منتخب نہ ہو سکا، 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی اقدام کا بھرپور ساتھ دیا۔ سابق صدر پرویز مشرف کو ریفرنڈم میں بھی پر جوش کردار رہا۔ 2002ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے لیکن دو سال بعد ہی 2004 ء میں اسمبلی رکنیت کو خیر باد کہہ کر کینیڈا میں ڈیرے ڈال لئے اور سات سال تک وہیں رہے۔ 2012ء میں انقلاب کا ایجنڈا لیکر وطن واپس لوٹے، اسلام آباد میں 2 سے اڑھائی لاکھ افراد کے ساتھ ''ملین مارچ'' کیا، 4 دن تک اسلام آباد میں دھرنا دیئے رکھا، آخر کار یہ دھرنا ایک مفاہمتی معاہدے کے تحت ختم ہوگیا، جو بعد میں ایک کاغذ کا ٹکڑا ثابت ہوا، اس نے 2013ء کے الیکشن کا بائیکاٹ کیا اور واپس کینیڈا چلے گئے، ایک سال تک مسلم لیگ (ن) کی حکومت کو وقت دیا اور موصوف نے 23 جون کو پاک سرزمین پر قدم رنجہ فرمائے۔ پہلے اسلام آباد اترنے کا پروگرام تھا لیکن حکومت نے اترنے نہ دیا، ان کے طیارے کا رخ لاہور کی جانب موڑ دیا گیا، انہوں نے ساڑھے 6 گھنٹے تک طیارے کو ہائی جیک کئے رکھا۔ فوج فوج پکارتے رہے۔ فوج مدد کو نہ آئی تو گورنر پنجاب کی گاڑی میں بیٹھ کر ماڈل سیکرٹریٹ پہنچ گئے۔ اگر دنیا بھر کے انقلابیوں کی زندگیوں اور جدوجہد کا اندازہ لگایا جائے تو ان والی ایک خوبی بھی موصوف میں نہیں، نیلسن منڈیلہ ایک کیمونسٹ انقلابی ،جس نے رنگ و نسل کی تفریق ختم کروانے کے لئے اپنی زندگی لگا دی اس جدوجہد میں دربدر کی ٹھوکریں کھائیں، سالوں جیل میں

رہے، افریقہ کے صدر منتخب ہوئے، جدوجہد میں زندگی گزار دی۔ ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ نے امریکہ میں سول رائٹس سماجی تبدیلی کی جدوہد میں اپنی زندگی قربان کر دی۔ برما کی آن سان سو کائی سے کون واقف نہیں، ہر ایک جانتا ہے جس نے فوجی آمریت کیخلاف جدوجہد کی تو 21 سال تک اپنے گھر میں نظر بندی میں گزار دیئے لیکن فوجی آمریت کی ملک سے باہر جانے کی آفر کو قبول نہ کیا۔ ایران کے آیت اللہ خمینی کی جدوجہد بھی سب کے سامنے ہے، مصر کے اخوان نصف صدری سے زائد کا عرصہ انقلابی جدوجہد میں گزار چکے ہیں۔ اخوان کے بانی حسن البنا کو شہید کیا گیا، سید قطب سے بڑا دنیا میں شاید ہی کوئی بڑا عالم ہونے بھی اسی جدوجہد میں زندگی قربان کر دی۔ چین کا ماؤزے تنگ بھی ناقابل فروش انقلابی تھا، ہمارے پاکستان میں کئی نام ہیں۔ دنیا میں صدی کا سب سے بڑا انقلاب پاک و ہند کی تقسیم تھی، جس کی جدوجہد اور کامیابی کا سہرا ایک نحیف اور جسمانی طور پر کمزور لیکن ارادوں میں کوہ ہمالیہ سے زیادہ مضبوط قائد اعظم محمد علی جناح کے سر پر ہے، جنہوں نے ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کی زندگیاں قربان کر کے ملک حاصل کیا، خود مہلک بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود تحریک آزادی میں پیش پیش رہے، سید مودودی، ذوالفقار علی بھٹو، کئی ایسے نام ہیں جنہوں نے انقلابی جدوجہد کی، زندگی نہیں نظریے کو ترجیح دی، پسپائی کی بجائے تختہ دار کو چوما۔

انقلابی قافلے کی قیادت کون کر رہا ہے؟ شیخ رشید احمد جن کی عوامی مسلم لیگ جس کے حامی ایک سالم تانگے میں پورے آجاتے ہیں۔ پرویز الٰہی جنھوں نے اپنے صاحبزادے مونس الٰہی پر پابندی لگائے رکھی کہ جب تک میں وزیر اعلیٰ ہوں بینک آف پنجاب سمیت کسی مالیاتی ادارے کے سامنے سے گذرنا بھی نہیں۔ چوہدری شجاعت حسین جنھوں نے لال مسجد اسلام آباد پر حملے کے فوراً بعد مشرف حکومت کے استعفے کا مطالبہ کردیا۔ یہ وہ مسلم لیگی ہیں جو فوجی حکمرانی کے دور میں اقتدار میں آئے اور اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ کو قومی فریضہ اور باعث تقویت قلب و روح سمجھتے ہیں، فوجی صدر پرویز مشرف کے دور میں چودھری شجاعت نگران وزیر اعظم، چودھری پرویز الٰہی وزیر اعلی پنجاب اور شیخ رشید احمد وفاقی وزیر اطلاعات کے عہدوں پر متمکن رہے ہیں لیکن بعد میں فوجی حکمران کی سرپرستی کے بغیر ہونے والے دو عام انتخابات کے نتائج نے ان کی انتخابی اہلیت کا پول کھول دیا ہے، یہ رہنما بمشکل اپنی اپنی نشستوں پر ہی کامیاب ہوپائے۔۔ چلیں صاحب، قادری صاحب کی پاکستان آمد کے مقاصد اور ان کے حصول کے لئے اپنائے جانے والے طریقہ کار کے بارے میں مختلف اطراف سے مزے مزے کے تجزیے اور امکانات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ تاہم اس حوالے سے کم و بیش ایک اتفاق رائے بہر حال نظر آتا ہے اور سوائے قادری صاحب کے جان نثاروں کے سبھی کا یہ ماننا ہے کہ قادری صاحب کا سیاسی قد و قامت اونچا کرنے میں خود ان کے پلان اور ہوشیاری سے زیادہ وفاقی اور پنجاب حکومت کی جانب سے اپنائے جانے والے طریقہ

کارکا زیادہ ہاتھ ہے۔تاریخی پس منظر تو یہی دلالی کرتا ہے کہ انقلاب بیسا کھیوں کے سہارے، بلٹ پروف کیبن میں بیٹھ کر نہیں آیا کرتے۔انقلاب جب بھی آیا قیادت نے پہلے کارکنوں نے بعد میں ڈنڈے کھائے، مصیبتیں اٹھائیں۔انقلاب بار بار بیانات تبدیل کرنے، یوٹرن پہ یوٹرن لینے سے بھی نہیں آتے۔جس راستے میں زیادہ موڑ ہوں اس کے مسافر منزل کھو دیتے ہیں!۔۔انقلابی کا تو راستہ ہی ''یوٹرنوں'' سے بھرا پڑا ہے،جس کا مظاہرہ دنیا نے پہلے ملین مارچ میں دیکھا اور اب انقلابی سفر میں۔میں نے بڑی کوشش کی،انقلابیوں کی ویب سائٹس کو بھی کھنگالا مجھے نظام میں تبدیلی والی کوئی بات نظر نہیں آئی،جو دس نکاتی ایجنڈا پیش کیا گیا ہے اس پر حکومت کسی نہ کسی صورت میں عمل پیرا ہے، غریبوں،مزدوروں کو گھر بھی دے رہی ہے،نوجوانوں کو
نوکریاں،بیروزگاروں کو ہنر مند بھی بنا رہی ہے، تعلیم کو عام کرنے کیلئے بھی کوشاں ہے، معیشت بھی پہلے سے قدرے مضبوط ہو رہی ہے۔انقلابی کے انقلاب کی منزل اقتدار ہے تو فوج کی مدد کے بغیر ناممکن ہے۔اگر حقیقی تبدیلی منزل ہے تو وہ سیاسی یتیموں کے کندھوں پر سوار ہو کر نہیں آسکتی،کسی اور کو ہمنوا بنانے میں ہی آئے گی۔۔۔انقلابی صاحب! یہ معاشرہ بے حس ہے،سرمایہ داروں سے مرعوب،جوتیاں کھا کر بھی سدھرنے والا نہیں، نظام جیسے چل رہا چلنے دیں،یہ آج آپ کا ساتھ دے بھی دیتا ہے تو کل آپ کو ہی کسی چوک چوراہے میں لٹکا دے گا۔

کیا ہم مسلمان ہیں۔۔؟؟

ایک بنیادی سوال، ذہن میں ہر وقت چبھنے والی ایک تکلیف دہ چبھن۔جب میں مقدس مہینے میں بازاروں میں، غریب کو لٹتے دیکھتا ہوں، جب میں چوکوں، چوراہوں پر بے گناہوں کا بہتا خون دیکھتا ہوں، جب میں اپنوں کے ہاتھوں معمولی جھگڑوں پر گردنیں کٹتی دیکھتا ہوں، جب میں غیرت کے نام پر بھائیوں کے ہاتھوں میں دم توڑتی بہنیں دیکھتا ہوں، بابا، بابا کہتی جب ایک گڑیا جیسی بے گناہ بیٹی کی آواز خاموش کردی جاتی ہے تو سوچنے لگتا ہوں کیا ہم مسلمان ہیں؟ بازاروں میں ذخیرہ اندوزی، دکانداروں کی گرانفروشی، سرکاری افسروں کی بدعنوانی، سیاسدانوں کی چالبازی،۔سرائی کے اڈوں پر حرام کاری، جوئے کے اڈوں پر حرام خوری دیکھتا ہو تو سوچتا ہوں کیا ہم مسلمان ہیں۔۔؟

حوا کی بیٹیاں غیر محفوظ، کہیں عزتیں پامال ہورہیں تو کہیں زندگی سے جارہی ہیں، معاشرہ غیرت، محبت، عزت وآبرو کے نام پر قتل کا نام دے کر روائیتی بے حسی کا مظاہرہ کررہا ہے۔ہر جگہ، ہر روز نئے نئے واقعات سامنے آرہے ہیں، پولیس کی ستائی مظفر گڑھ کی آمنہ خوسوزی کررہی ہے تو ملتان کی طالبہ سماج کے رواجوں پر جان دے دیتی ہے، لاہور کی فرحانہ کا انصاف کی دہلیز پر

خون کر دیا جاتا ہے تو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک عاشق شادی نہ کرنے پر محبوبہ کو جلا دیتا ہے، گجرات میں والدین بیٹی کو آگ لگاتے ہیں تو ڈسکہ میں نوجوانوں کو سر عام لٹکا دیا جاتا ہے، ہر طرف معصوم بچیوں سے زیادتی کی گونج سنائی دیتی ہے، ایسا جب دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کیا ہم مسلمان ہیں؟

سال کے گیارہ مہینے مارکیٹ نارمل رہتی ہے، جب رمضان آتا ہے تو لوٹ مار شروع اشیاء خوردونوش عام آدمی کی پہنچ سے دور ہو جاتی ہیں، جو ملتی ہیں ان کی قیمتیں سن کر، صارف کے ہوش اڑ جاتے ہیں، دنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوتا، کسی بھی مذہب میں جب کوئی تہوار آتا ہے تو اس کے ماننے والے ریلیف دیتے ہیں، اشیاء کی قیمتیں کم کر دی جاتی ہیں تاکہ ایک عام شخص بھی خوشیوں میں شریک ہو سکے، جب یہ تضاد دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کیا ہم مسلمان ہیں؟

پولیس بے لگام، جس کو چاہے سر عام ٹھوک دے کوئی پوچھنے والا نہیں، نہ خوف قانون، نہ خوف خدا، پیسہ ہی قانون، پیسہ ہی خدا، زمانہ بے حس، پیسے کا پجاری، کوئی مرتا ہے تو مر جائے، ہمیں کیا؟

وہ شیعہ، میں سنی، وہ وہابی میں بریلوی، وہ سیکولر میں مذہبی۔۔خدا پرست، وہ

کافر میں مسلمان، تقسیم ہی تقسیم وحدت کہیں بھی نہیں۔بقول نبی رحمت ﷺ مسلمان تو ایک جسم کی مانند ہیں۔اگر جسم کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بیقرار ہو جائے۔ایک مسلمان کو تکلیف پہنچے تو دنیا کے سارے مسلمان اس تکلیف کو محسوس کریں۔ لیکن افسوس ! تم جدا میں جدا، ساری امت جدا جدا۔ پھر بھی کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں، کیا ہم مسلمان ہیں؟

القاعدہ کا نیا جنم

القاعدہ سے نکلے ہوئے سخت گیر گروہ داعش نے عراق میں مرکزی حکومت کے خلاف برسرپیکار تمام سنی گروہوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ اسلحہ پھینک دیں اور داعش کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ جہادی جنگجو تنظیم دولت اسلامی عراق و شام میں اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں خلافت کے قیام کا اعلان کر چکی ہے۔ اس اعلان کے بعد ان علاقوں میں موجود دوسرے متحارب گروہ اب داعش اور عراق کی شیعہ اکثریتی حکومت کے درمیان پھنس گئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں داعش نے دیگر متحارب گروہوں کو دبا دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ جہاں جہاں ضرورت پڑی داعش ان گروہوں کے خلاف طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ یوں لگتا ہے کہ تمام طاقت داعش کے ہاتھ آ چکی ہے۔ شامی باغیوں کے خلاف تین روزہ لڑائی کے بعد عراق اور شام کے درمیان سرحد کے قریب واقع البوکمال کے اہم قصبے پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اس جنگی کامیابی کے بعد داعش کے جنگجوؤں کا اگلا نشانہ عراقی سرحد کے اندر کے قصبے ہوں گے۔ لگتا ہے کہ اب دیگر مسلح سنی گروہ، جن میں عراق کے سابق فوجیوں کے علاوہ قبائلی جنگجو اور صدام حسین کی بعث پارٹی کے جیالے شامل ہیں، مخمصے کا شکار ہو گئے ہیں۔

دیگر گروہ خلافت کے جنگجوؤں کے خلاف کسی بیکار کی لڑائی میں نہیں الجھنا چاہتے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ وہ داعش جنگجوؤں کو شکست نہیں دے سکتے۔ یہ گروہ جانتے ہیں کہ داعش نے گذشتہ تین ہفتوں کے دوران شام و عراق کے کئی سنی علاقوں میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے۔

غیر ملکی میڈیا کے مطابق قبائلی اور باغی فوجیوں کا کہنا ہے کہ داعش کے ساتھ مُوصل میں ہونے والے دو روزہ مذاکرات کے بعد انھیں واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ نئی خلافت کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہتھیار ڈال دیں اور یہ بات تسلیم کر لیں کہ اب ہتھیار اٹھانے کا حق صرف نئی اسلامی ریاست کے جنگجوؤں کو ہوگا، باغیوں کے ایک سینیئر رہنما کے بقول خلافت کے علمبرداروں نے ہمارے انقلاب کو ہائی جیک کر لیا ہے، یہ گروہ جانتے ہیں کہ داعش نے گذشتہ تین ہفتوں کے دوران شام و عراق کے کئی سنی علاقوں میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے، غیر داعش جنگجو گروہ امریکہ سے بھی بہت خفا ہیں کہ وہ شام میں لڑنے والے باغیوں کو تو 50 کروڑ ڈالر دے رہا ہے لیکن ہمیں دہشتگرد سمجھتا ہے کیونکہ ہم عراق میں امریکی فوجیوں کے خلاف بغاوت میں بھی لڑتے رہے ہیں اور بعد میں ہم نے القاعدہ کو بھی یہاں سے مار بھگایا۔

خود ساختہ خلیفہ ابوبکر البغدادی نے دنیا بھر کے جہادیوں سے کہا ہے کہ وہ

عراق اور شام پہنچیں، بغداد میں حکومت خوش ہے کہ عراق کے سنی علاقوں میں خلافتِ اسلامی کے جنگجوؤں کا اثرو رسوخ بڑھتا جا رہا ہے کیونکہ اب حکومت کے لیے یہ کہنا آسان ہو گیا ہے اس کے خلاف مزاحمت کی وجوہات عراق کی سیاسی صورتحال نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔

ذرائع کے مطابق علاقائی سطح پر نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو 500 ڈالر ماہانہ پر بھرتی بھی کیا جا رہا ہے۔ تعیناتی سے پہلے انھیں دو ہفتے کی فوجی تربیت اور دو ہی ہفتے کی اسلامی تعلیم دی جاتی ہے، اگر خلافت کے منصوبے پر واقعی عمل درآمد ہونا ہے تو اس کے لیے ابو بکر البغدادی کو انتظامی اور دیگر امور کے بہت سے ماہرین کی ضرورت ہوگی، داعش نے اپنے زیر قبضہ اسلامی ریاست میں جدید اسلحہ کی نمائش کرکے دنیا کو حیران کر دیا ہے، اس نمائش میں توپوں، ٹینکوں کے علاوہ جدید میزائیلوں کو بھی لایا گیا تھا، واضح رہے کہ داعش نے پاکستان سمیت جنوبی ایشاء تک اپنا نیٹ ورک پھیلانے کا اعلان کیا ہے، یہ بھی اعلان کیا ہے کہ بھارت، چین اور ایران میں بھی کارروائیاں کی جائینگی، دولت الاسلامی فی العراق وشام کا اچانک وجود میں آنا دنیا کیلئے حیرانی کی بات ہے، اس اچانک انقلاب نے بہت سارے سوالات کو جنم دیا ہے، یہ ریاست ایسے علاقے میں وجود آئی ہے کہ جہاں سے ارد گرد کے علاقوں کو آسانی سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے، اس ریاست کے ہمسایوں میں ترکی، سعودی عرب اور

ایران کے علاقے آتے ہیں، یہ علاقہ تیل کی دولت سے بھی مالا مال ہے، یہاں کے زیتون اگانے والے کاشکاروں سے ٹیکس بھی وصول کیا جاتا ہے، داعش دس سالہ پرانی تنظیم ہے جو 2004 میں عراق میں اسلامی ریاست کے نام سے وجود میں آئی، القاعدہ سے ٹوٹا ایک گروہ ہے جو عراق میں امریکی جارحیت کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا، 2011 میں جب شام میں سول جنگ شروع ہوئی تو یہ تنظیم شام میں بھی پھیل گئی، اسرائیلی سکالر ڈاکٹر مورڈے کیدار اپنے مضمون (the new kid on the block in (syria:daash میں لکھتے ہیں کہ داعش کو سعودی عرب معاشی امداد فراہم کر رہا ہے، سعودی عرب نے اس تنظیم کو 300 بلین ڈالر امداد فراہم کی ہے، اسی طرح بعض تجزیہ کار ترکی پر امداد فراہم کرنے کا بھی الزام لگاتے ہیں، میڈیا کے مطابق دوسری طرف شامی حکومت اور عراقی شیعہ کمیونٹی کو ایران سپورٹ کر رہا ہے۔ امریکہ نے بڑی چالاکی سے مشرق وسطی میں آگ لگائی، مسلمانوں کو آپس میں دست و گریبان کرکے نکل گیا، اسرائیل اور امریکہ کو مصر میں پالتو فوجی حکمران ملا ہے تو ایران کی کسی حد تک حمایت بھی حاصل ہے، امریکہ، سعودی عرب کے ذریعے اس تنظیم کو مدد فراہم کر رہا ہے، سعودی عرب کا لگایا گیا یہ پودا اسی کیلئے اب درد سر بنتا جا رہا ہے، میڈیا رپورٹس کے مطابق سعودی عرب نے تیس ہزار فوج اپنی سرحد پر لگا دی ہے، انتہائی فول پروف انتظامات ہونے کے باوجود ریاض میں دھماکہ ہو گیا، دنیائے اسلام کی سب سے پرانی یونیورسٹی جامعۃ الازہر کے سربراہ علامہ یوسف القرضاوی نے ابوبکر

البغدادی کی خود ساختہ خلافت کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، ساتھ ساتھ مسترد بھی کیا ہے۔

دنیا کے نقشے پر وجود میں آنیوالی اس خلافت نے ایک نئی بحث کو جنم دیا ہے، کچھ ماہرین طالبان سے تشبیہ دے رہے ہیں تو کچھ لوگ نئی امریکی گیم کا حصہ، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟۔

خون مسلم۔۔۔ارزاں کیوں ہے؟

آنسو ہیں کہ تھمتے نہیں، آہیں کہ رکتی نہیں، ایک لاچار مسلمان کر ہی کیا سکتا ہے، دنیا کے چپے چپے پر امت مسلمہ کے کٹے جسموں کو دیکھ کر قلم کی سیاہی بھی خون لگتی ہے، بارود کی بو لگتی ہے، اکتالیس کلومیٹر طویل اور چھ تا بارہ کلومیٹر چوڑی دنیا کی سب سے بڑی اوپن جیل غزہ میں اٹھارہ لاکھ انسان محصور ہیں، ہاں ! اٹھارہ لاکھ انسان؟ میں نہیں چاہتا کہ غزہ یا پھر غربِ اردن یا پھر اردگرد کے ممالک میں پناہ گزین فلسطینیوں کو انسان کہنے سے کسی صیہونی قوم پرست کے جذبات کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچے۔ میری مراد ہے غزہ کی اٹھارہ لاکھ انسان نما مخلوق۔ اسرائیل میں فی مربع کلومیٹر تین سو بہتر انسان بستے ہیں اور غزہ کے پنجرے میں فی مربع کلومیٹر پانچ ہزار بیالیس انسان نما سانس لیتے ہیں۔۔۔پر ایک ہزار کے قریب فضائی حملے ہو چکے ہیں جس کے نتیجے میں سینکڑوں جانیں ضائع ہو چکی ہیں، دوسری طرف زمینی کارروائی بھی شروع ہو چکی ہے، مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی ہے، خون مسلم اتنا ارزاں ہو چکا ہے کہ کوئی بولنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا، امن، امن پکارنے والی زبانیں عالمی زیونسٹ دہشتگردی پر گنگ ہو چکی ہیں، غیروں کا کیا شکوہ اپنے ہی شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپائے بیٹھے ہیں، نہ خلافت کے علمبردار میدان میں آئے ہیں اور نہ ہی بادشاہت کے پیروکار۔

دنیا میں ستاون اسلامی ممالک ،اسلام دنیا کا دوسرا بڑا مذہب،دین محمد ﷺ کے 1.57 بلین نفوس ماننے والے،دنیا کا تیئیس فیصد مسلمان،مشرق وسطی،شمالی افریقہ،ہارن آف افریقہ اور ایشیاء میں بڑی تعداد میں آباد،امریکہ،یورپ میں کیمونٹیز کی صورت میں رہتے ہیں،دنیاکے قیمتی ترین وسائل سے مالا مال،سب کچھ ہونے کے باوجود آٹھ ملین یہودیوں کے سامنے بے بس دکھائی دیتے ہیں،اسے مجرمانہ غفلت کہیں یا بزدلی۔ دنیا بھر کی این جی اوز اور نام نہاد امن،آزادی کی ٹھیکیدار،انسانی حقوق کی تنظیموں،مذہبی آزادی کے راگ الاپنے والے دانشوروں کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو طالبان کے خلاف عقلی اور انسانی دلیلیں دینے والے بے حس مسلمان اور حکمران گونگے بنے بیٹھے ہیں، کوئی چیخ و پکار نہیں کوئی آہ و بکا نہیں۔

فلسطین میں جاری اسرائیلی بمباری کوئی نئی بات نہیں کیونکہ اسرائیل ہمیشہ اسطرح کی کارروائیاں کرتا چلا آ رہاہے۔ اور جب بھی اس کے خلاف کوئی قرارداد پیش کی جاتی ہے تو سلامتی کونسل میں بیٹھا امریکی ایلچی ویٹو کا لفظ بول کر مظلوم فلسطینیوں کی امیدیں ہی توڑ دیتا ہے۔اس ظلم کے خلاف دوسری اہم آواز عرب لیگ اور او۔آئی۔ سی کی ہے جواب زبانی کلامی مخالفت اور مزحمت بھی گوارا نہیں کرتیں۔

ایک وقت تھا جب اسرائیل کو ایسی کاروائیوں پر شام سے حافظ الاسد، عراق سے صدام حسین، سعودی عرب سے شاہ فیصل اور بعد ازاں شاہ عبدالعزیز کی جانب سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کیمپ ڈیوڈ میں فلسطینیوں کے خون کا سودا کرنے والا مصر بھی آج چپ ہے، آج محمد مرسی بھی جیل میں ہے، مصر اپنی جانب کی غزہ کی سرحدیں بھی بند کر چکا ہے تاکہ مظلوم فلسطینیوں کو کئی امداد نہ پہنچ سکے۔ پوری دنیا میں آج اردگان کے علاوہ کوئی لیڈر نہیں جو فلسطینیوں سے اظہار ہمدردی ہی کر سکے۔ آج ایران کا احمدی نژاد بھی موجود نہیں جو اس ظلم پر بول سکے۔ ایرانی سنیوں کیخلاف ساری طاقت صرف کررہے ہیں تو سنی شیعوں کو کافر کہہ کر مار رہے ہیں۔

مشرق وسطی میں 11/9 کے بعد جاری مشکوک جہادی تحریکوں نے جہاں خطے کے اندر اسرائیل مخالف قوتوں کو کمزور کر دیا ہے وہیں پر ماضی کی دو طاقتور اسرائیلی حریف ریاستیں شام اور عراق اپنی بقائ، کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ یہ کیسے جہادی گروہ ہیں جنھیں اسرائیل کے خلاف ایک گولی چلانے کی بھی فرصت نہیں۔ جب کہ شام کا وہ علاقہ جہاں جہادی گروہ قابض ہیں وہاں سے اسرائیلی سرحدیں چند قدم سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ میں یہاں پر سعودی عرب کا ذکر نہیں کروں گا جس کا سرمایہ اپنی ہی مسلمان ریاستوں میں انتشار کے لیے کام آ سکتا ہے مگر فلسطینیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی سے ریاض کے شہزادوں کو بھی کوئی سروکار

نہیں۔آج پوری دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسرائیل کو باز رکھ سکے کیوں کہ بحیرہ روم کے کنارے پر موجود اس صہیونی ریاست سے سب کے مفادات جکڑے ہوئے ہیں ۔اور غلیل سے اسرائیل کا مقابلہ کرتی فلسطینیوں کی تیسری نسل سے نہ تو مسلم حکمرانوں اور نہ ہی عالمی دنیا کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ مسلم حکمرانوں کو غزہ کے مقتل میں بکھری لاشوں سے کوئی غرض نہیں،ان کی تو طاقت امام، پیسہ ایمان ہے،ایک بھکاری کو پیسہ جہاں سے ملے گا وہی اس کا امام ہوگا،وہ پیسہ چاہے دلالی کرکے ملے یا اپنی عزت، خون بیچ کے ملے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تیل کے لیے خون

غزہ بحیرہ روم کے مشرقی کنارے پر ایک باریک لیکن انتہائی گنجان آباد پٹی ہے۔ اس کے 365 مربع کلومیٹر میں 18 لاکھ افراد آباد ہیں جن کی اکثریت پناہ گزینوں کی ہے۔اس پٹی پر اسرائیلی فوج وحشت اور بربریت کا کھیل کھیلتے ہوئے لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنا چکی ہے، موجودہ پروٹیکٹو ایج آپریشن میں ایک ہزار کے لگ بھگ فلسطینی بچوں، خواتین کو شہید کیا جا چکا ہے، موت کا یہ کھیل ابھی تک جاری ہے،اس حالیہ لڑائی میں حماس کا تو کوئی نقصان نہیں ہوا تاہم اسرائیل کی کمر ٹوٹتی نظر آ رہی ہے،اب تک کئی اسرائیلی فوجی جہنم کی وادی میں جا چکے ہیں،اسرائیل کو اس کارووائی کی ضرورت کیوں پیش آئی،اس کے پس منظر میں مقاصد کیا ہیں ان کا اندازہ انٹرنیشنل سیکورٹی کے عالمی شہرت یافتہ ماہر ڈاکٹر نفیز احمد کے معتبر برطانوی اخبار گارڈین کو دیے گئے انٹرویو سے لگایا جا سکتا ہے،انہوں نے اسرائیل کے غزہ پر حملے کی اصل وجہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتایا ہے کہ اسرائیل کا اصل ہدف غزہ کے ساحل کے قریب دریافت ہونے والے 1.4 کھرب مکعب فٹ گیس کے ذخائر ہیں جن پر قبضہ کرنے کیلئے غزہ پر آگ برسائی جا رہی ہے،ڈاکٹر نفیز نے موجودہ اسرائیلی وزیر دفاع کے ان بیانات کا حوالہ دیا ہے کہ 2007 میں غزہ پر حملے کرتے وقت دیئے گئے تھے جب وہ اسرائیلی افواج کے سربراہ

تھے۔ موشے یالون کا موقف تھا کہ فلسطینیوں کے گیس کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے کیونکہ اسرائیل کے اپنے ذخائر پر آئندہ چند دہائیوں میں ختم ہونے والے ہیں ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر فلسطینی خود ان ذخائر سے گیس نکالیں گے تو اس کے فوائد اسرائیل کی دشمن تنظیم حماس کو بھی پہنچیں گے جو مضبوط ہو کر اور بڑا خطرہ ثابت ہو گی اس لئے اسرائیل نے یہ ضروری قرار دیا تھا کہ حماس کو جڑ سے اکھاڑا جائے اور اس مقصد کیلئے میں آپریشن کاسٹ لیڈ کا آغاز کیا گیا لیکن 1387 فلسطینیوں کی شہادت کے 2007 باوجود حماس کا خاتمہ نہ ہو سکا۔اس وقت اسرائیل عملی طور پر فلسطین کے تمام معدنی ذرائع ،ساحلوں اور سمندروں کا استعمال کر رہا ہے اور مستقبل میں فلسطینی گیس کے ذخائر کو اسرائیلی ذخائر کا حصہ بنانے کیلئے دوبارہ غزہ پر حملہ کر دیا گیا ہے۔اسرائیل کے دو چیف سائنسدان اپنی حکومت کو بتا چکے ہیں کہ ملک کے معدنی ذرائع خصوصاً گیس ضرورت سے بہت کم ہے۔ 2020 تک اسرائیل کا توانائی بحران شدت اختیار کر سکتا ہے۔اس صورتحال کے پیش نظر اب اسرائیل فلسطینی معدنی ذرائع پر قبضے کو از حد ضروری سمجھ رہا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ذرائع غزہ کے ساحل کے قریب واقع ہیں اور غزہ حماس کے زیر اثر ہے۔اسی مسئلے کو حل کرنے کیلئے اسرائیل نے ایک دفعہ پھر حماس کے خاتمہ کیلئے غزہ پر جنگ مسلط کی ہے اور غزہ کی عوام کو حماس کی حمایت کی سزا دینے کیلئے بڑے پیمانے پر بموں اور میزائلوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ غزہ کی جنگ دراصل فلسطینی مسلمانوں

کو ان کی زمین اور قدرتی وسائل سے ہمیشہ کیلئے محروم کرنے کی جنگ ہے تاکہ یہ زمین اور وسائل اسرائیل کے ناجائز وجود کو زندہ رکھنے کیلئے استعمال ہو سکیں۔

غزہ کی جیت مبارک ہو

’’میں نے آج صبح بہت دکھ اور افسوس کے ساتھ وزیرِاعظم کو لکھا ہے اور انھیں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا ہے۔ میں حکومت کی غزہ پر پالیسی کی مزید حمایت نہیں کر سکتی‘‘ برطانوی دفترِ خارجہ کی وزیر سعیدہ وارثی نے وہ کام کیا ہے جو عرب نہیں کر سکے. ایک ناتواں عورت نے وہ کام کر دکھایا ہے جس کیلئے عرب کے کروڑوں مردوں میں ہمت نہیں تھی، عرب عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مردوں کو چوڑیاں پہنا دیں، کچھ چوڑیاں اور بالیاں داعش کے خلیفہ کو بھی بھیجی جائیں جو زندوں سے تو لڑ نہیں سکتا مزاروں پر ہی اپنے پاگل پن کا مظاہرہ کرتا ہے، کھجوریں کھا کر غفلت کی نیند سونے والے عرب خود ہی برقعے پہن لیں یا چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جائیں تو بہتر ہو گا۔ سعیدہ وارثی نے اپنے استعفے میں لکھا ہے کہ حکومت کی غزہ کے حوالے سے پالیسی اخلاقی لحاظ سے قابلِ دفاع نہیں ہے اور برطانیہ کے قومی مفاد میں نہیں اور اس کے ملک کی عالمی اور اندرونی ساکھ پر دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔

سعیدہ وارثی ان دنوں وزیر برائے مذہب اور سماجی امور کے عہدے پر خدمات سرانجام دے رہی تھیں اور اس سے قبل 12 مئی 2010 سے چار ستمبر 2012 تک برطانوی حکمران جماعت کنزرویٹو پارٹی کی سربراہ کے عہدے پر کام کر چکی ہیں، گذشتہ دنوں ان کے عہدے میں تنزلی کرکے انھیں ایک درمیانے درجے کا وزیر مقرر کیا گیا جس کے ساتھ انھیں موجودہ عہدہ بھی دیا گیا، سعیدہ وارثی برطانوی کابینہ میں شامل ہونے والی پہلی خاتون مسلمان رکن ہیں۔

سعیدہ وارثی کے ساتھ ساتھ انجلینا جولی اور ہر وہ شخص قابل فخر ہے جو اس ظلم کیخلاف بولا۔۔

دوسری جانب اسرائیلی فوج نے حماس سے غزہ میں مار کھانے کے بعد تمام فوجیوں کے انخلا اور انھیں غزہ کی پٹی سے باہر دفاعی مقامات پر تعینات کرنے کا اعلان کیا ہے، اسرائیلی فوج کے ترجمان لیفٹیننٹ کرنل پیٹر لرنر نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل ان دفاعی مقامات پر کنٹرول قائم رکھے گا۔

بین الاقوامی برادری کی جانب سے جنگ بندی کے اعلان کا خیر مقدم کیا گیا ہے اور اب عالمی برادری کی نظریں مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں فریقین کے درمیان ہونے والے مذاکرات پر ہیں۔ ان مذاکرات میں طویل مدت کے سمجھوتے پر

بات چیت کی جائے گی۔

غزہ میں چار ہفتے جاری رہنے والی اس کشیدگی میں 1800 سے زائد عام فلسطینی بچے، عورتیں اور بوڑھے افراد شہید ہوئے اور 67 اسرائیلی ہلاک ہوئے ہیں، جن میں اسرائیلی فوجی شامل ہیں، اس چار ہفتوں کی بمباری میں صرف تین القسام کے مجاہد 63 شہید ہوئے ہیں۔

جنگ بندی کو چال کے طور پر استعمال کرکے اسرائیلی فوج نے اقوام متحدہ کے کیمپوں کو بھی بار بار نشانہ بنایا، جس کا اعتراف اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون اور امریکی صدر باراک اوبامہ بھی کیا، سوال یہ ہے کہ بار بار انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنیوالے اسرائیل پر پابندیاں کیوں نہیں لگا دی جاتیں؟

بلاشبہ اسرائیل نے فلسطین کا جانی و مالی نقصان کیا ہے لیکن جو عالمی سطح پر اس کی رسوائی ہوئی ہے یہ اس کی شکست ہے، نہتے حماس مجاہدین سے مار کھانا بہت بڑی ہار ہے جو اسے تسلیم کرلینی چاہیے، وینزویلا، برازیل، سکاٹ لینڈ، ترکی کے حکمرانوں کے اسرائیل کیخلاف اقدامات مسلم حکمرانوں کیلئے قابل تقلید ہیں، فلسطینی ہار کر بھی جیت گئے ہیں، یہ جیت عربوں کو مبارک ہو۔

آزادی اور انقلاب ساتھ ساتھ۔۔۔ قوم کے وارے نیارے

پاکستان کی اٹھارہ کروڑ عوام کیلئے خوشخبری ہے کہ اب اس کو انقلاب اور آزادی اکٹھے ملیں گے۔ یہ انکشاف پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری نے لاہور میں ''یومِ شہدا'' کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔اب وہ عمران خان کے ساتھ چل کر ظلم کا خاتمہ کریں گے۔

یہ انقلاب فوجی بوٹوں کی چاپ کی صورت آتا ہے یا پرامن جمہوری پراسس کے ذریعے یہ ''آزادی اور انقلاب مارچ'' کے اسلام آباد پہنچنے کے بعد پتا چلے گا۔انقلاب کا یہ سفر بڑا ہی پر خطر ہے۔ پھولوں کی سیج سے تو ممکن نہیں ۔۔حکومت انقلابیوں کیلئے کانٹوں کی سیج سجا چکی ہے۔ جو کچھ بھی ہو ایک بار پھر پاکستان کی آزادی لہو لہان ضرور ہوگی۔ دونوں طرف سے جو مرے پاکستانی ہی مریں گے۔ کٹیں گے تو پاکستانی جوان ہی کٹیں گے۔ خیر چھوڑیے آزادی اور انقلاب میں تو ایسا ہوتا ہے۔

انقلاب کے بعد کیا ہوگا ؟ ہر بے گھر کو گھر ملے گا۔ ہر ایک پاکستانی شہری کو نوکری ملے گی۔ نوجوان بیروزگار نہیں رہیں گے۔ پانی، بجلی، گیس کو ٹیکسز

کی چھوٹ ملے گی۔ صحت کی مفت سہولت مفت تعلیم ملے گی، غریب کسانوں کو زمین ملے گی، دہشتگردی، انتہا پسندی ختم کرنے کیلئے دس ہزار تربیتی سنٹرز قائم کیے جائیں گے، کیا کہا دہشتگری!۔۔جو ہم کر رہے ہیں یہ تو انقلاب کیلئے ہی تو ہے، خواتین کو سماجی تحفظ ملے گا، نجی سرکاری شعبہ کے تمام ملازمین کے سروس سٹرکچر میں اضافہ کرینگے۔

تحریک انصاف کے رہنماؤں کیلئے تو یہ انقلاب بھاری رہے گا، شاہ محمود، جاوید ہاشمی، جہانگیر ترین کی زمینیں تو نہیں رہیں گی، اعظم سواتی صاحب جیسے لوگ تو کنگال ہو جائینگے، بقول حکومتی ارکان شیخ الاسلام کی بھی بڑی جائیداد ہے وہ بھی گنوانی پڑے گی، حقو مصلی، نقو کمہار، گلو نائی کی تو ان سے اہمیت بڑھ جائے گی نا!

انقلابی قافلے کی قیادت کون کر رہا ہے؟ شیخ رشید احمد جن کی عوامی مسلم لیگ جس کے حامی ایک سالم تانگے میں پورے آجاتے ہیں۔ پرویز الٰہی جن کی اپنی جاگیریں ہیں۔ چوہدری شجاعت حسین جنہوں نے لال مسجد اسلام آباد پر حملے کے فوراً بعد مشرف حکومت کے استعفے کا مطالبہ کر دیا۔ یہ وہ مسلم لیگی ہیں جو فوجی حکمرانی کے دور میں اقتدار میں آئے اور اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ کو قومی فریضہ اور باعث تقویت قلب و روح سمجھتے ہیں۔

چلیں جو بھی، کوئی بھی ہو پاکستان کا ہی فائدہ ہوگا ناں ! اللہ کرے یہ انقلاب اسلام آباد جنوری مارچ 2013ء جیسا نہ ہو، یہ انقلاب ہو تو نیلسن منڈیلہ کے انقلاب جیسا ہو۔ تبدیلی ایسی ہو جیسی ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ امریکہ میں لائے،.برما کی آن سان سو کائی جمہوریت کیلئے لے آئیں۔ ایران کے آیت اللہ خمینی اپنے ملک میں لائے، چین کے مارے تنگ کے انقلاب جیسا ہو،ایسی آزادی ہو جو قائد اعظم محمد علی جناح نے 67.برس پہلے دلائی تھی، یہ ''نیا پاکستان'' ذوالفقار علی بھٹو کے پاکستان جیسا نہ ہو وگرنہ اس وقت کے محمد علی کی طرح زندگی بھر روتے رہیں گے۔

علامہ صاحب نے یہ بھی اعلان کیا ہے بلکہ وعدہ لیا ہے کہ جو کوئی بھی تبدیلی لائے بغیر اسلام آباد سے لوٹے سب کو مار دو،علامہ صاحب اور خان صاحب دونوں نے نقصان کی صورت میں ''شریفوں''کو مارنے کی دھمکی دی ہے، شریف تو گئے کام سے۔

علامہ اور خان صاحب کیلئے تنبیہہ ہے کہ یہ معاشرہ.بڑا ہی بے درد ہے، یہ قوم.بڑی ہی ظالم ہے،اگر آپ نے آزادی کے بعد آزادی نہ دی تو یہ آج آپ کا ساتھ ہے توکل آپ کو ہی کسی چوک چوراہے میں لٹکا دے گی۔

بھلا ہو سیاست کا !

بھلا ہو ان چند ہزار سیاست دانوں کا، بھلا ہو ان انقلابیوں کا ''آزادی مارچ'' والوں کا جنھوں نے کروڑوں پاکستانیوں سے جشن آزادی منانے کا بھی حق چھین لیا،زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا کہ آزادی کے دن قومی پرچم کی بجائے ترنگا (تحریک انصاف، عوامی تحریک کے جھنڈا) دیکھا،ٹی وی چینلز پر ملی نغموں کی بجائے مخصوص پارٹیوں کے مختلف زبانوں میں ''گانے'' سننے کو ملے۔

سرکاری، غیر سرکاری سطح پر ہونے والی تمام تقریبات کی خبریں،مارچوں کے ہنگاموں میں دب گئیں،

دن ایک بجے تک ایسے لگ رہا تھا جیسے میں قبرستان میں رہتا ہوں، 14 اگست ۔۔یوم آزادی پاکستان جس دن زندہ دلان لاہور سارا دن ملی نغمے گاتے،ہلہ گلہ کرتے نظر آتے تھے، گھروں میں سہمے رہے، دن ایک بجے گھر سے نکلا، سوچا آزادی کی مبارک باد ہی دے دوں ۔۔پر کس کو؟ میں سارا دن پاکستانی ڈھونڈتا رہا، مجھے ملا تو پنجابی،پٹھان ،سندھی، بلوچی، کشمیری، بلتی ، اہلحدیث ،بریلوی , دیوبندی, شیعہ , سنی, نون لیگی ،سونامی , قادری کے انقلابی , جیالے, سرخے ،جماعتی, سرائیکی , اردو سپیکنگ , لوکل , مہاجر , شہری اور پینڈو ملا، نا ملا تو کوئی

مسلمان ملا اور نا ملا تو پاکستانی ملا، میرا ملک صرف پاکستانیوں کو ملنے سے ترستا ہے، خدارا پاکستان کو 47ء کا پاکستانی لوٹا دو، وہ پاکستان پر مر مٹنے والا قائدؒ کا نوجوان لوٹا دو۔

1947ء سے قبل ہم ایک گورے انگریز کے غلام تھے تو آج کئی کالے انگریزوں کے شکنجے میں جکڑے ہیں، معاشی طور پر سرمایہ دار گلہ گھونٹ رہا ہے تو جاگیر دار غریب کے بچوں کو اپاہج کر رہا ہے، آزادی کے وقت مذہب کا نعرہ لگایا گیا لیکن کیا مذہبی آزادی ملی؟ آج مولویوں کے غلام ہیں، ہر ایک کا اپنا دین ہے، ہر مولوی دوسرے کو کافر سمجھتا ہے، صرف یہیں تک نہیں اپنے اپنے نظریات دوسروں کے ذہنوں میں ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے، قوم کی بیٹی آج بھی مرضی کی زندگی نہیں جی سکتی، بات بات پہ گلہ کاٹ دیا جاتا ہے۔

سیکولرازم کے وکیل دانشور، ٹی وی چینلز کے ٹاک شوز، اخبارات کے اداتی صفحات، تقاریب میں تقاریر کے دوران قائداعظم محمد علی جناح کو سیکولر ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں ایسی ایسی من گھڑت تاویلیں اور دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ رونے کو جی چاہتا ہے، ملک میں ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ آزادی نہیں غلامی کا احساس ہوتا ہے۔

ہم سیاسی طور پر کبھی جمہوری نظام اپناتے ہیں تو کبھی فوجی چھتری تلے پناہ ڈھونڈتے ہیں، کبھی اسلامی سوشلزم کا سہارا لیتے ہیں تو کبھی خود ساختہ شریعت کا۔ کبھی بندوق کے ذریعے اپنا حکم چلاتے ہیں تو کبھی کوئی اور راستہ اختیار کرتے ہیں،آخر یہ سیاست چاہتی کیا ہے؟ آزادی مارچ تین کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہا ہے۔ عقلمندانہ سوچ کہتی ہے کہ جب تک یہ اسلام آباد پہنچے گا 2018 ء کے انتخابات کا وقت ہو چکا ہو گا. بھلا ہو سیاست کا جس نے قوم سے آزادی منانے کا حق چھینا، عوام کا نام استعمال کرکے اسی کو تکلیفیں دیں ،چند ہزار لوگ انقلاب لآئیں نہ لائیں، نیا پاکستان بنے نہ بنے ایک بات اٹل ہے قوم مزید تکلیفیں.برداشت کرنے کیلئے تیار رہے۔

کیا ہوگا؟ کیا ہونے والا ہے۔۔۔؟؟

گزشتہ 72 گھنٹوں سے پاکستان پوری دنیا کیلئے توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، ہر ایک تجسس میں ہے کہ اگلے لمحے کیا ہوگا، پاکستان کے گلی محلے، چوک چوراہے، ڈائینگ ٹیبل سے حکومتی ایوانوں تک بے یقینی کی کیفیت طاری ہے، ہر ایک پاکستانی بے چینی کی حالت میں ہے، تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان اور عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر طاہر القادری اپنے اپنے ہزاروں کارکنوں کے ساتھ گزشتہ چوبیس گھنٹوں سے اسلام آباد کی دو مختلف شاہراہوں پر دھرنا دیے ہوئے ہیں، دونوں نے اپنے اپنے مطالبات بھی پیش کر دیے ہیں، دونوں کی نظریں چند کلومیٹر پر موجود وزیر اعظم ہاؤس پر ہیں، دونوں سربراہان نے ''شریف برادران'' سے استعفیٰ مانگا ہے، دوسری جانب سیاسی جماعتیں جمہوریت کو بچانے کیلئے ہاتھ پیر مار رہی ہیں، ان سب میں جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق سب سے زیادہ سرگرم نظر آتے ہیں، سراج الحق کو دونوں فریقین کا اعتماد حاصل ہے، خوشی کی بات یہ ہے کہ سیاسی قیادت میچور ہو چکی ہے، بہر حال ن لیگ کی حکومت سے پندرہ ماہ بعد ہی استعفے کا مطالبہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

حکومت مخالف مارچ پاکستان میں عام ہیں؛ ان مارچوں نے ایک جنون کے طور پر جگہ

لے لی ہے، تاریخ میں بھی ایسے مارچ ہوتے رہے ہیں، جون 1996ء میں جماعت اسلامی ایک دھرنے کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کی حکومت گرا چکی ہے، اب جو دھرنا دیا جارہا ہے اس کا نتیجہ بھی جلد نکل آئے گا، بہر حال جس تعداد کا دونوں پارٹیوں نے اعلان کیا تھا جمع کرنے میں ناکام رہیں، پاکستان کی سب سے زیادہ طاقتور فوج کی طرف سے ایک بہانے کے طور پر اس احتجاج کو استعمال کرنے کا امکان نہیں ہے؛ فوج اس وقت پوری صلاحیتیں دہشتگردی کیخلاف صرف کر رہی ہے۔

فکر مندی کی بات یہ ہے کہ دونوں دھرنا باز سربراہان استعفیٰ سے نیچے کسی بات پر آتے نظر نہیں آرہے، دونوں اپنے رویے میں لچک پیدا کرتے نظر نہیں آتے، منگل کے روز، وزیر اعظم نواز شریف نے سپریم کورٹ کے ایک کمیشن کا اعلان کیا تھا جو انتخابات میں دھاندلی کی تحقیقات کرتا، مسٹر خان گزشتہ سال کی ووٹنگ کے بعد سے بار بار یہی مطالبہ کررہے تھے، سیاسی جنگ کا سمجھ سے بالاتر ہے، مسٹر قادری اور مسٹر خان غیر معینہ مدت تک اسلام آباد میں رہیں گے، مسٹر خان نے بات چیت کی حکومت کی پیشکش کو مسترد کردیا ہے.

اگر دونوں فریقین کسی ایک نقطہ پر اتفاق نہیں کرتے تو یہ ملک کے لئے نقصان دہ ہوگا، غیر یقینی صورتحال ہے، مظاہرین طویل عرصہ تک رہنے کی کوشش کرتے ہیں تو حکومت کیاجواب دے گی کسی طرح واضح نہیں ہے.

تھرکتے دھرنے اور "بتوں" کے وار

اٹھارہ کروڑ عوام نے جو اسلام آباد میں نئے پاکستان اور" تبدیلی،، کی جھلک دیکھی وہ شاید کبھی دیکھی ہو، دھرنے کیلئے مارچ نکالنا تو آسان ہے مگر دھرنا دے دینا مشکل ہوتا ہے اور اُس وقت مشکل تر ہو جاتا ہے جب وہ طول پکڑ جائے ۔ شرکاء کو ایک جگہ مجتمع رکھنا اور اُن کا جوش و خروش بڑھاتے رکھنے کیلئے قیادت کو کیا کیا پاپڑ نہیں بیلنے پڑتے ۔اس کا ایک مظاہرہ تو دونوں دھرنوں میں دی جانے والے تند و تیز بیانات و اعلانات اور ڈیڈ لائنوں کے ذریعے ہوتا رہا ہے ، باقی سارا دن اور رات کے پہر میں کارکنوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کیلئے میوزک فیسٹول کا مقابلہ بھی جاری رہا ۔مقابلے کو جیتنے اور زیادہ سے زیادہ ٹی وی اسکرینوں پر رہنے کیلئے دونوں طرف سے خواتین کو ہی مسلسل "مشق سخن" بننا پڑا ۔ تمام ٹی وی چینلز ان دنوں اپنے انٹرٹینمنٹ پروگرام بند کرکے بجٹ بچانے میں مصروف ہیں اور ناظرین کو لائیو انٹرٹیمنٹ سے محظوظ کر رہے ہیں-

پی ٹی آئی کی خواتین رقص کرتی ہیں تو گویا میڈیا کے نیوز روم ہی جھوم اٹھتے ہیں اور تمام کیمرے ان کے علاوہ کسی اور کو دکھانے کے روادار نہیں ہیں ۔ عوامی تحریک کی خواتین بھی اس صورتحال کو اپنے حق میں لے جانے کی " اپنی سی

کوشش " میں مصروف رہیں۔

کشمیر روڈ کے دھرنے میں ایک موقع پر خواتین کے رقص نے اتنا جوش پیدا کر دیا کہ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ بھی ناچنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ تو شکر ہے کہ ہوا بھی مبہوت ہو کر انہیں دیکھنے لگی تھی وگرنہ وہ چل پڑتی تو ڈانس کے نئے سٹیپ متعارف ہو جاتے۔۔ان کی دیکھا دیکھی عوامی تحریک کی قیادت نے بھی اس میدان میں اپنی مہارت دکھانے کی ٹھان لی اور ایسے ٹھمکے لگائے کہ بازار حسن کی طوائفوں نے بھی پلوؤں میں منہ چھپا لئے

۔۔۔

بہرحال ۔۔۔۔۔ دھرنے میں شریک پی ٹی آئی کی خواتین نے ناچ ناچ کے حال.برا کر لیا۔۔۔۔ مگر نواز شریف استعفے پہ راضی نہ ہوا۔

! باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ اس استعفے کیلئے ابھی "مزید کچھ اور" کرنا ہوگا۔۔۔

انقلاب اور آزادی کے سپہ سالاروں کی تقریروں کو سن کر عوام سلطان راہی کی بڑھکوں کو بھول گئے ہیں، لالی وڈ کو ایک بار پھر زندگی دینے پر دونوں سالاروں کا شکریہ۔۔

یہاں دھرنے میں جوش کی نئی روایت ڈالی گئی تو دوسری جانب ن لیگ کے ''بٹ''
بھی چھائے رہے، گلو بٹ نے ماڈل ٹاؤن لاہور میں گاڑیوں کے شیشے توڑے تو
گوجرانوالا کے پومی بٹ نے ''عمرانی قافلے'' پر روڑے برسا دیے، ملتان کا ''بلو
بٹ'' بھی پیچھے نہیں رہا اس نے بھی نئے پاکستان کو بننے سے روکنے کیلئے حضرت بہاء
الدین زکریؒ کے جانشین کے گھر پر حملہ کردیا، بھلا ہو پولیس والوں کا جنہوں نے بچا لیا
بھلا ہو دھرنوں اور سیاست کا جس نے پوری قوم کو ''خواب غفلت'' سے جگا دیا، پوری
قوم تمام کام چھوڑ کر انقلاب اور آزادی کیلئے ٹی وی سکرینوں کے سامنے جمع ہو چکی
ہے، سوشل میڈیا پر تو حق و باطل کی جنگ جاری ہے، اس جنگ میں ہر ایک اپنے تئیں
جیتنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، تہذیب کے پیمانے بھی تبدیل ہو چکے ہیں، ہر کمنٹ میں
گالی دینا معمول بن چکا ہے، یہ الگ بات ہے گالی کیسی ہوتی ہے؟ انقلابی یا بدلی بدلی
سی۔۔

میری ہنسی مجھے لوٹا دو!

صدی کا تباہ کن سیلاب کشمیر، گلگت بلتستان سمیت چاروں صوبوں کو روندتا ہوا بحیرہ عرب کی جانب بڑھ رہا ہے، لاکھوں افراد کو بے گھر کرنے والا بے رحم پانی بڑے بڑے جاگیرداروں، رئیسوں، وقت کے فرعونوں ص کی طاقت کا مذاق اڑاتا چھوٹی چھوٹی ''جھگیوں'' والوں کو بھی ساتھ لے گیا۔ مسکراتے بچوں کی مسکراہٹیں چھین گیا، پاک دامن عورتوں کی چادر چاردیواری تار تار کر گیا، عزت اور خودداری سے جینے والے بزرگ ایک ایک نوالے کے لئے حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف تک رہے ہیں، اخبارات دیکھتے ہیں تو حسرت و یاس کی تصویریں ملتی ہیں، ٹی وی چینلز آن کرتے ہیں تو مصیبت زدہ لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر بچاؤ، بچاؤ کی دہائیاں دے رہے ہوتے ہیں، یہ سیلاب 2010ء کی طرح آنے والی بے رحم موجوں کی طرح ایک آفت ہے، ایک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کی سزا ہے، ہماری سستیوں، نااہلی اور گناہوں کا ردعمل ہے۔ اللہ کا غضب ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے ان آفتوں سے' ہم کمزور انسان ہیں، کمزور ملک کے باشندے ہیں، ہم میں برداشت کرنے کی قوت نہیں، ہم جو سیلاب سے محفوظ رہے ہیں متاثرین کی بے بسی کا مذاق نہ اڑائیں، جعلی کیمپوں اور فوٹو سیشن سے دنیا کو دھوکہ دے سکتے ہیں، مجبور لوگوں کو نہیں اور نہ ہی پوری کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ کو جو لمحوں میں دنیا کو بنانے

اور ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہے،اللہ ان لوگوں کو بھی دیکھ رہا ہے جو صحیح معنوں میں خدمت کا حق ادا کر رہے ہیں اور ان کو بھی دیکھ رہا ہے جو سیاست اور دکھاوا کر رہے ہیں، خادم اعلیٰ پنجاب نے خادم ہونے کا ثبوت دے دیا، تمام خطرات سے بے خطر میاں شہباز شریف پیدل چل کر واٹر بوٹس کے ذریعے پھنسے لوگوں کو نکال رہے ہیں، ہیلی کاپٹر سے لٹک کر پانی میں پھنسی رعایا کو خوراک پہنچا رہے ہیں۔ جن قوموں کے ایسے حکمران ہوتے ہیں وہ ہر طوفان کا مقابلہ کر سکتی ہے، اور جس کے جذبے الخدمت فاؤنڈیشن کے کارکنان جیسے ہوتے ہیں وہ ہر دکھ کو ہنسی خوشی جھیل سکتے ہیں، جن کی ہمت مولانا عبدالستار ایدھی جیسی ہوتی ہے وہ قوم کبھی نہیں مر سکتی، نوجوانوں کی طرح کام کرنے والا، ملک کے چپے چپے میں دکھی انسانیت میں خوشی بانٹنے والا عبدالستار ایدھی زندگی کی امید بانٹ رہا ہے، حافظ محمد سعید کی جماعت الدعوۃ جس پر حکومت کی طرف سے پابندی ہے، جسے دنیاکے فرعون ''دہشتگرد'' کہتے ہیں، پابندی کے باوجود فلاح انسانیت فاؤنڈیشن پورے جذبے کے ساتھ خدمت میں پیش پیش ہے۔ خانیوال میں بابا اسحاق کا ادارہ خدمت خلق محدود وسائل کے ساتھ نیکی کے کام میں اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔ اسی طرح کئی تنظیمیں اپنے محدود وسائل کے باوجود انسانوں میں زندگی بانٹ رہی ہیں، ایسے حالات میں عمران خان کی تحریک انصاف کو سیلاب زدگان کی خدمت کرکے دل فتح کرنے چاہئیں تھے۔ علامہ طاہر القادری کی منہاج القرآن کو اپنے ہی آبائی علاقے اٹھارہ ہزاری

کی فکر کرنی چاہئے تھی، منہاج القرآن تو ویسے ہی خیراتی ادارہ ہے، لوگوں کے چندوں سے لوگوں کی امداد کے لئے بنایا گیا تھا، افسوس کہ اقتدار کی کرسی کیلئے اٹھنے والی آواز کے نیچے سیلاب زدگان کی ''چیخیں'' دب گئیں اللہ کی رحمت ہو ان سب لوگوں پر جو مصیبت کے وقت اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ رہے ہیں، عالمی برادری، مخیّر حضرات، صاحب استطاعت لوگ فنڈز ان لوگوں کو دے سکتے ہیں، یہ لوگ پوری دیانت کے ساتھ خرچ کر رہے ہیں، تم مت دو اپنی امداد ایسے شخص، ایسی تنظیم کو جس کے ہاتھوں سے کرپشن کی بو آتی ہو، پاک آرمی کے کیمپوں میں چندہ دو جس کے سجیلے جوان ہر آفت، ہر مصیبت میں اپنی قوم کا ساتھ دیتے ہیں جنگ کے میدانوں میں سینے پہ گولی کھاتے ہیں تو سیلاب میں تیز پانی کی لہروں سے کھیلتے ہیں، ہواؤں میں عقابوں کی طرح پرواز کرتے ہیں تو خشکی پر شیروں کی طرح دشمن پر دھاڑتے ہیں، سلام ہے اُن ماؤں کو جن کی کوکھ سے ایسے سپوت جنم لیتے ہیں، سلام ہے صوبیدار عناب گل شہید کو جو باراتیوں کو بچاتے ہوئے بے رحم لہروں سے لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کر گیا، سلام ہے جنرل راحیل شریف کی سپہ کو جو وزیرستان میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ رہی ہے، یہ وقت بیداری کا ہے، بھائی چارے کا ہے، اتحاد اور محبت کا ہے، دکھ اور درد میں گھری انسانیت کو خوشیاں لوٹانے کا ہے، عید قربان قریب ہے اپنے بچوں کی طرح سیلاب متاثرین اور آئی ڈی پیز کے بچوں کو نہ بھولنا، عورتیں چار دیواری مانگ رہی ہیں، بوڑھے عزت کی روٹی کو ترس رہے ہیں، بچے اپنی مسکراہٹیں مانگ رہے ہیں

اے ہم وطنو! سیاست کو چھوڑو، یکطرفہ صحافت کو دفعہ کرو، تاجرو! نیکی کی تجارت کرو۔ اپنے بچوں کی خوشیوں کو دیکھتے ہوئے ان بچوں کی خوشیوں کو یاد رکھو جو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں میری ہنسی مجھے لوٹا دو، میری ہنسی مجھے لوٹا دو۔

امن، محبت کے پھول دھوکہ ہیں

امن کی سرحدیں کسی ایک ملک، ریاست یا قوم تک محدود نہیں ہیں،امن ہر معاشرے، قوم اور ریاست کی آج سے نہیں بلکہ بالکل ابتدا سے ایک ناگزیر شہ ہے اور اِس کو قائم رکھنا کسی ایک ملک کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر قوم پر لازم ہے۔دنیا میں کوئی بھی ملک یا قوم اگر جنگ اور بدامنی سے اپنے مفادات حاصل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو یہ اس ملک کی ایک بڑی بھول ہے، کیونکہ اگر وہ آج کسی ملک کے حالات خراب کرنے کی متمنی ہے تو پھر وہ وقت بھی جلد آ پہنچا ہے جب اُن کے اپنے گھر میں آگ لگ جائے۔اِس لیے اگر امن کو ہر ایک ملک ، قوم آج کے دور میں اپنے لئے ایک ضرورت سمجھ لے تو یہی ترقی کا ایک اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے وزیراعظم نواز شریف کا خطاب واحد اسلامی ایٹمی طاقت کے صحیح لیڈر کی تقریر تھی،ان کا کشمیر پر دو ٹوک مؤقف پیش کرنا اور اس مسئلے کے حل نہ ہونے کا ذمہ دار اقوام عالم کو قرار دینا ایک حقیقت ہے، عالمی امن کے دعویداروں نے مسلمانوں کے حوالے سے دورخی اختیار کر رکھی ہے،ایسی دورخی جو دنیا کو تباہی کی جانب لے جا رہی ہے،مذہبی تفریق کو جنم

دے رہی، یہ دورخی قوموں کو تقسیم بھی کررہی ہے،اقوام متحدہ نے جہاں عیسائیوں کا معاملہ آیا تو فوری رائے شماری کرادی، مشرقی تیمور میں امن فورسز بھی بھیجیں لیکن کشمیر آج تک امن کو ترس رہاہے،اسے امن نصیب نہیں ہو رہا، گزشتہ 67برسوں سے اولاد آدم کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہاہے،اقوام عالم کی اس معاملے پر بے حسی لمحہ فکریہ ہے، وزیراعظم پاکستان نے خطے میں امن اور برابری کی بنیاد پر ہمسایہ ممالک کو تعلقات کی بھی دعوت دی ہے۔وزیراعظم نے سیکرٹری خارجہ کی سطح پر طے شدہ مذاکرات کی منسوخی کا بھارت کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔وزیراعظم نے غزہ میں اسرائیل کی جانب سے فلسطینی عوام کی نسل کشی کی بھی مذمت کی، مسئلہ فلسطین کا نتیجہ خیز حل نکالنے پر زور دیا ۔

اقوام متحدہ کو آج کے دور میں یہ کوششیں کرنی ہوں گی کہ کسی ملک میں امن کو خراب کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جا سکتی۔کشمیر جیسے مسائل جہاں بھارت فوجی طاقت کے استعمال سے کشمیر کے امن کو خراب کیے ہوئے ہے،اقوام متحدہ کو نوٹس لے کران ممالک میں امن کے لئے سنجیدہ کوششیں کرنی ہوں گی۔تب ہی دنیا میں اقوام متحدہ کااصل مشن کامیاب ہو سکتاہے۔ورنہ عالمی امن کے وہ مقاصد حاصل کرنا مشکل ہوں گئے جو اقوام متحدہ حاصل کرنے کاارادہ رکھتا ہے۔

اس سے قبل اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے امریکی صدر کا کہنا

تھا کہ امریکا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے قانون پر یقین نہیں رکھتا، دہشت گردی عالمی مسئلہ ہے جس کے خاتمے کے لئے تمام ممالک کو مل کر کام کرنا ہوگا، عراق اور شام میں سرگرم جنگجو تنظیم داعش کے خلاف تنہا نہیں لڑ سکتے جبکہ داعش کے خاتمے کے لئے 40 سے زائد ممالک کارروائی کے لئے تیار ہیں، اسلام عظیم مذہب ہے اور امریکا کی اس سے کوئی لڑائی نہیں، کسی بھی غیر ملکی سرزمین پر قبضے کے لئے فوج نہیں بھیجیں گے۔

جناب اوبامہ کے دل میں ایک بار پھر مسلمانوں کیلئے محبت جاگ رہی ہے،امریکہ جب بھی کسی مسلمان ملک کیلئے ''محبت'' کا اظہار کرتا ہے تو اس کی خیر نہیں ہوتی،امریکہ اب شام میں جمہوریت لانے آ رہا ہے، مظلوموں کی دادرسی کیلئے دلکش پیکج بھی لایا ہے، داعش تو بہانہ ہے،ایسے ہی جیسے افغانستان کے طالبان، عراق کا صدام تھا۔ کل طالبان ظالم تھے،اسامہ دہشتگرد تھا تو آج شام کا بشارالاسد،امریکہ کی پیدا کردہ داعش ان کی جگہ لے چکے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ کل پاکستان اور قطر نے اپنے بھائیوں کو مروانے کیلئے راستہ فراہم کیا تو آج ایران ، سعودی عرب اور عرب امارات یہ سہولت فراہم کر رہے ہیں۔امریکہ دنیا میں ایک ایسا دوست ہے جس کی موجودگی میں کسی دشمن کی ضرورت نہیں رہتی۔اس کا برملا اعتراف ایک سابق امریکی صدر کرچکے ہیں،کہتے ہیں کہ اگر آپ کو کسی دشمن کو تباہ کرنا ہے تو اسے دوست بنالو۔معروف امریکی مصنف نوم چومسکی کا

خیال کہ امریکہ کا دشمن ہونے سے بدتر اس کا دوست ہونا ہے۔ آج امریکہ شام کے عوام، ایران اور دیگر عرب ممالک سے دوستی کا ہاتھ ملا رہا ہے، کل یہی ہاتھ شانوں سے جدا کر دے گا۔ محبت کیلئے زبانیں گنگ کر دے گا۔ خونخوار درندے کے ہاتھوں میں محبت کے پھول دھوکہ ہیں۔

جمہوریت ناکام، جمہور کو نئے نظام کی تلاش

جمہوریت آج کے زمانے میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور کامیاب طرز حکومت ہے۔ کسی حد تک اس کا تعلق پہلی عالمی جنگ کے بعد دنیا کی بڑی بادشاہتوں اور شخصی حکومتوں کے زوال سے، اور دوسری عالمی جنگ میں جمہوری اتحادی طاقتوں کی فتح کے بعد مجموعی آواز سے ہے۔ نوے کی دہائی کے اوائل میں جمہوریت کیخلاف طاقت کے آخری مرکز سوویت یونین کے ختم ہونے کے بعد ساری دنیا میں حکمرانی کا کوئی ایسا قابل ذکر ماڈل نہیں ہے جو جمہوریت کا مقابلہ کر سکے۔

تاہم دنیاکے سب سے گنجان آبادی والے براعظموں ایشیااور افریقہ کے کئی ممالک میں جمہوریت کے فوائد عام لوگوں تک نہیں پہنچے۔ مشرق وسطی میں انقلابیوں یا حکومتوں کی تبدیلی کے نتیجے میں چند طویل المیعاد آمروں کے ہٹائے جانے کے باوجود، یہ علاقہ مسلسل تشدد کی وجہ سے تباہی سے دوچار ہے اورہر روز نوزائیدہ جمہوریت کو چیلنج کرنے کے لیے نئی طاقتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔

اور جہاں جمہوریت اب تک سینہ سپر ہے، جیسے پاکستان میں، وہاں کلیدی

کارکردگی کے پیمانے جو عوامی بہبود پر اثر انداز ہوتے ہیں عوام کے حالات میں کسی طرح کی بہتری دکھانے میں بری طرح ناکام ہیں۔ پاکستان میں آج بھی عام آدمی محرومیوں کا شکار ہے۔ یہاں کی صحافت تجارت بن چکی، یہاں علم کی بولی لگتی ہے اور قلم بکتے ہیں، سیاست بدنام ہوچکی، غیرت بے نام ہوچکی، یہاں کی تجارت پیشہ پیغمبری نہیں رہی، یہاں غریبوں کا خون چوسنے کیلئے ذخیرہ اندوزی کی جاتی ہے، گرانفروشی کی جاتی ہے، تھانوں میں جائیں انسان کپڑے بھی اتروا کر نکلتا ہے، یہاں کے پولیس والے سگریٹ کی ڈبیا کی خاطر اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں، استاد، استاد نہیں رہا اور شاگرد، شاگرد نہیں رہا، علم دینے والے صنعتکار بن گئے اور علم حاصل کرنے والے سردار بن گئے ہیں۔ یہاں غریبوں کے بچے راتوں کو بھوکے سوجاتے ہیں اور بڑے بڑے گھروں اور توندوں والے پوچھنا تک گوارہ نہیں کرتے، جمہوری ملک کیا ایسا ہوتا ہے؟

اکثر اٹھنے والے سوالات کی، کہ یہ نتائج خود جمہوریت کی ناکامی کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا نہیں، درحقیقت یہاں کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ کچھ عرصے سے اس لفظ 'جمہوریت' کا استعمال ایک دلکش کہاوت کے طور پر عوام کے لیے سبز باغ کے وعدوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دوسری جانب، جمہوریت کے اصول، جیسے کہ شفاف حکمرانی اور کارکردگی کے پیمانے، پاکستان میں عوامی مباحث کا حصہ اتنا نہیں بنتے ہیں جتنا جمہوریت کی ضرورت۔

چنانچہ جمہوریت کی حمایت میں ایسے جملے کہے جاتے ہیں جیسے 'بہترین انتقام' اور اس کی بدترین شکل بھی بہترین آمریت سے بہتر ہے۔ اس طرح کے موازنے کے لیے ضروری ہے کہ عوامی بہتری کے بارے میں اعداد و شمار کی رو سے درست اور تصدیق شدہ معلومات موجود ہوں اور بڑے پیمانے پر تسلیم بھی کیے جاتے ہوں۔ پبلک اخراجات اور ترقیاتی بجٹ کے استعمال کے اعداد و شمار کے بارے میں یہ ابہام پالیسی اور فیصلہ سازوں کو بے خوف کر دیتا ہے، اور موقع دیتا ہے کہ وہ عوام کی پوچھ گچھ کی پرواہ کیے بغیر اقدامات کریں۔

مثال کے طور پر، بنیادی اقدامات جیسے کہ داخلی اور خارجی قرضوں کے انتظام کا معاملہ لے لیجیے، براہ راست قرضے اور آئی ایم ایف کے پروگراموں میں شمولیت، عالمی مارکیٹ میں بانڈ کا اجراء یا کرنسی نوٹوں کی چھپائی۔ پاکستان میں ان مالیاتی معاملوں کو طے کرنے کے فیصلے، جو فوراً افراط زر اور ملک کی معیشت کی صحت پر طویل المدتی اثرات ڈالتے ہیں، وہ عوام کے منتخب کردہ پارلیمنٹ کے نمائندوں کی شمولیت اور منظوری کے بغیر کیے جاتے ہیں۔

ہونا یہ چاہیے کہ، جمہوریت عوام کو سوالات کرنے کی اجازت دے، جنہیں حکومت کی روز کی کارکردگی اور ملک کے لیے طویل المدتی منصوبوں، خارجہ پالیسی سمیت

سب معاملات کا جواب بھی ملنا چاہیے۔ داخلی جمہوری عمل کی کمی سیاسی پارٹیوں کے اندر پارٹی کے آفیشلز، اسمبلی کی سیٹوں اور وزیر اعظم کے عہدے کے لیے نامزدگی کے طریقہ کار سے بھی بالکل واضح ہے۔

اکثر وبیشتر، پارٹی کے سربراہ اور ان کے قریبی رشتہ دار انتخابات سے پہلے اور بعد میں پارٹی کے اوپر اپنی آہنی گرفت برقرار رکھتے ہیں۔ انتخابی پارٹیوں کیلیے جمہوری طرز عمل کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت کے علاوہ، یہ بھی اتنا ہی اہم ہے کہ انتخاب شفاف ہو اور کسی کو اس میں شک بھی نہ ہو۔ اور پارٹی کی ساخت کے لیے بھی یہ کرنا ضروری ہے۔ بلکہ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرنا چاہیے جیسے الیکٹرانک ووٹنگ سسٹم ہونا چاہیے۔ بہرحال، جمہوریت اور شفافیت کے بارے میں ان خیالات کی تصدیق اسی وقت ہو سکتی ہے جب ملک کے اندر بھی جمہوری عمل پر اتنا ہی یقین ہو۔ عوامی صحت اور تعلیم میں مسلسل گراوٹ، بڑھتی ہوئی مہنگائی، آمدنی میں بہت زیادہ عدم توازن، کم ہوتی ہوئی فی کس آمدنی اور تقریباً تمام عالمی جانچ پڑتال کے پیمانوں میں ناقص کارکردگی جیسے کہ Millenium Development Goals، Human Rights Watch، Human Development Index اور Transparency International، کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا جمہوریت پاکستان جیسے ملک کیلیے درست ہے، کیونکہ منتخب نمائندے

انہیں بہتر زندگی دینے میں بار بار ناکام ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کو منتخب کرتے ہیں۔ ناقص کارکردگی جس کا ترقیاتی پیمانہ میں اوپر ذکر ہوا ہے، اس کے علاوہ عوام کے لیے اعدادوشمار کی عدم موجودگی جس کی مدد سے عوام منتخب حکومت کی ترقی اوراس کی سمت کے بارے میں اندازہ لگا سکیں، ان حالات میں قومی مفاہمتی آرڈیننس (National Reconciliation Ordinance) جیسے اقدامات کی وجہ سے کئی سوالات جمہوریت کے مقاصدکے بارے میں اٹھتے ہیں۔ کیا جمہوریت پاکستان میں عوام کیلیے ہے یا ان ڈیموکریٹس کو انتخابات میں دوبارہ منتخب ہونے کی یقین دہانی کیلیے ہے جبکہ عوام عموماً تکلیف ہی میں رہتے ہیں؟ اس پر مستزاد تباہ کاریوں کے حوالے سے انتظامی خرابیوں پر حکومتی عوامل کا احتساب نہ کرنے کی روایت ہے، جیسے اس سال تھر میں شدید قحط سالی یا کراچی ایئرپورٹ حملے میں لوگوں کے زندہ جل جانے کا واقعہ۔ لہذا ایسا لگتا ہے کہ جمہوریت صرف حکومتی اشرافیہ کو فائدہ پہنچانے والا ایک اندھا اور خود پسند نظریہ ہے۔

پاکستان میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کے لیے، عوام کی زندگیوں میں، ایک صاف ستھرے اور شفاف انداز میں، تھوڑی سی بہتری لانے کی ضرورت ہے، جن کا مفاد اس کا مقصد سمجھا جاتا ہے۔ اور جب تک ایسا ہو نہیں جاتا، لانگ مارچز اور انقلاب

کے نعرے کے ذریعے نظام کو بدلنے کا مطالبہ، بجائے ایسی اصلاحات کے جو موجودہ جمہوری نظام میں زیادہ شفافیت اور احتساب کی روایت لائے، پاکستان میں جمہوریت کیلیے ایک ڈراؤنے خواب کی طرح ہے۔

جیسے سمے کا دھارا بہتا چلا جا رہا ہے، اسی طرح دنیا میں کسی چیز کو سکوت نہیں ہے۔ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔۔ ابتدائے آفرینش سے تبدیلی کا یہ عمل جاری ہے۔

خیر و شر کی قوتوں کا ٹکراؤ ہے، تو ساتھ طاقت وَر اور مظلوم کا تصادم بھی رواں ہے۔ نہ سمٹنے والی خواہشات جب اختیار اور طاقت کے ساتھ یک جا ہونے لگتی ہیں تو خلق خدا پابندیوں کے شکنجے میں جکڑی جاتی ہے۔ دوسروں کی خواہشوں کا نہ ختم ہونے والا سمندر ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل مشکل بنا دیتا ہے اور وہ اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر جیون گزار دیتے ہیں۔ مگر ہر دفعہ ایسا نہیں ہوتا، کبھی کہیں کوئی اَن ہونی بھی ہو جاتی ہے، جو ظالم کا ہاتھ پکڑ کر جھٹک دیتی ہے۔۔۔ اسے یاد دلاتی ہے کہ وہ بھی اسی طرح کا ایک انسان ہے۔۔۔ کسی کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق اس فرد کے سوا کسی کو نہیں۔ یوں طاقت کے بتوں کے مسمار کیے جانے کا عمل شروع ہو جاتا ہے، جسے انقلاب کا نام دیا جاتا ہے اور جس کے اگلے سرے پر آزادی کی نعمت موجود ہوتی ہے۔۔۔ لیکن ان سب کے بیچ ایک

طویل صبر آزما جدوجہد، اتحاد، کٹھن قربانیوں کا راستہ ہوتا ہے۔ تب کہیں جا کر یہ انقلاب برپا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بھی ضروری نہیں کہ اس تبدیلی کا ثمر فوراً ہی مل جائے، بعض اوقات چیزوں کے اپنی جگہ واپس آنے میں بھی مزید کئی برس بیت جاتے ہیں۔

جمہوریت پسندوں کے رویے ہی جمہوریت کو نقصان پہنچاتے ہیں، جب جمہور کو انصاف نہیں ملتا تو وہ نئے سے نئے راستے تلاش کرتے ہیں، آج جمہور جمہوریت پسندوں کے رویوں سے بیزار ہے، ان سے چھٹکارا چاہتی ہے، اس سے قبل کہ جمہور کے ہاتھ منتخب نمائیندوں کی گردنوں تک پہنچے جمہوری نظام کے نقائص کو دور کرن ہوگا۔

انتہا پسندی

یوم عاشور تو خیریت سے گزر گیا، لیکن اس دن پیش آنے والے دو واقعات میرے دل ودماغ کو جھنجوڑ گئے، پہلا واقعہ مریدکے قبرستان میں پیش آیا دوسرا کوٹ رادھا کشن ،شیخوپورہ میں نمودار ہوا، قبر پہ مٹی ڈالنے کیلیئے آنے والے خود ہی قبر میں پہنچ گئے دوسری جانب مبینہ گستاخ میاں بیوی کو زندہ جلا دیا گیا، یہ انتہا پسندی نہیں تو کیا ہے؟ اس کو ظلم کا نام دیں، معاشرتی بگاڑ کہیں یا کوئی اور عنوان دیں، معاشرے کو ذمہ دار ٹھہرائیں یا حکومت کو برا بھلا کہیں ،کیا کریں، یتیم بچوں کے والدین تو واپس تو نہیں آئینگے نا!

انتہا پسندی ملک کیلیئے سب سے بڑا چیلنج بن چکی ہے ،اس انتہا پسندی کا پاکستان کو ایک دہائی سے سامنا ہے، پہلے مذہبی انتہا پسندی ملک کیلیئے ناسور بنی ہوئی تھی کہ اب سیاسی انتہاپسندی سب سے بڑا چیلنج بنتی جا رہی ہے،امن و امان اور سلامتی کے معاملات پر اس کے نتائج بری طرح پڑ رہے ہیں، سیاسی قائدین ہی صرف اس کے ذمہ دار نہیں بلکہ میڈیا بھی اس جرم میں برابر کا شریک ہے۔

دانشوروں تک عدم برداشت کا شکار ہیں، معاشرے کو جنھوں نے محبت، امن کا درس دینا تھا وہی نفرتیں بانٹ رہے ہیں، وہی تقسیم در تقسیم کے درپہ ہے، سیاسی اداکار معاملات کو سلجھانے کے بجائے الجھا رہے ہیں،، کہیں مہاجر کی آوازیں آرہی ہیں، کہیں نیا پاکستان''تو کہیں ''انقلاب''کی بولی لگ رہی ہے،اندرون سندھ میں ''روٹی، کپڑا'' اور مکان،، کی دکان سجی ہے، پنجاب میں ترقی کے نام پر''لوہا''بک رہا ہے، کہیں کہیں سے ''اسلامی انقلاب'' کی بھی آواز ابھر رہی ہے، بلوچستان علیحدگی کے نام پر قتل ہو رہا ہے، دہشتگرد ہیں تو وہ اپنے مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے موقع کی تاک میں رہتے ہیں، پاکستان تو نہ ہوا ''انقلابستان'' ہوا۔

پاکستان کے اس بحران زدہ سیاسی کلچر کو فرقوں کے درمیان امن اور ہم آہنگی، سیاسی اور سماجی اقدار کے ساتھ تباہ کر دیا ہے۔زیادہ تر سیاسی قیادت اور اداروں میں اعتماد کی کمی ہے. اس صورتحال میں بنیاد پرستی انتہا پسندی کو پنپنے کیلئے زرخیز زمین فراہم کرتی ہے، ظلم، انصاف اور سیاسی واقتصادی عدم مساوات کی کمی جیسے عوامل ملک میں انتہا پسندی اور عسکریت پسندی کی طرف مضبوط کردار ادا کر رہے ہیں، پاکستانی ریاست اور معاشرہ کو مارجن پر وحشت اور نفرت کو ہوا دی گئی ہے۔

اقتصادی، سماجی، سیاسی معاملات پرامن معاشروں کو تباہ کر رہے ہیں، سیاسی، قانونی اور شہری مساوات نہیں ہوگی تو امن ناممکن ہے۔

ذلت، سیاسی شکایات اور موجودہ ثقافت یا سیاسی ڈھانچے کی خرابی کا احساس پاکستان سمیت ترقی پذیر ممالک میں انتہا پسندی کے پیچھے چھپے عوامل ہیں. بنیاد پرست دہشت گردوں کی حکمت عملی کا انتخاب ہیں. بنیاد پرستی - سیاسی مقاصد کے لئے طاقت کے استعمال - بیبسی، اخراج، وحشت اور مایوسی کے لئے معاوضہ کرنے کے لئے ایک طریقہ ہے. یہ انتہا پسندوں کی حیثیت کو بہتر بناتا ہے. اس طرح کی حیثیت کے اجزاء طاقت، استحقاق اور وقار ہیں۔

اسلامی قوم پرستی کو فروغ دینے میں اپنی تشویش کے حوالے سے، پاکستانی معاشرے بلاشبہ گزشتہ تین دہائیوں کے دوران سماجی اور ثقافتی ثقافت کے عوامی عمل کی شرائط میں زیادہ قدامت پسند بن گیا ہے. ایک مخصوص فرقے کی طرف سے عمل کے طور پر اس سماجی تبدیلی مذہب کی سخت تشریح لیکن کسی کی بڑھتی ہوئی عدم برداشت اگرچہ، یہ، سب سے زیادہ حصہ کے لئے، تشدد کے واقعات میں خود اظہار presaged نہیں کیا.

عوام نے ہمیشہ سیاسی قیادت کے قومی ترقی اور سیاسی جماعتوں کے بلند و بالا

دعوے میں ووٹ دیا، قائدین نے بے مثال بلندیوں تک قوم کو لینے کے لئے وعدہ کیا، کیا ترقی یافتہ بنا دیا؟ نہیں ناں، حکمران لیک بار پھر وعدے کرکے بھول گئے ہیں۔ ملک اسی طرح اگ اور خون میں سلگ رہا، دیرپا حل کیلئے کوئی پالیسی نہیں، کوئی قانون کو ماننے کو تیار نہیں، جس کا جی چاہتا ہے گستاخی کا الزام لگا کر اپنے مخالفین کو موت کی وادی میں پہنچا دیتا ہے۔ مرنے والا مر جاتا ہے لیکن یتیم بچوں کے بارے کوئی نہیں سوچتا کہ ان کا کیا حال ہوگا، ہم نے روش نہ بدلی تو لاشیں اٹھتی رہیں گی، بچے یتیم ہوتے رہیں گے۔۔

نائن زیرو" میں کارروائی۔۔۔مکافات عمل شروع ہوچکا"

جب کسی کا برا وقت آتا ہے۔ سچ منہ سے خود بخود نکلنا شروع ہو جاتے ہیں، اپنے ہی بچھائے جال میں پھنستا جاتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں خزاں آکر پتے جھاڑتی ہے تو بہار میں نئی کونپلیں بھی پھوٹتی ہیں، نئے پھول بھی کھلتے ہیں،اس ملک میں ماتم کدوں میں نوحے پڑھے جاتے ہیں تو شادیوں، خوشی کے موقعوں پر میٹھے گیت بھی سننے کو ملتے ہیں، سیاست الزامات، پراپیگنڈا، مخالفین کیخلاف بیان بازی تو عام سی بات سمجھی جاتی ہے،اگر یہ الزامات حقیقت کا روپ دھار لیں،الفاظ کے بجائے گولی سے بات کی جائے تو وہ سیاست نہیں رہتی دہشت گردی بن جاتی ہے۔

صرف ایک بار بیس سو نو میں کراچی گیا اس کے بعد کبھی نہیں ،روشنیوں کے شہر کا موسم عمومی طور پر معتدل رہتا ہے، گرمیاں ہوں یا سردیاں یہاں شامیں بہت دل فریب ہوتی ہیں۔ ہلکی ہلکی سی خنک ہوا بہت محسور کن تاثر دیتی ہے۔ شائد اب زندگی اتنی بے ہنگم ہوچکی ہے کہ ان باتوں کا خیال ہی نہیں آتا ہوگا۔ ہم معمول کی باتوں کو کم ہی خاطر میں لاتے ہیں۔ اگر کوئی بات خاص ہو اور وہ بھی بہت زیادہ خاص تب کہیں جاکے توجہ حاصل کرپاتی ہے۔ آج کل کراچی ایک بار پھر موضوع بحث بنا ہوا ہے، سیاست میں ایک بار پھر بھونچال آیا ہوا ہے،اب کے بار

سیاست نظر نہیں آتی، دھمکیاں، اسلحہ، نفرت دکھائی دیتی ہے، کھل کے کہیں تو عوامی خدمت گاروں کے روپ میں دہشت اور دہشتگرد نظر آتے ہیں۔

جو زبان حق پرستی اور فوج کے قصیدے پڑھتی نہیں تھکتی تھی آج وہی زبان فوج کیخلاف شعلے اگل رہی ہے، جو برسوں تک جرنیلوں کے بوٹ پالش کرتے رہے آج بے نقاب ہونے پر انہی کو دھمکیاں دے رہے ہیں، مجھے ان کی زبان ان کے رویے پر حیرت نہیں بلکہ میں اس بات پر ششدر ہوں کہ اسلام آباد میں جب ایک مدرسے کے سر پھروں نے ڈنڈے اٹھائے تو ان کو خاک بنا دیا گیا، خیبر پی کے میں دہشت کی آگ لگی تو چنگاری پھینکنے والوں کو انجام تک پہنچا دیا، بلوچستان میں ڈیرہ بگٹی میں ریاست کو چیلنج کیا گیا تو اسی صوبے کے سابق گورنر کو ہی غار میں بم مار مار کر دفن کر دیا گیا، نام نہاد سول سوسائٹی، انسانی حقوق کی تنظیموں کا ایسا شور مچا کہ ہر شکل میں ہی دہشتگرد نظر آنے لگا، ہر طرف پاک فوج کی حق میں ریلیاں نکالیں گئیں، پاک فوج زندہ باد کے نعرے گونجے۔ اب ایک سیاسی جماعت کے روپ میں پریشر گروپ بے نقاب ہوا ہے تو یہ سب زبانیں کیوں گنگ ہیں؟

ایسے لگتا ہے شاید بلدیہ ٹاؤن فیکٹری میں جلائے جانیوالے انسان نہیں تھے، عدلیہ بحالی تحریک میں بارہ مئی کو مارے جانیوالے وکیل، سیاسی کارکن کسی

ماں کے بیٹے، کسی بہن کے ویر یا بچوں کے باپ نہیں تھے۔ٹارگٹ کلروں کے ہاتھوں تاریک راہوں میں مارے جانیوالے انسان نہیں تھے۔کتوں کے مارے جانے پر آسمان کو سر پر اٹھانے والوں کی خاموشی سوالیہ نشان ہے۔

پاکستان لسانیت جیسے موذی مرض میں عرصہ دراز سے مبتلا ہے،اس کی وجہ سمجھنا یا سمجھانا ذرا مشکل سا کام لگا ہے۔الجھاؤ ہے اور تناؤ سی کیفت ہو جاتی ہے، مگر یہ ایسی کڑوی حقیقت ہے جسے نا چھپایا جا سکتا ہے اور نا کھلے لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے، یہ مرض اس قدر خطرناک نوعیت اختیار کر چکا ہے کہ دینی جماعتوں میں بھی اس کا تاثر ملنے لگا ہے۔ اقتدار میں ہوں یا جن کہ پاس اختیارات ہوں یقینا وہی اکثریت میں بھی ہونگے، انہیں اس بات پر دھیان دینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی،اب اگر آپ کو آپ کے گھر میں ہی محدود کر دیا جائے یا حدود کی بیڑیاں ڈال دی جائیں۔نیوٹن کہ قانون کہ مطابق ہر عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے۔اسی طرح زنجیر جو پہناؤ گے جھنکار تو ہوگی۔سیاسیات کو ذاتیات سے دور رکھنا چاہیے۔آپ کی ذمہ داری ملکی سطح کی ہے۔ تنقید برائے اصلاح کی جائے۔ تخریبی سیاست سے اجتناب کیا جائے۔ایسے عوامل سے سختی سے نمٹا جائے جو سیاسی جماعتوں کہ نام پر لوگوں کو دھمکاتے پھرتے ہیں۔

نائن زیرو یا اس کے اطراف سے دہشگرد پکڑے گئے ہیں،اسلحہ ملا ہے تو اس پر

سکیورٹی اداروں کو بلا تفریق کارروائی کرنے دی جائے، شفاف تحقیقات کے بعد دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجانا چاہیے، دہشگرد منصورہ میں ہوں یا بلاول ہاؤس یا کسی پختون کے گھریا پھر رائیونڈ کے کسی محل میں سب کے سب دہشتگرد ہیں، ان کے خلاف بلا تفریق کارروائی ہونے دی جائے، بلا وجہ شور مچا کر، دھمکیاں دے کر اپنے آپ کو کیوں جال میں پھنسایا جا رہا ہے، ویسے ایک بات تو سچ ہے کہ ظلم کا انجام بہت.برا ہوتا ہے چاہے وہ کسی صورت میں بھی ہو۔

ارتھی کب اٹھے گی

تحریر: وسیم سجاد تھراج

''ارتھی کب اٹھے گی'' چونکیے مت۔ مجھے بھی چار لفظوں کا یہ جملہ ننھی زبان میں سن کر جھٹکا لگا تھا، میت کی ''ارتھی'' کہاں اٹھی؟ ایسے لگ رہا تھا کہ ہماری

غیرت، حمیت، ثقافت کا جنازہ ہی نکل گیا۔ ایسا تو ہونا ہی تھا!

جب ہمارے ''لاڈلے'' گھر، گھر میں گھسی ہندی ثقافت کو ٹی وی چینلز پر دیکھیں گے، جب ہندو ناریوں اور سورموں کو پھیرے لیتے پائیں گے تو نکاح کا خیال کہاں آئے گا، بچے تو بچے رہے۔ بڑوں میں بھی غیروں کا رنگ چڑھتا جا رہا ہے، ان کا فیشن، ان کی باتیں، انہی کا رسم و رواج۔ اب تو کچھ ''بگڑے'' بھائی منہ بولی بہنوں سے راکھی بندھوانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ بالوں کی ایسی تراش خراش کرواتے ہیں کہ آپ بندے اور بکرے میں فرق ہی بھول جائیں۔

جو بڑا ذرا سمجھانے کی بات کرے تو اسے جاہل یا پرانے خیالات کا کہہ کر چپ کرا دیا جاتا ہے ''وڈا آیا مولوی! ہم سب جانتے ہیں''

ہمارے اپنے میڈیا میں ایسے ایسے مناظر دکھائے جاتے ہیں کہ الحفیظ

الامان۔ وہی ہندی اداکار، انہی کے اشتہار۔ بے حیائی کا سامان گھر گھر میں موجود ہو تو کسی غیر کو گناہگار قرار نہیں دیا جا سکتا۔

میڈیا پر ایسے ایسے سمارٹ چہرے لائے جا رہے ہیں، جو بظاہر دینی و دنیاوی معلومات سے بھی آگہی رکھتے ہیں، خوبرو اور جواں سال بھی ہیں، جدید طرزِ زندگی کی تمام سہولتیں اور آسائشوں کے خوگر بھی ہیں، ان کا کسی انتہا پسند یا دہشت گرد تنظیم سے بھی کوئی تعلق نہیں، عوامی سطح پر ان کی پذیرائی بھی ہے مگر جب وہ گفتگو کرتے یا کرواتے ہیں تو لگتا ہے گویا آگ لگانے کی کوشش کر رہے ہوں۔

ریٹنگ کے منحوس چکر نے ہم کو سب کچھ بھلا دیا ہے۔ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے چکر میں ہم اخلاقیات کے دائرہ سے بھی باہر ہو گئے ہیں۔ بھائی! دین کے نام پر گلہ کاٹنے والے دہشتگرد ہیں تو یہ جو ہماری ثقافت پر حملہ آور ہیں یہ بھی تو دہشتگرد ہیں، بندوق اٹھانے والے سخت گیر دہشتگرد ہیں تو یہ زبان سے بم چلانے والے کیا ہیں؟ اس وقت تو ضرورت تھی کہ انتہا پسند نظریے کے خلاف اعتدال پسندی اور رواداری کو فروغ دینے والی اسلامی روایات کو زیادہ نشریاتی جگہ ملتی۔ مگر ہو یہ رہا

ہے کہ اس خلا کو اعتدال پسندی کی پوشاک پہنے انتہا پسند تندہی سے پر کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور انھیں چیلنج کرنا تو کجا ان کی سرزنش کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ نہ ان کے اپنے اداروں میں اور نہ ہی ضابطہ اخلاق نافذ کرنے کے دعویدار۔ جس سے بھی پوچھو یہی کہتا ہے، اوچھڈو جی ان زہریلوں کے منہ کیا لگنا آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔ کام سے کام کے چکر میں ہم ہائبرڈ قوم بن گئے، قلم کی جگہ بندوق نے لے لی، شلوار قمیض کی جگہ ساڑھی آگئی، رشتوں میں نفرت، لہجوں میں کرختگی گھس آئی، مذہب کے نام پر قبروں کی پوجا، مرض کے علاج کیلیۓ تعویز گنڈوں کا سہارا، نیچے جین، اوپر کرتا اور سر پر سکارف۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ بات فیشن تک رہتی تو ہضم کر لیتے، بات تو بہت آگے نکل چکی ہے، زمانہ قدیم میں انسان ننگا رہتا تھا، آہستہ آہستہ سمجھ گیا اور جسم کو ڈھانپنا شروع کردیا۔ پھر بہترین لباس ملبوس کیے تو اور مہذب ہوگیا اگر پھر زمانہ قدیم کی برہنگی اختیار کرلیں تو یہ ترقی تو نہ ہوئی نا۔ تنزلی ہوئی، ایسی تنزلی جس میں رسوائی ہی رسوائی ہے۔ نام نہاد ماڈرن بڑھتے ہوئے جرائم پر تنقید کرتے کرتے مولوی اور مذہب کو گھسیٹ لاتے ہیں کبھی اپنے گریبان میں جھانکیں کہ ان کا سبب کیا ہے۔ ٹافی ننگی ہو تو مکھیاں تو چاٹیں گی، تم اپنی نسل کو اپنی اقدار سے دور لے جاؤ گے تو ارتھیاں تو اٹھیں گی۔

لہو رنگ عرب، خونخوار اندھیرا

عرب بہار کے نام پر مشرق وسطی میں شروع ہونیوالا آگ اور خون کا بھیانک کھیل ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا، پورا کا پورا خطہ مقتل گاہ بنا ہوا ہے۔ شام اس فہرست میں سب سے اوپر ہے۔ مرنیوالوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ یہی عالم مصر کا ہے۔ 1952ء سے جاری فوجی اقتدار میں سے 30 جون 2012ء سے 30 جون 2013ء تک کا صرف ایک سال ایسا تھا کہ جس دوران وہاں ایک منتخب صدر محمد مرسی اقتدار میں رہے۔امید تھی کہ لیبیا میں نوزائدہ جمہوریت مضبوط و توانا ہوسکے گی لیکن 16 مئی 2014ء کو انقلاب کے بعد سے وہاں بھی خانہ جنگی کے الاؤ بھڑکا دیئے گئے ہیں۔ عراق میں تباہ شدہ بغداد ہلاکو خان کی فرعونیت کی یاد دلا رہا ہے۔

فلسطین میں ہزاروں، لاکھوں لوگ ظلم اور بربریت کا نشانہ بن چکے ہیں۔ کئی جوانیاں لٹیں تو کئی سہاگ اجڑے، ہنستے بستے گھرانے خاکستر کر دیئے گئے صرف 2014ء میں غزہ پر اسرائیلی بمباری سے 18 سو کے لگ بھگ بچے اور عورتیں شہید ہوئیں۔ ایسا ظلم جس پر حیوانیت بھی شرما جاتی ہے۔ خطے کے نقشے پر جہاں بھی نظر دوڑاتے ہیں خون ہی خون نظر آتا ہے، آگ ہی آگ دکھائی دیتی ہے، ہر طرف بارود کی بو، بموں کی گھن گرج اور بندوقوں کی تڑتڑاہٹ سے کہیں بھی محبت کی

خوشبو، امن کا گیت سنائی نہیں دیتا۔

فرانسیسی اخبار ویٹرن ٹوڈے نے اپنی رپورٹ میں مشرق وسطیٰ میں قتل عام کے نئے منصوبے کا انکشاف کیا ہے، رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دولت اسلامیہ عراق و شام کا نام نہاد خلیفہ ابوبکر البغدادی اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کا ایجنٹ ہے، اصل نام سائمن ایلیٹ ہے اور اُن کے ماں باپ دونوں یہودی تھے، سائمن خود بھی یہودی ہے، ایرانی ویب سائٹ ریڈیو ایجائل ڈاٹ کام نے اِس کی تصدیق کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیلی انتظامیہ ''عظیم اسرائیل'' منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے ''دولت اسلامیہ عراق و شام'' کا پراجیکٹ لے آئی ہے، جب ایک وسیع علاقے پر کنٹرول سنبھالا جا چکا ہے تو امریکہ اور اُس کے اتحادی یہاں کی آبادی کو خون میں نہلائیں گے۔ پھر تیزی سے پورے کے پورے علاقہ کو یہودی ریاست میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اسرائیل کا یہ منصوبہ عرب بہار تحریک سے شروع ہوا جس کی ابتدا عراق، سوڈان، تیونس، مصر، لیبیا شام اور مالی سے کی گئی۔ یمن میں سیاسی تحریک سے باغی تحریک بن چکی ہے۔

اگر دیکھا جائے تو اِس کی بھرتی کے لئے آنے والوں کی زیادہ تعداد یورپی ممالک سے ہے، کبھی جرمنی، کبھی برطانوی تو کبھی فرانسیسی لڑکیاں پکڑی جاتی ہیں، اگر داعش مسلمانوں کیلئے اتنی ہی مخلص ہے تو مردوں کو چھوڑ کر عورتوں

کے پیچھے کیوں پڑ گئی، داعش والے جو کر رہے ہیں، جس طرح لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے، جلایا جا رہا ہے اِس کی اسلام تو کیا کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا، یہ غیر انسانی فعل تو کوئی غیر انسانی فطرت کا شخص ہی کر سکتا ہے۔

یمن میں چھڑنے والی حالیہ جنگ بھی اس تباہی کے سکرپٹ کا حصہ دکھائی دیتی ہے، مختلف گروہوں شیعہ حوثی باغیوں، سنی قبائل، سعودی عرب، ایران، خلیجی ممالک، القاعدہ اور اب دولتِ اسلامیہ بھی شامل ہیں مفادات کی جنگ نے ملک کی صورتحال کو انتہائی سنگین کر دیا ہے، حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ نے ملک میں اپنے سفارت خانے بند کر دیے ہیں جبکہ خلیجی ممالک نے اپنے سفارت خانے جنوبی شہر عدن منتقل کر دیے ہیں۔

حوثی قبائل کے صدر عبدالربوہ منصور ہادی لاپتہ ہیں، سعودی عرب نے حوثی جنگجوؤں کیخلاف اپنی طاقت استعمال کرنا شروع کر دی ہے، ساتھ ہی ساتھ دیگر اسلامی ممالک کو بھی اس میں اتحادی بننے کی دعوت دی گئی ہے، مصر کے جنرل سیسی اور پاکستان نے تو آمادگی ظاہر کر دی ہے، دوسری جانب ایران حوثی قبیلہ کی کھل کر مدد کرے گا، ایرانی وزیر خارجہ نے تو علی الاعلان کہہ دیا ہے کہ اس جنگ میں اٹھنے والا دھواں سعودی عرب جائے گا

ایک وقت تھا جب خطے میں قیادت تھی، اپنے فیصلے خود کرتے تھے، شام سے حافظ الاسد، عراق سے صدام حسین، سعودی عرب سے شاہ فیصل اور بعد ازاں شاہ عبدالعزیز کتنے ہی کمال کے لوگ تھے ایک ایک کرکے مار دیے گئے یا پھر وہ زندگی کے دن پورے کرکے کوچ کرگئے، محمد مرسی بھی جیل میں ہے، پوری دنیا میں آج طیب اردووان کے علاوہ کوئی لیڈر نہیں نظر نہیں آتا جس میں قیادت کی اہلیت ہو مسلمانوں کا درد ہو۔ طیب اردوان کو بھی اپنے ملک کا مفاد عزیز ہے، آج تو آبنائے ہرمز سے صحرائے عرب تک عربوں کی قیادت کرتا کوئی نظر نہیں آتا، ہر ایک نے اپنی ہی دکان کھول رکھی ہے، اپنے اپنے مفادات عزیز ہیں، آج ایران کا احمدی نژاد بھی موجود نہیں جو اس ظلم پر بول سکے، ایرانی سنیوں کیخلاف ساری طاقت صرف کررہے ہیں تو سنی شیعوں کو کافر کہ کر مار رہے ہیں۔

آج پوری دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسرائیل کو باز رکھ سکے کیوں کہ بحیرہ روم کے کنارے پر موجود اس صہیونی ریاست سے سب کے مفادات جکڑے ہوئے ہیں۔ اور غلیل سے اسرائیل کا مقابلہ کرتی فلسطینیوں کی تیسری نسل سے نہ تو مسلم حکمرانوں اور نہ ہی عالمی دنیا کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ مسلم حکمرانوں کو مقتل میں بکھری لاشوں سے کوئی غرض نہیں، ان کی تو طاقت امام، پیسہ ایمان ہے، ایک بھکاری کو پیسہ جہاں سے ملے گا وہی اس کا امام ہوگا، وہ پیسہ چاہے دلالی کرکے ملے یا اپنی عزت، خون بیچ کے ملے اس سے کوئی

فرق نہیں پڑتا۔

پاکستانی فوج ہی کیوں؟

سعودی عرب اور یمن کے باغیوں کے مابین جنگ آج کل دنیا بھر میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ پاکستان میں تو خاص مکتبہ فکر اس لڑائی کو پاکستان کی اپنی جنگ کا نام دے رہا ہے۔ ان کے بیانات سے ایسے لگتا ہے کہ پاکستانی ہی مکہ و مدینہ بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے محافظ ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ مسلمہ امہ کی حفاظت کا ٹھیکہ پاکستانیوں کے پاس ہے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ ایسے ہی پاکستان کی جنگ بنائی جا رہی ہے جیسے افغانستان میں روس اور امریکہ کی بالا دستی کی لڑائی یا پھر امریکہ کی القائدہ اور طالبان کیخلاف چڑھائی۔ جسے پاکستانی آج تک اپنی جنگ سمجھتے آرہے ہیں۔ اس اپنی جنگ میں ہم نے بہت نقصان برداشت کیا ہے۔ اپنے بچے ذبح کروائے۔ جوانوں کی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ ماؤں کی گودیں اجڑیں تو سہاگنوں کے سہاگ چھینے گئے۔ بوڑھے باپ جوان بیٹوں کی میتوں کو کندھے دیتے ہوئے دیکھے۔

یہاں بھلا ہو پارلیمنٹ کا جس نے سعودی عرب اور حوثیوں کی جنگ میں فریق نہ بن کر ''اپنی جنگ'' بننے سے بچا لیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری پارلیمنٹ کی قراردادوں کی کیا وقعت ہے؟

چلیں جیسا بھی ہے ایک جرائتمندانہ فیصلہ ہے جس کا کریڈٹ تمام پارلیمانی پارٹیوں کو جاتا ہے، سعودی عرب اور یمن کے باغیوں کے مابین جنگ میں پاکستان کا فریق بننا اتنا ہی نقصان دہ ہے جتنا کہ افغانستان میں طالبان کیخلاف جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننا تھا،ثالثی کا کردار ادا کرکے پاکستان یمن اور سعودی عرب دونوں کو امریکہ کے فراہم کردہ اسلحہ و بارود کے ایندھن بننے سے بچا سکتا ہے۔

پاکستان کی اس ''ناں'' پر عرب ملکوں سے دھمکیاں ملنا شروع ہو گئی ہیں، عرب امارات کے وزیر خارجہ نے تو یہاں تک کہ دیا ہے کہ پاکستان کو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ابھی تو آغاز ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟ ہاں دیکھنا یہاں یہ ہوگا کہ پاکستان کو اس ''ناں'' کے بدلے کیا کیا تکلیفیں برداشت کرنی پڑ سکتی ہیں؟سعودی عرب نے پاکستان کو ایف سولہ کی خریداری کیلئے پانچ سو ملین ڈالر دیے ہیں،ہر کڑے وقت میں پاکستانی معیشت کو سہارا دیا،اس احسان فراموشی پر زیادہ دیر چپ نہیں رہے گا۔

ایک وقت تھا جب عرب خطے میں قیادت تھی،اپنے فیصلے خود کرتے تھے،شام سے حافظ الاسد، عراق سے صدام حسین، سعودی عرب سے شاہ فیصل اور بعد ازاں شاہ

عبدالعزیز کتنے ہی کمال کے لوگ تھے ایک ایک کرکے مار دیے گئے یا پھر وہ زندگی کے دن پورے کرکے کوچ کرگئے، محمد مرسی بھی جیل میں ہے،پوری دنیا میں آج طیب اردووان کے علاوہ کوئی لیڈر نہیں نظر نہیں آتا جس میں قیادت کی اہلیت ہو مسلمانوں کا درد ہو۔طیب اردوان کو بھی اپنے ملک کا مفاد عزیز ہے،آبنائے ہرمز سے صحرائے عرب تک قیادت کا قحط نظرآتا ہے،ہرایک نے اپنی ہی دکان کھول رکھی ہے،اپنے اپنے مفادات عزیز ہیں،ایرانی سنیوں کیخلاف ساری طاقت صرف کررہے ہیں تو سنی شیعوں کوکافرکہ کر مار رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ عرب دنیاپاکستان کی حوثیوں کیخلاف جنگ میں شمولیت کیلئے بیقرار کیوں ہے؟

میرے خیال میں اس کی بڑی وجہ عربیوں کی کاہلی اور سستی ہے،بنیادی طورپر عرب باشندے سہل پسند ہیں،وہ کوئی بھی مشکل کام کرنا پسند نہیں کرتے،یہ دولتمند ہیں اور دولت کے بل بوتے پر ہی کام کروانا چاہتے ہیں،شہانہ ذہنیت رکھنے والے عرب باشندے پوری دنیاکے مسلمانوں کو غلام سمجھتے ہیں،اس وقت 15 لاکھ سے زائد پاکستانی،نو لاکھ مصری، سوڈانی فلپائنی، 5 لاکھ انڈونیشی اور ساڑھے تین لاکھ سری لنکن باشندے موجود ہیں، بھارتی،بنگلہ دیشی اور دیگر ممالک کے لوگ اس کے علاوہ ہیں،سعودی ان سب کو اپناغلام تصور کرتے ہیں،وہ ہر مشکل سے مشکل کام ان سے ہی کرواتے ہیں،سعودی افواج توان سب سے دو ہاتھ

آ گئے ہیں۔

جدید ابراہام ٹینکوں، اپاچی اٹیک ہیلی کاپٹروں اور ایف 15 جنگی جہازوں سے لیس ہونے کے باوجود کمزور کیوں؟ جواب آسان ہے سعودی فوجی تو اپنے آپ کو جنگ کے لائق ہی نہیں سمجھتے ۔وہ کہتے ہیں جب دوسرے لڑنے کیلئے موجود ہیں تو ہمیں کیا لڑنے کی ضرورت،ان میں نہ نظم وضبط ہے اور نہ ہی جنگی جذبہ۔ جنگیں ایسے تھوڑی ہی لڑی جاتی ہیں،جنگ کیلئے پاکستانی فوج جیسا جذبہ تجربہ چاہیے ہوتا ہے، پاکستان کے وجود میں آنے سے آج تک پاک فوج جنگیں ہی تو لڑتی آئی ہے، کبھی مکار پڑوسی کے خلاف تو کبھی اپنی دھرتی میں چھپے غداروں سے برسرپیکار۔ پینسٹھ میں، بے سروسامانی کے عالم میں ایسی جنگ جیتی کہ دشمن آج تک زخم چاٹ چاٹ کر رو رہا ہے۔افغانستان میں اٹھائیس ممالک کی فوجیں دہشتگردوں کا صفایا نہیں کر سکیں جو پاکستانی اکیلی فوج نے اپنے ملک میں کر دکھایا،یقینا قابل فخر ہیں وہ مائیں جنہوں نے ایسے سپوتوں کو جنم دیا۔

پاکستان نہ صرف ایٹمی طاقت ہے بلکہ اس کے پاس جدید ترین میزائل، ڈرون ٹیکنالوجی اور دنیا کی بہترین اور مسلم دنیا کی سب سے طاقتور فوج بھی ہے۔دنیا کی کسی طاقت کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتی ہے،اسرائیل کے خلاف عربوں نے جنگ جیتی تو اس کے پیچھے بھی پاکستانی فوج تھی۔

کیا بھٹو مزید زندہ رہے گا؟

پیپلز پارٹی نے کراچی کے ککری گراؤنڈ میں جلسہ کرکے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کی کوشش کی، مقررین میں بھی ہلکی ہلکی زندگی کی رمق نظر آئی۔ لیکن اس جلسہ سے ایک دن قبل ہونے والے کنٹونمنٹ کے انتخابات تو پیپلز پارٹی کی آخری سسکیوں کا پتہ دے رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ کسی وقت میں ملک کی سب سے بڑی اور پاپولر مانی جانے والی جماعت دوبارہ سانسیں لے سکے گی؟ اس سوال کا جواب ذرا ٹھہر کے پہلے یہ تو دیکھیں ان کنٹونمنٹ بورڈز کے انتخابات میں کس نے کیا پایا؟ کیا کھویا؟ اور مستقبل قریب میں آنیوالے بلدیاتی انتخابات میں کیا ہوگا؟ تھوڑا سا جائزہ تو بنتا ہے ناں!
اعداد وشمار کے مطابق ملک بھر کے 18 لاکھ سے زائد رجسٹرڈ ووٹرز کنٹونمنٹ بورڈز کے بلدیاتی انتخابات میں اپنا حقِ رائے دہی استعمال کیا۔ ان انتخابات میں کل 18 سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا۔ سیاسی جماعتوں سے وابستگی رکھنے والے امیدواروں کی تعداد 541 تھی جبکہ آزاد امیدواروں کی تعداد تھی۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) نے سب سے زیادہ 67 نشستیں حاصل کیں جبکہ اس کے 128 امیدوار میدان میں تھے، کامیابی کا تناسب ففٹی ففٹی رہا۔ پاکستان تحریک انصاف 43 نشستوں کے ساتھ

تیسرے نمبر پر رہی ہے جبکہ اس کے سب سے زیادہ امیدوار میدان میں تھے۔ان کی تعداد 137 تھی ۔ تحریک انصاف کی کامیابی کا تناسب چالیس فیصد سے بھی کم بنتا ہے۔ ایم کیوایم 18 نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی اور اس کے امیدواروں کی تعداد تھی سب سے زیادہ کامیابی کا تناسب ایم کیو ایم کا ہے۔ 57 آزاد امیدوار بھی 27 کامیاب قرار دیے گئے ہیں۔جن کے امیدواروں کی تعداد 610 تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے 89امیدواروں میں سے صرف سات کامیاب ہوسکے.جماعتِ اسلامی کے 74 امیدواروں میں سے سات کامیاب ہوئے ہیں ،جس کی کامیابی کا تناسب پیپلز پارٹی سے قدرے بہتر ہے،،اے این پی کے 13 امیدواروں نے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیا جن میں سے دو کامیاب ہوسکے ہیں۔

یہاں ستتر سالہ پرانی جماعت اسلامی کا سات نشستیں حاصل کرنا ہر گز قابل اطمینان نہیں لیکن این اے 246 کے دھچکے کے بعد جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لئے ھوا کا تازہ جھونکا ضرور ہے،اس انتخابی معرکے میں جمعیت علمائے اسلام نظر نہیں آئی،لاہور میں دھرنا باز پارٹی پاکستان عوامی تحریک کو تو عوام نے ایسے مسترد کیا ہے کہ ان کی ضمانتیں بھی ضبط ہو گئیں ہیں۔باقی چھوٹی بڑی دینی جماعتوں کا تو نام ونشان بھی کسی حلقے میں نظر نہیں آیا۔تمام دینی جماعتیں سوچیں کہ آخر غلطی کہاں اور کس میں ھے کیونکہ اسلام کے نام پر تخلیق پانے والے (جیس کہ ان کا خیال ہے) ملک میں سب سے کم اعتماد مذہبی جماعتوں پر

کیا جارہا ہے۔اسکے برعکس عام عوام کی تائید مسلم لیگ، تحریک انصاف اور ایم کیو ایم کیساتھ ہے۔آخر میں پشتونوں کے خود ساختہ ٹھیکدار میپ اوراے این پی بھی یاد آ گئے تو دونوں کو ملنے والی سیٹوں کی مجموعی تعداد 3 ہے لگ یہ رہا ہے کہ پشتونوں نے قوم پرستی کی سیاست کو تقریباً ترک کردیا۔ہاں ! یاد آیا اس الیکشن میں سابق فوجی صدر پرویز مشرف کو سو بار وردی میں منتخب کروانے کا اعلان کرنیوالی ق لیگ نظر نہیں آئی، کہیں کوئی امیدوار ایسا نہیں پایا گیا کہ جس نے کہا ہو کہ میرا ق لیگ سے تعلق ہے۔

کوئی سمجھے تو یہ الیکشن نہیں مستقبل میں ہونیوالے بلدیاتی انتخابات کیلئے وارننگ ہے، نتائج سے صاف نظر آ رہا ہے کہ اگلی جیت بھی ن لیگ کی ہی ہوگی، تحریک انصاف غلطیوں سے بعض نہ آئی تو آئندہ الیکشن اس کیلئے موت بن جائینگے، پیپلزپارٹی کے اتحادی تو مٹ گئے،اب خود زندگی کی جنگ لڑرہی ہے، خود کو زندہ رکھنے کیلئے جلسے کررہی ہے،زرداری صاحب تو سب پہ بھاری ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ جلسوں سے الیکشن نہیں جیتے جاتے تو پھر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کیوں؟ بلاول کے بغیر بات نہیں بنے گی اور زرداری صاحب کرسی نہیں چھوڑیں گے۔ پیپلزپارٹی نے یہ نہ کیا تو انجام سب کے سامنے ہے۔ پوچھنے والے پوچھتے ہیں کہ کیا بھٹو مزید زندہ رہے گا؟

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مٹ گئے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

وقت بدل جاتا ہے

معلوم ہوا ہے کہ شمالی کوریا کے وزیر دفاع ہیون یانگ چول جو سرکاری تقریبات میں سو جاتے تھے ان کو وہاں کے سپریم لیڈر کم جونگ ان نے غداری کے مترادف قرار دیتے ہوئے سزائے موت دی ہے، موت بھی ایسی کہ جو دوسروں کیلئے نشان عبرت بن گئی، ہیون یانگ کو توپ کے سامنے کھڑا کرکے گولے سے اڑا دیا گیا ہے،اب شاید شمالی کوریا میں ایسے لوگ راتوں کو بھی نہ سو پائیں۔یہاں خبر سنانے کا مقصد کیا تھا شاید آپ کو آگے چل کر سمجھ آ جائے۔

سندھ میں اکثریت رکھنے والی جماعتیں جو ماضی میں ایک دوسرے کی اتحادی رہیں ان کا ستارہ گردش میں ہے،ایک دوسرے پر سنگین قسم کے الزامات لگا رہے ہیں تو ان کی اپنی صفوں سے بغاوت کے علم بلند ہو رہے ہیں،دوسری طرف صوبے کے دارالحکومت کی صورتحال یہ ہے کہ دن کو بھی اہل کراچی سہمے ہوئے نظر آتے ہیں،دن دہاڑے چوراہے میں ایک مخصوص کمیونٹی (اسماعیلی) کی بس کو روک کر سوار لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے،صوبے کے سائیں وزیر اعلیٰ جن کی حالت یہ ہے کہ ان کی عمر میں تو بسوں کو بھی کھٹارہ قرار دے کر کباڑ میں بیچ دیا جاتا ہے، نیند سے بیدار ہوئے تو لاؤ لشکر لے کر جائے وقوعہ پر جا پہنچے۔جس

نے زخمیوں کے رستے خون پر مرہم کے بجائے نمک کا کام کیا

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

لوگ کہتے ہیں کہ ان دونوں پارٹیوں کو ان کے گناہوں کی سزا ملنے والی ہے، کچھ تو اسے مکافات عمل کا نام بھی دے رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ اس میں کتنی سچائی ہے، ہم ذرا ماضی میں جائیں تو بہت کچھ ڈھونڈنے سے مل جائے گا، زیادہ دور نہیں۔ مئی 2007 سے مئی 2015 کے درمیانی سفر پر نظر دوڑا لیجئے بہت کچھ سمجھ میں آ جائے گا !

اب ذرا پیپلز پارٹی کی جانب رخ کریں تو یہاں قیصر و کسریٰ (بلاول ہاؤس) کے محل کے کنگرے گرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ بدین کے قلعہ نما گھر میں موجود پیپلز پارٹی کا بگڑا ہوا جیالا (مرزا) اسلحہ سے لیس اور پوری کی پوری فوج کے ساتھ حکومت کی رٹ کو چیلنج کرتا رہا، تھانوں پر حملہ آور ہوا، اداروں کی تذلیل کرتا رہا، پولیس افسروں کے گریبان تک جا پہنچا، ریاست دیکھتی رہی، سنگین الزامات آئے، انکشافات ہوئے، کسی نے کان نہیں دھرے، ہو سکتا ہے اس کے اپنے پارٹی سربراہ اور بچپن کے دوست کے خلاف الزامات بھی ٹھیک ہونگے لیکن جو طریقہ کار اختیار کیا جا رہا ہے یا کیا گیا، کیا یہ درست ہے؟ یہی کام تو لال

مسجد والوں نے بھی کیا تھا، یہی کام تو بلوچستان میں بلوچوں نے بھی کیا تھا، وہ تو بموں سے راکھ کے ڈھیر بنا دیے گئے، کئی لاپتہ کردیے گئے، کیا یہ طاقتور ہے؟ کیا جس پر الزام لگایا جارہا ہے وہ قانون سے بالاتر ہے؟ نہیں تو پھر کارروائی کیوں نہیں کی جاتی؟ شاید میری طرح کئی لوگ بھول بیٹھے ہیں کہ یہ ان کا ملک ہے، یہ وطن ان کا ہے، نہیں نہیں یہ ملک صرف جاگیرداروں کی جاگیر ہے جیسے چاہا ہل چلادیے، یہ سرمایہ داروں کی خریدی ہوئی کمپنی ہے کہ جیسے چاہا نیلام کردیا، یہ بیس کروڑ انسانوں کا ملک نہیں ہے یہ بیس کروڑ تو ان کیلئے کیڑے مکوڑے ہیں، جیسے چاہا مسل دیے

اللہ نے ان جماعتوں کو سنبھلنے کا موقع دیا ان کی رسی دراز کی کہ شاید سنبھل جائیں۔کاش کہ اس ظالمانہ سیاست کو سمجھ سکتے کہ جو اپنے ھی بچے کھا جاتی ھے ۔پرویز مشرف ، سلمان خان ،ماڈل ایان علی (ملک)اور ذوالفقار مرزا کے کیساتھ روا رکھے جانے والے سلوک سے پتہ چلتا ھے کہ پینل کوڈ ھند کا ھو یا پاکستان کا، یہ بات تو طے ہے کہ اگر آپ صاحب استطاعت ھیں قوت و اختیار رکھتے ھیں اثرو رسوخ یا پھر پیسے، تو دونوں ممالک کے سارے نظام انصاف ملکر بھی آپکا کچھ نہیں بگاڑ سکتے !

اور اگر آپ غازی رشید ھیں اکبر بگٹی ھیں یا پتنگ اڑانے والے گیارہ سالہ

پاکستانی ہی کیوں نہ ہوں پینل کوڈ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی ویسے ھی انصاف ھوجاتا ھے ۔رہی بات ایان علی کی تو اس کے غم میں گھلنے کی ضرورت نہیں، کیا جج کیا جیلر کیا پولیس والے کیا سیاست دان اور کیا ھی فیس بکی، ھر کوئی اسے رھا کرانے کے چکروں میں ھے ویسے بھی اسے جو شہرت یا بدنامی جیل سے ملی وہ ساری زندگی کی بلی چال کیٹ واک) سے بھی نہ مل سکتی تھی تو وہ اسے انجوائے ھی کر رھی ھے۔)

کراچی میں کوئی واقعہ ہوتا ہے تو پورا کا پورا اسلام آباد اور راولپنڈی وہاں پہنچ جاتا ہے، اجلاس کرتا ہے کھاتا پیتا ہے، میڈیا کے سامنے کچھ رٹے رٹائے روائتی لفظ بولے جاتے ہیں، زخمیوں اور مرنے والوں کے جسموں کے دو لاکھ، پانچ لاکھ لگائے جاتے ہیں اور سکون سے اگلے واقعہ کا انتظار کیا جاتا ہے، اگر کچھ کرنا ہی نہیں تو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جنہوں نے کچھ کرنا ہوتا ہے وہ سانحات کا انتظار نہیں کرتے وہ سونے سے پہلے ہی ان کو ایسی نیند سلاتے ہیں کہ آئندہ کوئی ایسی جرائت نہ کرسکے، میرے ملک کے چیف ایگزیکٹو صاحب کی سمجھ میں مسئلے کا حل نہیں آرہا تو کسی کسان ہی سے پوچھ لیں ۔کیوں؟جب کسی کسان کا بیل بوڑھا ہوجاتا ہے یا کوئی جوان بیل کھیت میں ہل چلانے کے دوران بیٹھ جاتا ہے تو وہ اسے گھر میں نہیں رکھتا قصائی کے حوالے کردیتا ہے، یہ کراچی، ملک کے حالات جوں کے توں ہی رہیں گے جب تک یہ دھماکوں

سے جاگنے والے نظام چلاتے رہیں گے، بیل بدلنے کا وقت ہے بدل لیجئے نہیں تو وقت
بدل جائے گا۔

پاک بھارت سرد جنگ

پاکستان اور بھارت کی سیاست آج کل ایک عجیب سی تبدیلی کے گھیرے میں ہے،دونوں طرف سے ایک دوسرے پر لفظوں کے گولے برسائے جارے ہیں، یہ لفظ عسکری قیادت کے منہ سے میزائل بن کر نکل رہے ہیں،اس جنگ کی شروعات سرحد پار سے ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عوام تک بھی پھیل گئی ہے، سوشل میڈیا پر بھی لوگ پیچھے نہیں رہے یہاں بھی فیس بک،ٹوئٹری، گوگلی فوجی ٹینک لے کر مورچوں سے باہر آ گئے ہیں، یہ جنگ لفظوں تک ہی رہے تو بہتر ہے، کیونکہ اس کے آگے تباہی ہے، موت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بھارت نے ہمیشہ پاکستان کو نیچا دکھانے کیلئے کوششیں کی ہیں، جہاں بھی اس کا بس چلا اس نے پاک سرزمین کیخلاف زہر افشانی کی ہے، پاکستان اور چین کے مابین جب سے چھیالیس ارب کے معاہدے طے پائے ہیں ، بھارتی حکومت ، پالیسی میکرز کو یہ بات ہضم نہیں ہورہی، بلکہ یہ کہیں کہ ہیضہ ہوگیا ہے تو غلط نہ ہوگا، بھارت چاہتا ہے کہ پاکستان کے زیر کنٹرول علاقہ کو اپنا حصہ ظاہر کرکے منصوبے کو شروع ہونے سے پہلے ہی رکوا دیا جائے ۔بھارت چور مچائے شور والی پالیسی پر عمل پیرا ہے، کہ اتنا شور مچایا جائے کہ بھارت کے زیر قبضہ علاقوں اور وہاں جاری آزادی کی تحریکوں کی طرف دنیا

کا دھیان ہی نہ جانے پائے۔ بھارتی حکومت نے پاکستان اور چین کے مابین عدم اعتماد کی فضاء قائم کرنے کیلئے اپنی خفیہ ایجنسی را کو ہدف دے دیا ہے جس کے اثرات پاکستان میں محسوس بھی کیے جا رہے ہیں، بھارت کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ چین اقتصادی راہداری کے ذریعے افغانستان یا سنٹرل ایشیا کی ریاستوں تک پہنچے۔

انگریز نے جاتے جاتے دو ہمسایہ ممالک میں غلط تقسیم کرکے جو نفرت کے بیج بوئے تھے وہ اب درخت بن چکے ہیں، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی نے اپنے خصم سے ہندوستان کی ایسی تقسیم کروائی کہ عقل ماننے کو تیار ہی نہیں، رہی کشمیر کی بات تو وہ کبھی بھارت کا حصہ رہا ہی نہیں اور کبھی بنے گا بھی نہیں، یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی قوت کسی کو زیادہ دیر غلام بنا کر نہیں رکھ سکتی۔ کشمیری تو پھر بھی اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور اس میں جاری آزادی کی جنگ کو دہشگردی کا نام دینا بھارت کی غلط فہمی ہے، کشمیر میں بھارتی فوج سے وہی لڑ رہے ہیں جن کے باپ دادا، بیوی بچوں پر بھارت کی ناپاک فوج نے ظلم کے پہاڑ توڑے، پاکستان کے نام پر اپنے ہی لوگوں کو بیوقوف بنانیوالے یہ بھارتی سیاست دان یہ تو بتائیں کہ ان کے ملک میں کتنے لوگ دہشتگردی کی بھینٹ چڑھے، کتنی بیویوں کے سہاگ اجڑے، ایک ممبئی واقعہ ہی ہوا ہے ناں ! جس کے ذمہ دار بھی خود ہو، پاکستان نے تو دنیا کو پرامن بنانے

کیلئے ساٹھ ہزار سے زائد قربانیاں دی ہیں، کشمیر کو اٹوٹ انگ کہنے سے یہ انگ آپ کا تھوڑا ہی ہو جائے گا،جنگ جنگ کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا انگ انگ ٹوٹ جائے،کالے کوے کو سفید کہنے والے بھارتی یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ زخمی شیر جب کچھ کرنے پہ آتا ہے تو پیچھے مڑ کے نہیں دیکھتا اس کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے سے دور رہا جائے تو بہتر ہی ہو گا۔

جنگ بچوں کا کھیل تو ہے نہیں کہ تھوڑی دیر لڑ جھگڑ لیا اور پھر ایک جیسے ہو گئے، یہ تباہی ہے، موت ہے،انسانیت کا عظیم قتل ہو گا،اب جنگ ہوئی تو صرف دو چار نہیں مریں گے بلکہ علاقوں کے علاقے اس زد میں آئیں گے،دونوں ممالک ایٹمی طاقتیں ہیں، دونوں کے پاس سینکڑوں وار ہیڈز ہیں،دونوں ممالک کی قیادتیں ہوش مندی کا مظاہرہ کریں تو یہ ڈیڑھ ارب افراد کی سلامتی کیلئے بہتر ہو گا،اپنی عوام کی فکر کریں،فٹ پاتھ پر دن رات گزارنے والوں کے بارے میں سوچیں،پیٹ پتھر باندھے غریبوں کی روزی روٹی کا بندوبست کریں، جنگیں تو پہلے بھی کی ہیں،نوک جھوک تو پہلے بھی ہوئی ہے،اگر کوئی فائدہ ہوا ہے تو پھر جنگ ہی ہو جائے۔

کچھ شرم ہوتی ہے، کچھ حیا ہوتی ہے

عام انتخابات مئی دو ہزار تیرہ میں مبینہ دھاندلی پر جوڈیشل کمیشن کا فیصلہ آنے سے پہلے مدعی پارٹی کے پاؤں ڈگمگانے لگے ہیں، دو سال تک 35 پنکچرز کا شور مچایا جاتا رہا جب بات ثابت کرنے پہ آئی تو سیاسی بات بن گئی اور ڈھٹائی سے معافی بھی مانگ لی گئی اگر یہ بات سیاسی تھی تو دھرنا کیا تھا؟ کل کہیں یہ بھی نہ کہہ دیا جائے کے کپتان اور ریحام کی شادی بھی سیاسی تھی اس پر خواجہ آصف کا جملہ یاد آ رہا ہے "کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیا ہوتی ہے"

عمران خان صاحب اور پوری کی پوری تحریک انصاف کو مشورہ ہے کہ پارٹی کا نام تبدیل کرکے یوٹرن پارٹی ہی رکھ لیں، کیونکہ جس طرح دوسری جماعتوں کا گند اکٹھا کیا جا رہا ہے ایک دن پی ٹی آئی کا حال ق لیگ جیسا تو ہو ہی جانا ہے،آج مفاد پرست پی ٹی آئی کی چھتری تلے جمع ہو رہے ہیں تو کل کوئی اور چھتری ڈھونڈ لیں گے، ویسے سمجھ نہیں آتی کہ پاکستان کی سیاست عوام کا نام لیکر آخر اتنی مفاد پرست کیوں ہے؟

عام آدمی جب اپنے قول سے پھرتا ہے تو لوگ اسے جھوٹا کہتے ہیں، یہاں جان چھوٹ جاتی تو کچھ بچ جاتا لیکن لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے ۔بعد میں چاہے وہ جتنا بھی نیک ہو جائے اس پر اعتبار نہیں کرتے بلکہ اس کا جینا تک حرام کر دیتے ہیں۔ لیکن یہاں سیاستدانوں کی ڈکشنری میں اس کے معانی کچھ اور ہی ہیں، یہاں زباں سے منحرف ہونے کو صرف یوٹرن کا نام دینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے

اب ذرا تھوڑی سی ماضی کی سیر کریں زیادہ نہیں دس گیارہ ماہ دور چلے جائیں تو کچھ چیزیں عیاں ہو جائیں گی کہ کپتان نے کہاں کہاں یوٹرن لیے اور کہاں گم ہو کر رہ گئے، دھرنے کا دور چھوڑ دیں کیونکہ اس دور میں تو ہر دن، ہر گھنٹے بعد یوٹرن لیے جاتے رہے، پہلے پارلیمنٹ ،پھر وزیر اعظم کے استعفیٰ کی بات کی جاتی رہی بات نہ بنی تو غلیظ اور گنہگار قرار دی جانے والی اسی اسمبلی میں آ گئے، کپتان نے فرمایا کہ نیا پاکستان بننے تک شادی نہیں کروں گا، ہوا یہ کہ سانحہ پشاور کے چالیسویں کا بھی انتظار نہ کرکے اور ٹی وی اینکر کے ساتھ شادی رچالی، وی آئی پی کلچر ختم کرنے کی بات تو کی لیکن خود ہی شاہی قافلے میں ایک ، دو نہیں، پوری 21 گاڑیاں لیکر گھومتے نظر آتے ہیں۔ وہی جاہ و جلال، وہی شاہانہ لشکر۔۔

خان صاحب ! کہیں آپ بھی تو وڈیرا شاہی، جاگیر داری کی لہر میں تو نہیں بہہ

گئے۔اگر یہ بات سچ ہے تو پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ بھی کر لیجئے کیوں کہ یہ معاشرہ بڑا ہی بے درد ہے۔تاریخ دانوں کی نظر میں یہ قوم بڑی ہی ظالم ہےنیا پاکستان تو کوئی اور بنا رہا ہے ذرا اپنے صوبے کی حالت تو دیکھ لیجئے، خیبر پختون خوا میں آپ اور جماعت اسلامی کی مخلوط حکومت نے جو نئے مالی سال 2015-16 کا 488 ارب روپے مالیت کا بجٹ پیش کیا ہے یقیناً بہت اچھا ہے۔ تعلیم اور صحت کیلئے مختص حصے کو 19 سے 21 فیصد بڑھانے کی تجویز دی گئی ہے۔اگر آپ کو یاد ہو تو گزشتہ سال بھی تعلیم کے شعبے کے لیے ایک سو گیارہ ارب روپے مختص کیے تھے، جن کے ذریعے 112 نئے منصوبوں کے انقلابی اقدامات کے دعوے کیے گئے۔ایک جائزہ کے مطابق ہوا کیا کہ ایک سو گیارہ ارب روپے خرچ تو ہوئے لیکن 160 نئے اسکول نہیں بن سکے، نہ اضافی کمرے تعمیر ہوئے، اور نہ ہی 2004 اسکولوں کو فرنیچر، کمپیوٹر اور اسپورٹس کی سہولت فراہم کی گئی۔90فیصد سے زائد اسکول تاحال بنیادی سہولیات جیسے پینے کا پانی، فرنیچر اور بجلی سے محروم ہیں، یہی نہیں بلکہ صوبے میں 270 اسکولوں میں تعلیمی سرگرمیاں معطل ہیں، جنہیں بحال کرنے کے لیے بھی کوئی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔خان صاحب ! آپ یقیناً صوبے کے وزیر اعلیٰ نہیں لیکن سکہ تو آپ کا ہی چلتا ہے ناں !گلہ تو آپ سے ہی کریں گے۔

کپتان نے عوامی مسائل پر توجہ نہ دی اور لڑکھڑاتی زباں نہ سنبھلی تو ڈر ہے

کہ زنجیر کی کڑیوں کی طرح جڑنے والے لوگ خزاں کے پتوں کی طرح نہ بکھر جائیں، دیکھنا یہ ہے کہ کپتان اس زنجیر کو کب تک قائم رکھیں گے۔

میریا ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں

ماں بھی کیا ہستی ہے کہ اولاد آنکھوں سے دور ہو تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتی ہے، سامنے ہو تو اسے دیکھتے نہیں تھکتی، اسے چومتی، اس کو پیار کرتی صبح شام ایک کر دیتی ہے، یہ کیفیت باپ کی بھی ہوتی ہے، باپ شاید ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہو لیکن وہ اپنی محبت کو چھپائے رکھتا ہے، والدین کے ہاں اولاد سے محبت کی کوئی تفریق نہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ والدین بیٹے سے زیادہ محبت کرتے ہیں، اگر یہی قیمتی متاع بوڑھے ماں باپ سے جوانی میں چھن جائے تو ان کے غم کا تصور کرنا بھی ناممکن لگتا ہے، ایک باپ کیلئے جوان بیٹے کی میت اٹھانا دنیا کا سب بڑا بوجھ ہے، دنیا کا سب سے بڑا غم ہے، یہی بیٹا اگر اپنے وطن کی مٹی کیلئے لڑتے لڑتے جان اپنے رب کے حوالے کر دیتا ہے تو وہ ماں باپ کیلئے بوجھ کے بجائے فخر بن جاتا ہے، ایسا فخر جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

کل تک دنیا پاکستان کو ایک ناکام اور بے کار ریاست کا نام دینے پر لگی ہوئی تھی، طرح طرح کی باتیں، طعنے، لفنگوں جیسی آوازیں کسی جا رہی تھیں، آج کیا وجہ ہے کہ وہی لوگ سرمایہ لے کر پاک سرزمین کا رخ کر رہے ہیں، مبصرین روشن پاکستان کی نوید دے رہے ہیں، مایوس لوگ باتیں کرتے رہیں گے کیوں کہ ان کو مایوسی

پھیلانے کے ہی پیسے ملتے ہیں، وہ کبھی نہیں کہیں گے کہ ہم بہتر ہو رہے ہیں وہ تو زوال کا ہی ڈھنڈورا ہی پیٹتے رہیں گے۔ سوال یہاں یہ ہے کہ کیسے ممکن ہوا یہ سب، پھیلتی نفرت کے دیس میں محبت کے پھول کس نے کھلائے؟، بارود کی بو خوشبو میں کیسے بدلی؟، گلی محلوں میں لگی آگ کیسے بجھی؟ سیاہ دھوؤں کے اٹھتے طوفانوں کا رخ کس نے موڑا؟ مایوس چہروں پر امید کون لا رہا ہے؟

یہ کریڈٹ کسی سیاستدان کو نہیں دیا جاسکتا جو اپنے مفاد کیلئے برسوں کی وفاداری کو کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیتا ہے، یہ کریڈٹ کسی آمر کو بھی نہیں دیا جاسکتا ہے جو اپنوں کیلئے فرعون تو دشمن کیلئے ریت کی دیوار ثابت ہوتا ہے، اس کامیابی کا سہرا ان جوانوں کے نام جاتا ہے جو دوسروں کیلئے اپنی خوشیاں قربان کر رہے ہیں، یہ کریڈٹ ان کو جاتا ہے جو جاگتے تو قوم سکون کی نیند سوتی ہے، جو قوم کے کل کیلئے اپنا آج قربان کر رہے ہیں، جو اندھی غاروں میں بھی بن دیکھے دشمن کو ڈھونڈ ڈھنڈ کر مار رہے ہیں، یہ کریڈٹ سولہ دسمبر کو علم کی دہلیز پر مسلے جانیوالے معصوم پھولوں کو جاتا جن کی شہادت نے پوری قوم کو جھنجوڑ کے رکھ دیا۔ یہ کریڈٹ ہر اس شہید کو دیا جاسکتا ہے جن کے خون کی خوشبو امن بن کر بکھر رہی ہے

پیار بن کر بہہ جاؤں
ہر لمحہ تجھے چاہوں
زندگی ہو تم میری

تم کو کیسے سمجھاؤں
منزل ہے میری وطن، میں ہوں نگہبان
مشکل جو آئے تو حاضر کروں اپنی جان۔۔۔
میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں
تینوں رب دیاں رکھاں
میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں
!! تینوں رب دیاں رکھاں۔۔۔
گونج لوٹی ہے ٹھکانے
گونج ان کی ترانے۔۔۔
کب آئے گا تو میرے
!! سونے سپنے سجانے۔۔۔
میرے خون سے سجادوں
ساری دھرتی کا آنگن
یہ ہے میرے نذرانے
تیرے دل وچ ماہیا
ساہاں بن کے وساں
تینوں رب دیاں رکھاں
میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں

تینوں رب دیاں رکھاں

کوئی مشکل ہو چاہے

سر یہ جھک نہ پائے

میری جیت پہ ہمیشہ

سوہنے رب کے ہوں یہ سائے

چاہے دور ہو کنارے

تیری دعا کے سہارے

مولا پار لگائے۔۔۔

تیری وردی پہ واروں

میں ساریاں محبتاں

تینوں رب دیاں رکھاں

میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں

تینوں رب دیاں رکھاں

کب لوٹ کے آؤں

تیرا پیار میں پاؤں

راہواں تکدیاں اکھاں۔۔

!! رب دیاں رکھاں۔۔۔

میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں

تینوں رب دیاں رکھاں

(بشکریہ شاعر)

سوشل میڈیا کی محبتیں

ہمالیہ سے بلند اور سمندر سے گہری پاک چین دوستی اب ''محبت'' میں بدلتی جا رہی ہے۔دونوں دوست ممالک کی سفارتی دوستی کی تو دنیا مثال دیتی ہے لیکن سفارتی ''محبت'' ناکام ہو گئی ہے۔پی کے سرفراز نے تو دشمن ملک کی ''جگو'' کو دھوکہ نہیں دیا تھا لیکن مظفر گڑھ کے ''امین'' نے چین کی ''ڈولی'' سے بے وفائی کر کے بیس کروڑ سے زائد پاکستانیوں کی کٹوا دی ہے

علی امین کوئی پہلا پاکستانی نہیں جس پر کوئی غیر ملکی خاتون مر مٹی ہے اس سے پہلے بھی کئی خواتین پاکستانی مردوں پر فدا ہوئیں اور انہوں نے ان سے شادی بھی رچائی۔سب سے مشہور محبت کی کہانی پاکستانی ڈاکٹر حسنات اور برطانوی لیڈی ڈیانا کی ہے۔دونوں کی محبت شادی کے بندھن تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو گی،لیڈی ڈیانا ایک حادثے میں زندگی کی بازی ہار گئی۔سابق کرکٹراور موجودہ سیاستدان عمران خان سے گولڈ سمتھ کی بیٹی جمائما نے محبت کی ۔جمائما سمتھ سے جمائما خان بنی ۔دو بچوں جنم دیا۔دونوں کی شادی کا بندھن نو سال بعد ٹوٹ گیا۔بھارت کی ٹینس کوئین ثانیہ مرزا پاکستانی شعیب ملک کو دل دے بیٹھی ۔ملک بھی پوری شان سے پڑوس ملک سے بیاہ لائے۔سوئنگ کے سلطان وسیم اکرم نے

آسٹریلوی شنیرا سے شادی کی اور کامیابی سے نبھا رہے ہیں۔اسی طرح اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں۔

چونکہ یہ دور آئی ٹی کا ہے تو محبتیں بھی حقیقی سے آئی ٹی کی دنیا میں ہو رہی ہیں۔ دنیا بھر کے نوجوان جہاں سوشل ویب سائٹس سے شروع ہونے والی رسمی بات چیت کو محبت میں بدل رہے ہیں وہاں پاکستانی نوجوان بھی اس دوڑ میں پیچھے نہیں اور اب تک ایک اندازہ کے مطابق بھارت سمیت مختلف ملکوں سے پانچ سے زائد لڑکیاں محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر پاکستان آچکی ہیں۔ تازہ مثال چینی لڑکی ڈولی کی جانب سے پاکستانی لڑکے کی محبت میں دوبارہ پاکستان آنا ہے۔ ڈولی سے پہلے بھی کئی ممالک کی لڑکیاں پاکستان آچکی ہیں ۔ان میں سے بھارتی نژاد شارجہ کی لڑکی ننگیتا بھی ہے جو انٹرنیٹ پر ملتان کے ظفر اقبال کے ساتھ محبت ہونے کے بعد سب کچھ چھوڑ کر پاکستان پہنچی تھی۔ ننگیتا محبت کی خاطر دس ہزار درہم کے عوض جعلی پاسپورٹ کے ساتھ پاکستان آئی لیکن لاہور امیگریشن میں پکڑی گئی جسے شارجہ ڈی پورٹ کر دیا گیا اور یوں اس کی محبت نے بھی میلاپ نہیں دیکھا۔ جنوبی افریقی عیسائی لڑکی زاہرہ ونزل بھی فیس بک پر محبت ہو جانے کے بعد حافظ آباد کے نعمان افضل کے پاس چلی آئی تھی۔ محبت کی خاطر اپنا مذہب تبدیل کر کے پاکستانی روایات کے مطابق شادی کی۔امریکی تحقیقاتی ادارے پیو ریسرچ کے اعداد و شمار کے مطابق امریکہ کے نوجوانوں کی

بہت بڑی تعداد انٹرنیٹ، سوشل ویب سائٹس، موبائل فونز اور دیگر ٹیکنالوجی کی مدد سے اپنے رومانوی تعلقات استوار کرتے ہیں۔ امریکہ بھر کے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا استعمال کرنے والے 35 فیصد نوجوان رومانوی تعلقات میں مبتلا ہوتے ہیں جبکہ 86 فیصد نوجوان اسکول اور تعلیمی ادارے کے اوقات میں اپنے رومانوی تعلقات کے ساتھیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ سماجی رویوں، نوجوانوں اور بدلتے وقت کے رواجوں پر نظر رکھنے والے ماہرین کے مطابق دنیا بھر کے نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد اپنے تعلیمی اداروں میں بھی رومانوی تعلقات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نوجوان نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے سمیت اپنے رومانوی تعلقات پر بھی توجہ دیتے ہیں۔ دنیا بھر میں جہاں تعلیمی میدانوں میں انقلاب آیا ہے وہیں تعلیمی اداروں میں فطری محبت بھی پروان چڑھی ہے۔

محبت میں بے وفائی میں پر انسان ٹوٹ جاتا ہے،ایسے ٹوٹ کے بکھرتا ہے کہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ناکام عاشق کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔وہ روز جیتا اور روز ہی مرتا ہے۔ چینی لڑکی واپس اپنے ملک تو لوٹ جائے گی لیکن جو اس کے جذبات سے کھلواڑ کیا گیا وہ کبھی بھول نہیں پائے گی۔زندگی گھر پاکستانیوں سے نفرت کرے گی۔ محبت کے نام سے دور بھاگے گی ۔کاش ایسا نہ ہوتا۔ محبت کا انجام محبت سے ہب ہونا چاہیے تھا۔

سیاست اپنے بچے کھا جاتی ہے؟

معلوم ہوا ہے کہ رومانیہ کے وزیراعظم وکٹر پونٹا نائٹ کلب میں آتشزدگی کے واقعے کے بعد عوام کے شدید احتجاج پر مستعفی ہوگئے ہیں، گذشتہ دنوں رومانیہ کے نائٹ کلب میں آتشزدگی کے باعث 30 کے قریب افراد ہلاک جب کہ 150 زخمی ہوگئے تھے جن میں سے بیشتر اب بھی تشویشناک حالت میں اسپتال میں ہیں۔اس قبل چند ماہ پہلے شمالی کوریاکے وزیر دفاع ہیون یانگ چول جو سرکاری تقریبات میں سو جاتے تھے ان کو وہاں کے سپریم لیڈر کم جونگ ان نے غداری کے مترادف قرار دیتے ہوئے سزائے موت دی تھی ، موت بھی ایسی کہ جو دوسروں کیلئے نشان عبرت بن گئی ہو۔ ہیون یانگ کو توپ کے سامنے کھڑا کرکے گولے سے اڑا دیا گیا۔اِس ظالمانہ سزا کو دیکھنے کے بعد اب شاید شمالی کوریا میں لوگ راتوں کو بھی نہ سو پاتے ہوں۔ یہاں یہ خبر سنانے کا مقصد کیا تھا شاید آپ کو آگے چل کر سمجھ آجائے۔

پاکستان میں جتنا بڑا سانحہ ہوجائے سزا اور استعفیٰ دینا تو دور کی بات یہاں کوئی اس کی ذمہ داری بھی قبول نہیں کرتا۔لاہور میں فیکٹری کی ناقص عمارت گرنے کا واقعہ کوئی چھوٹا نہیں اور نا ہی کوئی پہلا واقعہ ہے اس سے قبل بھی کئی واقعات ہوئے۔چاہیے تو یہ تھا کہ کوئی عوام کا حقیقی خادم ہونے

کا ثبوت دیتا، اپنی ناکامی تسلیم کرتا اور عہدہ چھوڑ دیتا۔اس واقعہ نے ایک بار پھر سرکاری مشینری کی ناکامی اور نااہلی پر کئی سوالات اٹھا دیے ہیں۔سرکاری اداروں، پاک فوج اور بحریہ ٹاوہ ن کی امدادی ٹیمیں ملبے کو ہٹانے میں لگی ہیں، ان کی کوششوں سے درجنوں افراد کو زندہ بھی نکالا گیا ہے۔لیکن افسوس کہ ایمرجنسی میں کام کرنیوالے اداروں کی طرح دوسرے بھی کام کرلیتے۔کاش فیکٹری مالکان، متعلقہ ادارے پیسے کے بجائے انسانی جانوں کو اہمیت دیتے

ہم سانحات کے کے بعد ہی کیوں جاگتے ہیں۔تخت لاہور تھوڑا سا جاگتا ہے اسلام آباد پریس ریلیز جاری کرتا ہے اور راولپنڈی بھی انگڑائی لیتا ہے۔اجلاس ہوتے ہیں، کھاتا پیتا چلتا ہے، میڈیا کے سامنے کچھ رٹے رٹائے روائتی لفظ بولے جاتے ہیں، زخمیوں اور مرنے والوں کے لیے کبھی 2 تو کبھی 5 لاکھ لگائے جاتے ہیں اور سکون سے اگلے واقعہ کا انتظار کیا جاتا ہے، اگر کچھ کرنا ہی نہیں تو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟جنہوں نے کچھ کرنا ہوتا ہے وہ سانحات کا انتظار نہیں کرتے وہ سونے سے پہلے ہی ان کو ایسی نیند سلاتے ہیں کہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کرسکے۔کیا یہ لوگ قانون سے بالاتر ہیں؟نہیں تو پھر کارروائی کیوں نہیں کی جاتی؟شاید میری طرح کئی لوگ بھول بیٹھے ہیں کہ یہ ان کا ملک ہے، یہ وطن ان کا ہے، نہیں نہیں یہ ملک صرف جاگیرداروں کی

جاگیر نہیں ہے جیسے چاہا ہل چلا دیے ، یہ سرمایہ داروں کی خریدی ہوئی کمپنی ہے کہ جیسے چاہا نیلام کر دیا، یہ 18 کروڑ انسانوں کا ملک نہیں ہے یہ 18 کروڑ تو ان کیلئے کیڑے مکوڑے ہیں، جیسے چاہا مسل دیے، مر گئے دو سے پانچ لاکھ دے دیے، بچ گئے تو اپاہجوں کو چند ہزار دے دیے، پیٹ کا جہنم بھرنے کیلئے محنت مزدوری کرنے والوں کی اوقات ہی کیا ہے۔

یہاں یہ بھی ہو رہا ہے کہ استاد سابق وائس چانسلر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد علقمہ کو تو ایک صرف کرپشن کا الزام ہونے پر ہتھکڑیوں میں جیل لایا جاتا ہے،تذلیل کی انتہا کی جاتی ہے،استاد بھی ایسا جس کی ملک کیلئے خدمات ہیں۔جس کا پورا خاندان پاکستان کے دولخت ہونے پر بنگلہ دیش رہ گیا ہو۔جو یمن میں پاکستان کا سفیر رہا ہو۔دوسری جانب ایک ماڈل ایان علی کو مکمل پروٹوکول کے ساتھ عدالت لایا جاتا ہے۔مجرم دونوں نہیں ۔دونوں ہی ملزم ہیں تو پھر یہ تضاد کس لئے۔تاریخ تو یہ کہتی ہے جس قوم نے بھی ترقی کی منزلیں عبور کیں اس نے استاد کو عزت دی،دنیا کے دس ہزار شعبوں کو دیکھ لیں آپ کو انہی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل لوگ ملیں گے جنھوں نے یورپ کا نقشہ ہی بدل دیا،آپ اگر سپر پاور امریکہ کی پارلیمنٹ کا جائزہ لیں تو آپ کو بیشتر پارلیمنٹیرینز وائس چانسلر،پروفیسر،ڈاکٹر نظر آئیں گے اور ملک کی فارن پالیسی ہو یا آئی ٹی،ایجوکیشن و دیگر شعبوں میں

نمایاں خدمات دی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج ان کی قدر کرتی ہے۔مانا کہ خواجہ صاحب قصور وار ہونگے ، قصور ثابت تو نہیں ہوا ناں !اگر استاد کے ساتھ یہ رویہ رکھنا ہے تو باقیوں کو بھی ہاتھ پاؤں باندھ کر عدالت لایا جائے۔پرویز مشرف،آصف
زرداری، یوسف رضا گیلانی،ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین، سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داروں کو بھی جیل ڈالا جائے۔ملک ایک ہے، قانون ایک ہے، عدالت ایک ہے تو انصاف کے پیمانے دو کیوں ہیں؟یہ بات تو طے ہے کہ اگر آپ صاحب استطاعت ہیں، قوت واختیار رکھتے ہیں، اثرورسوخ یا پھر پیسے کے معاملہ میں آپکا وزن زیادہ ہے سارے نظام کا انصاف ملکر بھی آپکا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ! کاش کہ اس ظالمانہ سیاست کو، سمجھ سکتے کہ جو اپنے ہی بچے کھا جاتی ہے۔

شناخت کی جنگ

شناخت ہر انسان کی ضرورت ہے۔ بے شناخت انسان کی زندگی ایسے ہی ہے جیسے سر سبز جنگل میں سوکھا ہوا درخت ہو۔ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، غریب ہو یا امیر سب اپنی ''شناخت''اور پہچان کے بھوکے ہوتے ہیں، جب انسان پیدا ہوتا ہے تو کچھ ساتھ نہیں لاتا، سب سے پہلے اس کو اس کی شناخت، اس کا نام دیا جاتا ہے پھر وہ اس شناخت کی پہچان کروانے کیلئے پوری زندگی کھپا دیتا ہے، کوئی نامور ہو کر مرتا ہے تو کوئی کسی کونے، چوراہے پر بے نام زندگی کا سفر طے کرکے اگلے جہان کی طرف بڑھ جاتا ہے، لوگ نامعلوم لاش قرار دے کر دفنا دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی کئی ایسے ''بے شناخت''لوگ موجود ہیں جو زندگی کی کئی دہائیاں گزارنے کے باوجود شناخت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ سوچ کر بھی ڈر لگتا ہے کہ ایک شخص زندگی کی ساٹھ بہاریں دیکھ چکا ہو اور اس کے ملک کا ادارہ اسے شہری ماننے سے ہی انکاری ہو۔

جی ہاں ! ایسا بھی ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جہاں ہر جائز، ناجائز کام کروانا رشوت کے بغیر کروانا مشکل ہے تو شناختی کارڈ کا حصول ناممکن۔ آپ کو اتنی لمبی قطاریں کہیں بھی نظر نہیں آئیں گی جتنی کہ میں شناختی کارڈ بنانے

والے دفتر کے باہر مشاہدہ کیں، خبر کی جستجو مجھے بھی اس قطار میں کھینچ لائی۔ وہاں کھڑے لوگوں سے شناخت کے حصول کی جدوجہد بارے پوچھا تو ہر ایک کی کہانی سن کر رونا بھی آیا اور ہنسی بھی۔ کسی نے کہا کہ میرا نام ''سمیر'' سے ''سمیرا'' رکھ دیا گیا ہے، کسی نے کہا کہ نااہل افسروں نے ماں باپ ہی تبدیل کر دیے ہیں، ایک نوجوان کا کہنا تھا کہ میری جنس ''عورت'' درج کر دی گئی ہے، یہاں عملے کی غلطی میرے لئے سزا بن گئی ہے، بلدیاتی الیکشن میں مردوں کے بوتھ پر ووٹ ڈالنے گیا تو پولنگ عملہ نے عورتوں کی طرف دھکیل دیا، وہاں گیا تو جوتیاں کھانا پڑیں، معاشرے میں رسوائی کے بعد قطار میں لگا ہوں کہ ''مجھے مرد بنادیا جائے''۔

قطار میں لگے اپنی مخالف سمت میں دیکھا تو نظر ایک ساٹھ، اکسٹھ سالہ عورت پر پڑی جو کمزوری کے باعث کبھی زمین پر بیٹھتی تو کبھی کسی سہارے کی آسرے سے اٹھ کھڑی ہوتی۔ اس کے پاس جاکر '' شناخت ''کیلئے آنے کی وجہ پوچھی تو عجیب درد بھری کہانی سننے کو ملی، پوپلے منہ سے بولی ،بیٹا خوشی سے کون اس عذاب میں پڑتا ہے، وراثتی جائیداد کی منتقلی کیلئے شناختی کارڈ کی ضرورت پڑی تو یہاں آنا پڑا، یہاں میرا کوئی پہلے دن نہیں دو ماہ میں پندرھواں چکر ہے، یہاں آکر زندگی ایسے دائرے میں پھنسی ہے کہ باہر کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا، میں جب '' کمپیوٹر کارڈ ''کے حصول کیلئے یہاں آئی تو بتایا گیا پرانا کارڈ

لاؤ، دوسرے دن جب پرانے کے ساتھ آئی تو کہا گیا آپ کا ریکارڈ ہی نہیں، ''برتھ سرٹیفکیٹ لاؤ آپ کا مسئلہ حل ہوجائیگا'' یونین کونسل کے دفتر برتھ سرٹیفکیٹ کیلئے گئی تو وہاں کوئی ریکارڈ سرے سے موجود ہی نہیں تھا، یہاں ایک سال بعد کا ریکارڈ نہیں ملتا ساٹھ سال تو چھ دہائیاں ہوتے ہیں، یونین آفس سے ناکامی کے بعد نکاح نامے کی ڈیمانڈ کی گی۔ دو ماہ گزر گئے ابھی تک ''لائن حاضر'' ہوں۔ جس ملک کیلئے ساٹھ سال بیت گئے اس کی قومیت کی جنگ میں شائد یہیں سانسوں کا بندھن ٹوٹ جائے، میں بے نام نہیں مرنا چاہتی۔

یہ صرف اسی ادارے میں نہیں ہوتا یہاں آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے، ہر ادارے، ہر افسر کا یہ حال ہے، کس کس کو گلہ دوں، کس کس کی شکایت کروں۔ شناختی کارڈ کے حصول کیلئے آنیوالے ہر تیسرے بندے کی یہی کہانی ہے، یہ تو بنیادی ضرورت ہے جس کی فراہمی حکومت وقت کی ذمہ داری ہے، حکومت پیسے وصول کرنے بعد بھی ذمہ داری کیوں نہیں نبھا رہی ہے، یہاں رشوت نہ دینے والوں اور ایم پی اے، ایم این اے، وزیر شذیر کا وزٹنگ کارڈ نہ رکھنے والوں کو کیوں ذلیل کیا جاتا ہے، دوسرے اداروں کی طرح یہاں بھی وزٹنگ کارڈ اور بانی پاکستان کے فوٹو والے کاغذ کو ہی سلام ہے، اس بغیر آپ کی کسی بھی جگہ کوئی وقعت نہیں، اگر آپ کے پاس یہ دونوں ہیں یا دونوں میں سے ایک تو کسی دفتر آنے کی ضرورت نہیں، ہر کام گھر میں بیٹھے، بیٹھائے ہوگا، اس ملک میں آپ کے پاس پیسے نہیں، سیاسی پہچان

نہیں تو کوئی آپ کا رشتہ دار نہیں، کوئی دوست نہیں کوئی پرسان حال نہیں، ساٹھ سال تو کیا سو سال بھی جی لیں تو کوئی اہمیت نہیں ملے گی، آپ بے شناخت ہی مریں گے اور لوگ ''نا معلوم'' لاش قرار دے کر کسی کونے میں دفنا دینگے۔

ہارٹ آف ایشیاء

ہمسائے سے سشما سوراج آئی ہیں وہ اکیلی ہی نہیں آئیں ادھر ادھر سے اور لوگ بھی ہارٹ آف ایشیاء ''کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے ہیں، سنا ہے کہ اس کانفرنس میں'' خطے میں بڑھتے ہوئے عدم استحکام، بدامنی، دہشتگردی کو قابو کرنے کی بات ہوگی، افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے کچھ فیصلے بھی متوقع ہیں، ادھر میزبان ملک کے دو ''بڑوں'' نے بھی کانفرنس سے چند گھنٹے پہلے ملاقات کرکے ایجنڈے کی نوک پلک درست کی ہے، یہ کوئی نئی کانفرنس نہیں یا اس کا کوئی نیا ایجنڈا ہو سکتا ہے یہ استنبول عمل کا حصہ ہے جو 2011ء میں افغانستان میں امن کیلئے شروع کیا گیا تھا -

استنبول عمل کے بعد افغانستان کی حکومت اور برسرپیکار افغان طالبان کے مابین مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا، چین میں بات ہوئی پھر پاکستان کے شہر مری میں کچھ گلے شکوے سامنے آئے لیکن بات نہ بن سکی، ایک بار پھر دس ممالک کے وزراء خارجہ اسلام آباد میں سر جوڑ کر بیٹھے ہیں، ان کے سر جوڑنے کی کامیابی کے امکانات کتنے ہیں ؟ پاکستان اور چین کا کردار کیا ہو سکتا ہے ؟۔ دیکھنا ضروری ہے۔ جس آگ اور خون کی لپیٹ میں افغانستان ہے اس سے پاکستان بھی متاثر ہے پاکستان میں تقریباً 60 ہزار افراد اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ ابھی تک یہ

سلسلہ جاری ہے۔افغانستان میں پاکستان کے بغیر امن تو کیا خواب دیکھنا بھی حرف غلط لگتا ہے۔افغانستان میں امن کے تمام راستے پاکستان سے ہی گزرتے ہیں پورے خطے میں ایسا کوئی ملک نہیں اور نہ ہی کسی ایسے ملک میں صلاحیت ہے کہ وہ پاکستان جیسا کردار نبھاسکے افغانستان کے دنیا سے تجارت کے تمام راستے پاکستان سے ہو کر ہی گزرتے ہیں۔پاکستان اور افغانستا ن کی 2640 کلومیٹر لمبی سرحد آپس میں ملتی ہے جیسے ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں یہ سرحد 1893ء میں ایک معاہدے کے تحت وجود میں آئی تھی۔چین پاکستان کا فطری دوست ہے،چین پاکستان کے ساتھ مل کر افغانستان میں امن کے قیام کیلئے کردار ادا کر رہا ہے۔چین نے گزشتہ برس افغان طالبان سے رابطے کیلئے اپنا ایک نمائندہ مقرر کیا جس کی کوشش رنگ لا رہی ہیں۔چین شاہراہ ریشم کے ذریعے افغانستان تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے معدنیات کے ذخائر کے منصوبوں میں بھی دلچسپی رکھتا ہے رابطوں کا بڑا مقصدر خود چین اور پاکستان میں بھی امن کا قیام ہے ۔پاکستان اور چین دونوں افغانستان میں امریکہ اور بھارت کے اثر کا خاتمہ چاہتے ہیں۔چونکہ روس اور دیگر ممالک بھی افغانستان سمیت خطے میں امن کے خواہاں ہیں تو یہ کوششیں ضرور کامیاب ہونگے اور اس کی کامیابی کے امکانات بھی روشن ہیں۔
افغان سکیورٹی حکام نے فرانسیسی خبر رساں ادارے کو چند ماہ پہلے بتایا تھا کہ کابل نے سنکیانگ کے متعدد علیحدگی پسندوں کو گرفتار کرکے چین کے حوالے

کیا ہے تاکہ چین کو ترغیب دلائیں کہ وہ پاکستان پر اپنا اثرورسوخ استعمال کرتے ہوئے طالبان کو مذاکرات کی میز پر لائے۔ افغانستان، پاکستان اور عالمی برادری قیام امن کے لئے مخلصانہ تعاون کیلئے پرعزم ہے تو آئے۔برسوں سے جلتے ہوئے پہاڑوں، دہکتے ہوئے ریگزاروں میں محبت امن کے پھول کھلائے جائیں،امن کی پیاسی سرزمین کو پیار سے سیراب کیا جائے،جنگ کے ترانوں کو محبت کے سریلے نغموں سے مات دی جائے۔
یہاں نئی بات یہ ہے کہ حالیہ پاک بھارت کشیدگی کے بعد'' سشما''پاکستان آئی ہیں،وہ صرف آئی ہی نہیں بلکہ رشتوں کو سدھارنے کی بات بھی کی ہے۔ سشما جی اس رشتے کو سدھارنے کی بات کررہی ہیں جو کبھی بن ہی نہیں پایا،پاکستان کشمیر کی بات کرتا ہے تو بھارت ممبئی حملوں کے ملزموں کی حوالگی، لشکر جیسے مفروضوں کو بیچ میں لے آتا ہے،یہ بات عیاں ہے کہ خطے میں سب سے.بڑا تنازعہ کشمیر ہے،ڈوگراراج کے بعد یہاں بھارتی فوج قابض ہوئی،کچھ علاقہ تو پاکستانی فوج اور مجاہدین نے انیس سو اڑتالیس میں آزاد کروالیا۔اقوام متحدہ کی مداخلت کے باعث بقیہ حصہ ابھی تک آزاد نہیں ہوسکا۔بھارت نے اقوام متحدہ میں جنرل اسمبلی کی قراردادوں کے مطابق رائے شماری کے ذریعے یہاں کے باسیوں کو آزادی دینے کی حامی تو بھری لیکن آج تک ان کو آزادی نہیں دی اور نہ ہی یہاں رائے شماری کرائی ہے۔بلکہ کشمیریوں کی نسل کشی کی جارہی ہے۔ یہاں

آزادی کی تحریک زور و شور سے جاری ہے۔ کئی جہادی تنظیمیں جو کشمیری نوجوانوں پر ہی مشتمل ہیں،برسرپیکار ہیں۔حریت کانفرنس کے نام سے یہاں کی سیاسی جماعتیں پرامن جدوجہد بھی کررہی ہیں۔اسی مسئلہ پر دونوں ہمسایوں میں چار جنگیں بھی ہوچکی ہیں۔کئی مرتبہ بارڈر پر جنگ کیلئے فوجیں آمنے سامنے بھی آئیں،اسی مسئلہ کے باعث دونوں ہمسایوں نے ایٹم بم بھی بناڈالے، تیسرے فریق کو بیچ میں نہ لانے کی بات کی جاتی ہے،ماضی میں امریکہ اور روس بھی تو اس مسئلہ کے حل کیلئے میدان میں کودے تھے،اس مسئلہ کی وجہ سے ہی تو بھارت پاکستان میں پراکسی وار لڑ رہا ہے۔

سشما جی کو رشتہ سدھارنے کی بات کرنے سے پہلے رشتہ بنانا پڑے گا،یہ رشتہ اسی صورت بن سکتا ہے جب دونوں فریق،برابری کی سطح پر آکر بات کرینگے،مان لیا کہ دہشگردی پر بات کرنی ہے تو جو بھارتی فوج کشمیر میں کررہی ہے وہ کیا ہے؟کیا جبری قانون کے تحت ریاست کے نام پر کشمیریوں کا قتل عام دہشتگردی نہیں؟کیا وہاں پر تشدد واقعات نہیں ہوتے؟حق کیلئے آواز بلند کرنیوالوں کی زباں بندی کیا ہے؟شہری اور دیہاتی علاقوں سے اجتماعی قبروں کی،برآمدگی کیا ریاستی دہشگردی کا شاخسانہ نہیں؟ سشما جی دنیا کا آپ کے بارے میں خیال ہے کہ آپ سب سے،بڑی جمہوریت

ہو۔جمہوریت کے نام پر جمہور کی آواز کو تو نہ دبایا جائے،سچ کا گلہ تو نہ گھونٹا
جائے۔معاشی لحاظ سے پاکستان پیچھے ضرور ہے لیکن اتنا ہی کمزور نہیں کہ نوالہ سمجھ کر چبا
لیا جائے۔پاکستان نے تو دنیا کو پرامن بنانے کیلئے ساٹھ ہزار سے زائد قربانیاں دی
ہیں،کشمیر کو اٹوٹ انگ کہنے سے یہ انگ بھارت کا تھوڑا ہی ہو جائے گا،جنگ جنگ کرنے
سے کہیں ایسا نہ ہو کہ بھارت کا انگ انگ ہی نہ ٹوٹ جائے۔کالے کوے کو سفید کہنے سے
سفید نہیں ہو جاتا!

ہارٹ آف ایشیاء" کانفرنس میں سشما جی کی آمد امن کیلئے سفید پھول کی پہلی پتی ہے"
باقی پھول تو جناب مودی کے پاس ہے۔

آرمی چیف کا عظیم فیصلہ

پاک فوج کے سربراہ جنرل راحیل شریف اسٹار بن کر عوام کے دلوں میں گھر کر چکے ہیں، ایسے وقت میں مدت ملازمت میں توسیع نہ لینے کا اعلان کرکے اور بھی قابل فخر ٹھہرے ہیں، یقیناانہوں نے ایسا اعلان کرکے پاک فوج کے وقار کو بحال کیا، اسے نئی شان و شوکت سے نوازا ہے۔آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی پاک فوج کی سربراہی کی مدت قلیل ہے لیکن کامیابیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔

سب سے بڑا کریڈٹ جوان کے سر جاتا ہے وہ تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے دھرنوں کے دوران جمہوریت کو ڈی ریل ہونے سے بچانا ہے، ان کے پاس موقع تھا کہ سیاستدانوں کی نالائقیوں کو بنیاد بناکر اقتدار پر قابض ہوجاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ دونوں سیاسی دشمنوں میں صلح کروانے میں ایک پل کا کردار ادا کیا، یہ ان کے پروفیشنل ہونے کی بہت بڑی مثال ہے جس کا اعتراف عالمی میڈیا نے بھی کیا ہے۔ دوسری کامیابی دہشگردی کیخلاف ضرب عضب آپریشن ہے۔اس کامیاب کارروائی کے تحت پاک فوج نے دہشتگرد گروپوں کو پاک افغان بارڈر کے چھوٹے سے علاقے تک محدود

کر دیا ہے، بہترین انٹیلی جنس بیس آپریشن سے دہشتگردوں کی کمر ٹوٹ چکی ہے، آئی ایس پی آر کے مطابق اس آپریشن میں 3400 دہشتگرد مارے جا چکے ہیں، 837 ٹھکانے تباہ کیے گئے ہیں، آپریشن کے اٹھارہ ماہ کے دوران دہشتگردوں کی ہائی کمان میں سے 183 مارے گئے ہیں، 21,193 وہ ہیں جو اب تک پکڑے گئے ہیں، ہزاروں ایسے ہیں جو پاکستان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں، اس بڑی کامیابی میں 488 بڑے آفیسرز اور جوانوں کا خون شامل ہے جو خیبر پختونخوا، بلوچستان، سندھ میں شہید ہوئے، 1914 جوان وہ ہیں جو راہ حق میں لڑتے ہوئے زخمی ہوئے۔

آرمی پبلک سکول پشاور میں شہید ہونے والے بچوں کے خون کا حساب لینے کیلئے تمام سیاستدانوں کا ایک میز پر اکٹھا ہونا اور پھر نیشنل ایکشن پلان کا جاری ہونا بھی جنرل صاحب کی گڈ بک میں جاتا ہے، اس نیشنل ایکشن پلان کے اب تک بہت دور رس نتائج حاصل ہوئے ہیں، ملک بھر میں گیارہ فوجی عدالتوں نے 142 مقدمات کی سماعت کی، مقدمات کا فیصلہ سنایا گیا، 187 مقدمات ابھی زیر سماعت ہیں، ان مقدمات کی 55 سماعت کے بعد 31 بڑے دہشتگردوں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا ہے۔

کئی برسوں سے روشنیوں کا شہر کراچی دہشت، لوٹ مار، قتل وغارت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، آرمی چیف کے اقدامات اور سندھ رینجرز کی کارروائیوں سے ایک

بار پھر شہر کی روشنیاں بحال ہوئی ہیں، کراچی کے باسیوں نے ایک بار پھر سکھ کا سانس لیا ہے، چونکہ ابھی بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے سیاستدانوں نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔

کچھ عرصہ پہلے افواہیں گردش کررہی تھیں کہ بلوچستان بھی مشرقی پاکستان کی طرح الگ ہوجائے گا، جہاں قومی پرچم لہرانا بھی گناہ بن چکا تھا آج اسی بلوچستان میں قومی نغمے گائے جارہے ہیں، ناراض بلوچ واپس گھروں میں آرہے ہیں، جنھوں نے ہتھیار اٹھائے تھے وہ اب قومی پرچم تھام رہے ہیں، اس سب کا کریڈٹ پاک فوج اور اس کے سربراہ کو جاتا ہے۔ایک اور کامیابی ملک میں قومی تہواروں اور فوجی میلوں کا انعقاد ہونا ہے، ان فیسٹولز سے قوم کو ایک نیا جوش اور ولولہ ملا ہے۔

پاکستانی فوج کا طرہ امتیاز ہے کہ جدید ابراہام ٹینکوں، اپاچی اٹیک ہیلی کاپٹروں اور ایف 15 جنگی جہازوں سے لیس سعودی فوجیوں نے حوثی باغیوں کیخلاف جنگ کی تو پاکستان کو پکارا۔ایران اور سعودی عرب کے درمیان سفارتی ٹینشن ہوئی تو دونوں نے پاکستان کی طرف دیکھا، افغانستان میں امن کیلئے عالمی طاقتوں کو پاکستان کی ضرورت پڑرہی ہے، کل تک دنیا پاکستان کو ایک ناکام اور بے کار ریاست کا نام دینے پر لگی ہوئی تھی، طرح طرح کی باتیں، طعنے، لفنگوں

جیسی آوازیں کسی جا رہی تھیں، پھیلتی نفرت کے دیس میں محبت کے پھول شہیدوں کے لہو سے کھلے ہیں؟، بارود کی بو خوشبو میں بدلی ہے۔

یہ کرسیاں، یہ عہدے عظیم لوگوں کیلئے کوئی معانی نہیں رکھتے، عظیم لوگ اپنے کردار اور اصولوں سے عظیم بنتے ہیں، جنرل راحیل شریف نے اپنے ماموں اور بھائی کے پاک فوج میں کردار کی طرح کرسی کو ٹھکرا کر اپنے آپ کو بلند قامت ثابت کر دیا ہے۔

بھارت کو کشمیر چھوڑنا ہوگا

پاکستان اور بھارت کے تعلقات کے بیچ سب سے بڑی دیوار مسئلہ کشمیر ہے، پاکستان کشمیر کو اپنی شہ رگ قرار دیتا ہے تو بھارت اسے اپنا اٹوٹ انگ کہتے نہیں تھکتا، آدھا کشمیر پاکستان کے پاس ہے تو اس سے کچھ زیادہ پر بھارت قابض ہے، دونوں ملکوں نے اس مسئلے کے حل کیلئے سمجھوتہ ایکسپریس، دوستی بس بھی چلائی، دو طرفہ تجارت بھی کی، ایک دوسرے کی اشیاء کی آمدورفت کیلئے بارڈر بھی کھولے، قیدیوں کا تبادلہ بھی کیا حتیٰ کہ چار جنگیں بھی لڑ کر دیکھ لیں پھر بھی یہ مسئلہ جوں کا توں ہے، دنیا اس مسئلے کو پورے خطے کیلئے خطرناک تو قرار دے رہی ہے لیکن اس کے حل کیلئے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ رہا۔

دنیا جانتی ہے کہ بھارتی فوج کشمیر پر ناجائز اور زبردستی قابض ہے، پھر بھی کشمیر کو چھوڑنے پر بھارت کیوں تیار نہیں؟ اس کی بھی کئی وجوہات ہیں سب سے بڑی وجہ کشمیر کی دفاعی پوزیشن ہے، جغرافیائی لحاظ کشمیر تین بڑی طاقتوں پاکستان، چین اور بھارت کے درمیان گھرا ہوا ہے، اس کے شمال میں پامیر کی پہاڑیاں ہیں جو شمال مشرق کی طرف تبت (چین) کے علاقے سے جاملتی ہیں۔ جنوب کی طرف پاکستان ہے اور مشرق میں بھارت۔ مذہبی لحاظ سے یہ علاقہ مسلم اکثریتی ہے

لداخ میں بدھ مت مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت تو جموں میں ہندوں،
۔آباد کیے گئے ہیں مجموعی طور پر مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے

جب انگریز ہندوستان چھوڑ کر گیا تو کشمیر میں ڈوگرا راج تھا، تقسیم ہند کے فارمولے کے تحت مسلم اکثریتی ریاستوں پر پاکستان کا حق تھا، کشمیری پاکستان کے ساتھ ملنا چاہتے تھے وہاں کا حکمران ہندو تھا جس نے کشمیریوں کی خواہش کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا اور کشمیر کا سودا بھارت کے ساتھ کردیا، ڈوگرا راج کے بعد یہاں بھارتی فوج قابض ہوئی،کچھ علاقہ تو پاکستانی فوج اور مجاہدین نے انیس سو اڑتالیس میں آزاد کروالیا جو آزاد کشمیر کہلاتا ہے ۔اقوام متحدہ کی مداخلت کے باعث بقیہ حصہ ابھی تک آزاد نہیں ہو سکا۔ بھارت نے اقوام متحدہ میں جنرل اسمبلی کی قرادادوں کے مطابق رائے شماری کے ذریعے یہاں کے باسیوں کو آزادی دینے کی حامی تو بھری لیکن آج تک ان کو آزادی نہیں دی اور نہ ہی یہاں رائے شماری کرائی ہے۔ بلکہ کشمیریوں کی نسل کشی کرکے جموں کے علاقے میں ہندو آباد کرلئے، یہاں آزادی کی تحریک زور و شور سے جاری ہے۔ کئی جہادی تنظیمیں جو کشمیری نوجوانوں پر ہی مشتمل ہیں برسرپیکار ہیں۔ حریت کانفرنس کے نام سے یہاں کی سیاسی جماعتیں پرامن جدوجہد بھی کررہی ہیں
۔

پاکستان اور بھارت کے اندر بدامنی، غربت کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق اس

مسئلے سے ہے، دونوں ممالک اپنے بجٹ کا زیادہ تر حصہ اپنے دفاع پر خرچ کر رہے ہیں، پاکستان کے پاس 120 ایٹمی میزائل ہیں تو بھارت کے پاس سو کے قریب ہیں، دونوں ممالک کے مابین اسلحے کی دوڑ جاری ہے، ایک دوسرے سے خطرے کے باعث جو پیسہ تعلیم، صحت کیلئے اور بیروزگاری کے خاتمے پر خرچ ہونا تھا وہ انسانوں کو ختم کرنے کے سامان پر خرچ ہو رہا ہے، بھارت میں بیروزگاری کا یہ عالم ہے کہ ایک چوکیدار کی سیٹ پر نوکری کیلئے لاکھوں درخواستیں جمع ہو جاتی ہیں، غربت یہاں تک ہے کہ کروڑوں افراد فٹ پاتھوں پر سوتے ہیں، معاشرہ اس حد تک گر چکا ہے کہ ہسپتالوں میں، چلتی بسوں، گاڑیوں میں بچیوں سے زیادتی ہو رہی ہے، اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق اس وقت بھارت میں 41.6 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، پاکستان میں 22.6 فیصد لوگوں کا حال بھی یہی ہے، بھارت کی معیشت جس رفتار سے مضبوط ہو رہی ہے وہاں کے رہنے والے اسی نسبت سے کمزور ہو رہے ہیں، دونوں ممالک کی دشمنی کے باعث انتہا پسندی عروج پر ہے، بھارت میں ہندو عدم برداشت کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔

بھارت کہنے کو تو سب سے بڑی جمہوریت ہے لیکن شاید جمہوری اصولوں سے ناواقف ہے، جمہور کو اپنا فیصلہ کرنے دے کہ وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، آزاد کشمیر میں رہنے والے تو خوش وخرم پاکستان کے ساتھ رہ رہے ہیں ان کو تو ہر قسم کی آزادی ہے، اگر کشمیر بھارت کا حصہ ہے تو ساٹھ، پینسٹھ سالوں سے

کشمیری کیوں بھارتی نہ بن سکے، بھارت کے زیر قبضہ کشمیر میں تو آج بھی پاکستانی پرچم لہرائے جاتے ہیں، بھارتی یوم جمہوریہ ہو یا یوم آزادی کشمیری تو ماتم کے طور پر مناتے ہیں،اے بھارت ! آپ سب سے بڑی جمہوریت ہو۔ جمہوریت کے نام پر جمہور کی آواز کو تو نہ دبایا جائے، سچ کا گلہ تو نہ گھونٹا جائے۔ معاشی لحاظ سے پاکستان پیچھے ضرور ہے لیکن اتنا ہی کمزور نہیں کہ نوالہ سمجھ کر چبا لیا جائے۔ پاکستان نے تو دنیا کو پرامن بنانے کیلئے ساٹھ ہزار سے زائد قربانیاں دی ہیں، کشمیر کو اٹوٹ انگ کہنے سے یہ انگ آپ کا تھوڑا ہی ہو جائے گا،جنگ جنگ کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ بھارت کا انگ انگ ہی نہ ٹوٹ جائے،کالے کوے کو سفید کہنے سے سفید نہیں ہو جاتا!

امن کو موقع دیجئے اس میں سب کا بھلا ہے، کشمیر پر سو سال تک بھی بندوق کے زور پر قبضہ رکھا جاسکتا ہے پر وہاں کے رہنے والے باسیوں کے دل تو پاکستان کے ساتھ دھڑکتے ہیں، بھارت کو کشمیر کو چھوڑنا ہوگا آج نہیں تو کل یہ کڑوا گھونٹ پینا ہوگا۔

ملک ممتاز حسین قادری کو دی جانے والی سزا اور اس سزا کے بعد پھانسی سے ایک فکری، قانونی اور مذہبی بحث چھڑ گئی ہے، مختلف طبقات میں بٹے معاشرے میں ایک اور تقسیم نے جنم لیا ہے،ایک گروہ جن کی تعداد بہت قلیل ہے، اسے قانون کی فتح اور جیت قرار دے رہا ہے۔تو دوسرا گروہ جو تعداد میں زیادہ ہے پھانسی کو عظیم ظلم سے تشبیہ دے رہا ہے۔ حکومت، سیکولر،نان سیکولر میڈیا،نام نہاد لبرلز، عریاں جمہوریت کے وکلاء سب ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد ڈرے ہوئے ہیں، اتنے خوفزدہ ہیں کہ جس آزادی اظہار رائے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے اسی کو دبانے کی کوشش میں لگے ہیں،ایک طرف پاکستان کا خودساختہ مکروہ امیج پیش کرکے دنیا سے انعام پانے والی کا اتنا شور مچایا جارہا ہے کہ پاکستان میں بس وہی ایک ہی ہے جو سب کچھ ہے دوسری طرف مذہب سے محبت کرنے والوں کو " بلیک "کردیا گیا۔ عوامی ردعمل کے ڈر اور خوف کا یہ عالم ہے کہ ایک نجی ٹی وی نے محض جنازے کی خبر نشر کی تو اسے جرمانہ کردیا گیا، خوف سے شاہوں اور ان کے وفاداروں کی ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی ہیں، پسینے چھوٹ رہے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگلے لمحے ہی دم گھٹ جائے گا، جان جسم سے نکل جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ صرف یہ چند ہزار ہی پاکستان کی آواز ہیں ؟کیا یہ چند ہی جمہور ہیں ؟سب کچھ یہی ہیں تو باقی کیا ہیں جن کی حمایت سے یہ پارلیمنٹ آباد ہوا؟ یہ صوبائی اسمبلیوں میں رونق لگی؟ یہ سیاست کا کاروبار چل رہا ہے، کیا یہ ٹیکس دینے والے کیڑے مکوڑے اور کھانے والے ہی سب کچھ ہیں؟

چند ہزار کو چھوڑ کر جو کروڑوں میں ہیں ان کے ذہنوں میں یہ سوال بھی جنم لے رہا ہے کہ جو ممتاز قادری کے غصے اور ایکٹ کی وجہ تھی اس وجہ کو ختم کیا جائے گا؟ گستاخ رسول، ملعونہ آسیہ مسیح کو پھانسی دی جائے گی جس کو پانچ سال سے سزا تو ہو چکی لیکن عملدرآمد نہیں ہوا، رمشا مسیح، جس کو نابالغ قرار دے کر چھوڑ دیا گیا (حالانکہ وہ بالغ تھی) کو واپس لا کر اس کے کیے کی سزا ملے گی؟

یہ بات بھی سچ ہے کہ احتجاج کرنیوالے بھی دودھ کے دھلے نہیں،ان میں بھی ایسے شامل ہیں جو بکاؤ مال کے نام سے شہرت رکھتے ہیں، معاملہ ٹھنڈا ہونے اور پیسہ اچھا ملنے پر خاموش ہو جائیں گے، عوام نے بھی حرمت رسول ایکٹ غلط استعمال کیا اور ایسے بے گناہوں کو سزا دی جو بے قصور تھے جن کو ذاتی عناد کی بھینٹ چڑھایا گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا، محبت رسول ﷺ اور عشق رسول ﷺ ہر مسلمان کا ایمان ہے،اس کے بغیر تو ایمان بھی نامکمل ہے، گستاخان رسول کی سزا قانون میں موجود ہے اور قانون ان کو سزا دے سکتا ہے، کسی کو یہ حق نہیں

پہنچتا کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے کر خود ہی مدعی، خود ہی وکیل اور خود ہی منصف، بن کر کسی کو سزا دیتا پھرے۔

اسی طرح تحفظ خواتین بل پر شور مچانے والوں کو مشورہ ہے کہ پہلے اس قانون کا باریکی سے جائزہ لیں، اگر دیکھا جائے تو اس قانون میں کوئی قباحت نہیں، اس قانون سے ان کو خوفزدہ ہونا چاہیے جو آوارہ گرد ہیں جو بیویوں کو اپنی باندی سمجھتے ہیں، جن کی راتیں کہیں اور دن کہیں اور گزرتے ہیں، کہاں لکھا ہے کہ بیویوں پر تشدد کیا جائے؟ بیٹیوں کی مرضی کے بغیر ان کی شادی کا فیصلہ کیا جائے، عورت کوئی بھیڑ بکری تو ہے نہیں جس کو جہاں چاہا، جس کے ساتھ چاہا کھونٹے سے باندھ دیا، اس قانون سے ان قانون بنانے والوں کو ڈرنا چاہیے جو سب سے زیادہ قانون شکن ہیں مولانا کو نہیں۔ قانون بنانیوالوں نے مرد کے پاؤں میں تو بیڑیاں ڈال دیں ہیں عورتوں کیلئے بھی کوئی شکنجہ تیار کرنا چاہیے تھا کہ وہ مردوں کو کسی کھاتے میں ڈالے بغیر غیروں کی کھیتی میں چرتی پھرتی رہیں۔

ہمارے معاشرے میں مسئلہ کسی قانون کا نہیں، کسی کو سزا دینے کا نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ یہاں سچ بولنے والوں کا قحط ہے، سچ لکھنے والوں کا فقدان ہے، سب سے بڑھ کر سچ سننے والوں کی کمی ہے، کوئی سچ لکھنا نہیں چاہتا، کوئی سچ بولنا

نہیں چاہتا، اگر کوئی بولتا بھی ہے تو کوئی اسے سننا پسند نہیں کرتا۔

مرحوم ممتاز قادری نے غلط کیا یا سہی یہ الگ بحث ہے لیکن یہ بات اٹل ہے کہ آواز دبانے سے دبتی نہیں بلکہ زیادہ بلند ہوتی ہے، ظلم فی الوقت دب تو جاتا ہے لیکن انتقام بن کر ظاہر ہوتا ہے، حکومت نے پھانسی دے کر کوئی کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ اپنے لیے گڑھا کھودا ہے، صاحب اقتدار یاد رکھیں کہ کپتان اور قادری کے دھرنے وہ نہیں کر سکے جو یہ ایک پنڈی کا جنازہ کر جائے گا۔

!!خواتین کے ساتھ مردوں کے تحفظ کا بل بھی ضروری ہے

تحریر: تبسم عطاء اللہ خان۔ملتان

ڈاکٹر لیزا اکلنگر ایک امریکی لیڈی ڈاکٹر ہیں جو لگ بھگ تیس.برس قبل مسلمان ہوئی ہیں اور معروف مبلغہ ہیں، یہ اسلام پر حقوق نسواں کے حوالے سے لگنے والے الزامات کا دندان شکن جواب دینے کے سلسلے میں خاصی معروف ہیں،ان کے لیکچر کے اختتام پر ان سے سوال ہوا کہ آپ نے ایک ایسا مذہب کیوں قبول کیا جو عورت کو مرد سے کم تر حقوق دیتا ہے،انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو جس مذہب کو قبول کیا ہے وہ عورت کو مرد سے زیادہ حقوق دیتا ہے،پوچھنے والے نے پوچھا کہ وہ کیسے ؟ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ دو مثالوں سے سمجھ لیجئے ! پہلی یہ کہ اسلام نے مجھے فکر معاش سے آزاد رکھا ہے،یہ میرے شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ سارے میرے خرچ پورے کرے، فکر معاش سے بڑا کوئی دنیاوی بوجھ نہیں ہے،اور اللہ تعالیٰ نے ہم عورتوں کو مکمل طور پر.بری الزمہ رکھا ہے۔شادی سے قبل یہ ہمارے باپ کی ذمہ داری ہے اور شادی کے بعد شوہر اس کا ذمہ دار ہے،دوسری مثال یہ ہے کہ اگر میری ملکیت میں سرمایہ یا پراپرٹی وغیرہ ہے تو اسلام کہتا ہے یہ صرف تمھارا ہے اور تمھارے شوہر کا اس میں کوئی حق نہیں۔جبکہ مرد کو اسلام کہتا ہے کہ جو تم نے کما اور بچا رکھا ہے یہ صرف تمھارا نہیں ہے،یہ

صرف تمھارا نہیں بلکہ تمھاری بیوی کا بھی ہے اور اگر تم نے یہ حق ادا نہ کیا تو میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ تو سوچیۓ ذرا اسلام میں خواتین کے حقوق کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔

فرد معاشرے کی اکائی ہے۔ دو متضاد افراد یعنی مرد اور عورت خاندان بناتے ہیں، اور بہت سارے خاندان معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں، اس دنیا میں دو معاشرے پائے جاتے ہیں ایک دینی اور دوسرا بے دین یا سیکولر۔ بے دین معاشرہ میں ہر طرح کی خباثتیں ملتی ہیں۔ اس معاشرے میں فرد سے لے کر خاندان اور خاندان سے لے کر معاشرے تک سب عدم تحفظ کا شکار ہیں، ماں باپ کو اولاد سے خطرہ، میاں کو بیوی اور بیوی کو میاں سے خطرہ ہے۔ ان کا خاندان، معاشی اور معاشرتی نظام تباہی کا شکار ہے۔ جب کہ دینی معاشرے میں فرد سے لے کر خاندان اور خاندان سے لے کر معاشرے تک سب کو یکساں تحفظ ہے۔

ایک دینی معاشرے کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے 14 سو سال پہلے مدینہ منورہ میں رکھی۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا "پاکستان حاصل کرنے کا مقصد محض ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنا نہیں بلکہ ہم دنیا کو دکھانا چاہتے ہیں کہ 14 سو سال پرانے قوانین جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بنائے ہیں وہ آج بھی کارآمد ہیں" وہ قوانین چاہے عائلی ہوں یا

معاشرتی، دین اسلام کا خاندانی نظام مضبوط ہونے کے سبب جتنے ہیروز مسلمانوں کی تاریخ میں رہے ہیں دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتے، طاغوتی اور سامراجی طاقتیں ہمارا معاشرتی نظام تباہ کرنے کے بعد خاندانی نظام کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔

ویمن پروٹیکشن بل بظاہر خواتین کے تحفظ کیلئے بنایا گیا ہے درحقیقت یہ مسلم خواتین کی غیرت کو للکار ہے۔اسلام میں شوہر کا مقام و مرتبہ اس کے کردار کی وجہ سے اہم ہے۔ شوہر اپنی بیوی کی ماں یعنی ساس کو اپنی ماں کا درجہ دیتا ہے، اس کی عزت کا محافظ اور بڑھاپے کی قدر کرتا ہے۔اپنی بیوی کے باپ یعنی سسر کو اپنے باپ کے برابر درجہ دیتا ہے۔ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہے، وہ اپنے خاندان کا ہر طرح خیال رکھتا ہے۔ایک شوہر ایک اچھی بیوی کا کبھی بھی برا نہیں سوچے گا، اسے کبھی سزا کا نہیں سوچتا ہے، رشتوں میں بگاڑ تب آتا ہے جب ایک یا دونوں طرف سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب بیوی یا خاوند اپنی حدود اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہیں۔ شوہر کی اطاعت بیوی کی دنیا اور آخرت میں سرخروئی کا باعث ہے، شوہر کا گھر بیوی کیلئے مضبوط قلعہ ہیں اگر عورت اس قلعے کی حدود میں ہیں تو محفوظ ہیں قلعے کے باہر تو فوجیں بھی ماری جاتی ہیں، گھونسلے سے باہر نکلنے والے پرندوں کو تو گدھ بھی نوچ لیتے ہیں۔

ہمارے ایوانوں میں جہاں عورت کے حقوق اور تحفظ کے قوانین بنائے جارہے ہیں وہاں مردوں کیلئے بھی قوانین بنانے کی ضرورت ہے۔ کسی ایک جنس کو فائدہ پہنچانے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا۔طلاق کی شرح بڑھ جائے گی۔نوجوانوں کا شادی جیسے مقدس فرض سے اعتبار اٹھ جائے گا۔اہل دانش نے اگر اس پر غور کرنا شروع کرہی دیا ہے تو تمام فیکٹرز کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بہترین قانون بنائیں جو تمام مذاہب، تمام طبقات کیلئے قابل قبول ہو۔

خوش آمدید جناب وزیر اعظم!

خبر ہے کہ جناب وزیر اعظم پانامہ لیکس کے انکشافات، اپنے اور اپنے خاندان پر لگے الزامات کے بعد پہلی دفعہ پارلیمنٹ میں جلوہ افروز ہو رہے ہیں،ارکان اسمبلی ان کا استقبال کرینگے،حکومتی ارکان کی طرف سے تو شاید پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جائیں لیکن اپوزیشن ارکان نے ''پرتپاک'' استقبال کا پروگرام بنا رکھا ہے۔
پارلیمنٹ کی کارروائی جیسی بھی ہو ٹھیک۔یہ اچھا ہوا کہ جہاں عوام نے ان کو نمائندے بنا کر بھیجا تھا وہاں ہی یہ ایک دوسرے سے گلے شکوے کرینگے، عوام کو چند دنوں کیلئے سڑکوں پر لگے ڈرامے اور اسٹیج شو سے سکون ملے گا،ہاں ٹی وی پر یہ ضرور لڑتے دکھائی دینگے جس کسی نے بھی انجوائے کرنا ہو ٹی وی لگا کر سکرین کے آگے بیٹھ جائے خوب مزہ آئے گا۔
پانامہ لیکس نے شاہی خاندان، سیاستدانوں، سرمایہ داروں کی آف شور کمپنیوں کا پردہ کیا چاک کیا ہے کہ ملک میں ہنگامہ برپا ہے،حکومت اور اپوزیشن دونوں معاملات کو سلجھانے کے بجائے الجھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں،ایک دوسرے کو مختلف القابات سے نوازا جاتا ہے تو گھروں میں جانے تک کی دھمکیاں بھی دی

جا رہی ہیں۔ وزیر اعظم نے اپنے آپ اور خاندان کو احتساب کیلئے پیش کیا ہے، وزیر اعظم کہتے ہیں کہ میرے سمیت سب کا احتساب ہونا چاہیے جبکہ اپوزیشن کہتی ہے پہلے وزیر اعظم اور ان کے خاندان کا احتساب ہوگا اس کے بعد دوسروں کے بارے سوچا جائے گا، ویسے ایک بات سوچنے کی ہے کہ جو لوگ حکومت سے آف شور کمپنیوں بارے جوابات مانگ رہے ہیں ان کی تو اپنی بھی آف شور کمپنیاں ہیں یا ماضی میں رہی ہیں، ایک چور کیا دوسرے چور سے جواب مانگ سکتا ہے؟ حساب تو عوام کو مانگنا چاہیے نا جو سوائے سیاسی تقریروں کے کہیں نظر نہیں آتی۔

ماضی کی فائلوں سے گرد اٹھائی جائے تو اس کمیشن اور پانامہ پیپرز پر شور محض سیاسی سٹنٹ نظر آتا ہے، پاکستان کی اڑسٹھ سالہ تاریخ میں جب بھی کرپشن، کمیشن کیخلاف شور مچا، چند دن ہلچل پیدا کرنے کے بعد خود ختم ہوگیا یا بوٹوں کی چاپ تلے دب گیا، ہر دفعہ عوام کی بات کی گئی، عوام کی پائی پائی وصول کرنے کی پلاننگ کی گئی، علی بابا اور چالیس چوروں کو سڑکوں پر گھسیٹنے کا نعرہ بلند کیا گیا، کہاں گئے علی بابا اور چالیس چور؟ حقیقت یہ ہے کہ ہماری سیاست کا دستور بن چکا ہے کہ اقتدار میں ہو تو کھاؤ پیو موج اڑاؤ، اپوزیشن میں ہو تو شور مچاتے رہو، یہاں عمران خان کو وزیر اعظم بننے کی جلدی ہے، بلاول کو اپنی پارٹی کی باری آرام نہیں لینے دے رہی، پیپلز پارٹی اپنے دو وزرائے اعظم کو عدالتوں میں گھسیٹے جانے کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔

رہی باقی اپوزیشن تو وہ ہمیشہ تماشائی رہی ہے کبھی آمروں کے پیچھے تالیاں پیٹتی تو کبھی دیگر حکومتی خیموں میں پناہ لیتی نظر آئی ہے، حکومت ہو یا اپوزیشن دونوں کی صفوں میں لوٹ مار کرنیوالے موجود ہیں یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ معاملات صحیح سمت

جائیں، دونوں ''رولا، شولا پائی رکھو'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں، دونوں عوام سے مخلص ہوتے تو اب تک آئس لینڈ، برطانیہ، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور بھارت کے سیاستدانوں کی طرح معاملہ کسی سمت لگا چکے ہوتے، افسوس کہ دونوں یہ نہیں چاہتے، دونوں عوام کی توجہ اصل ایشوز سے ہٹا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ مسلم لیگ ن کی حکومت نے تین سال نکال لیے ہیں، مزید دو سال بھی اسی شور میں نکل جائیں گے، اپوزیشن حکمران پارٹی کو گندہ کرنے اور آنیوالے الیکشن کی تیاری میں لگی ہوئی ہے۔

وزیر اعظم صاحب اور ہماری پیاری اپوزیشن اس معاملے کو ایوان میں لے ہی آئی ہے تو کوئی بہتر حل نکلنا چاہیئے۔ وگرنہ یاد رکھے کہ ہر ڈھلتی شام کے ساتھ زندگی کا ایک دن غروب ہو جاتا ہے، صبح کا سورج کس نے دیکھا؟

پاکستان میں اقتدار کا سورج کب غروب ہو جائے، سیاست کی بساط کب لپیٹ دی جائے کسی کو خبر نہیں۔ جس نے تکبر کیا یا حماقت کی دھڑام سے نیچے آ گرا۔ خواہ ٹرک ہو یا لفٹر، کرسی ہو یا کنٹینر، جو چیز خدا کو ناپسند ہے وہ ٹھیک ہو ہی نہیں

سکتی۔ ابھی بھی وقت ہے اپنی روش بدل لیجئے۔ یہ جو بیس کروڑ گوشت پوست کے انسان ہیں جو بظاہر گونگے، بہرے اور اندھے نظر آتے ہیں، حقیقت میں یہ ہیں نہیں۔ ان کا ضمیر نیند میں ہے دماغ سن ہے جس دن جاگ گیا وہ اقتدار اور سیاست کا آخری دن ہوگا۔

وزیراعظم صاحب اپوزیشن کی فرمائش کڑوی سہی، کڑوا گھونٹ ہمیشہ بڑوں کو ہی پینا پڑتا ہے بچے تو ضد کرتے ہی رہتے ہیں۔ اسی میں سب کی بھلائی ہے، پارلیمنٹ رہے گی تو کاروبار سیاست بھی چلتا رہے گا، آپ کی حماقتوں کی وجہ سے خدانخواستہ یہ نہ رہا تو کوئی جدہ میں ریوڑیاں تو کوئی لندن اور دبئی میں پکھے اور بنیانیں بیچتا پھرے گا۔

چین۔ بھارت اقتصادی جنگ

بیجنگ اور اسلام آباد اپنی 65 سالہ لازوال، ہمالیہ سے بلند، بحیرہ عرب سے گہری دوستی کا جشن منارہے ہیں تو عین اسی وقت دہلی، تہران اور کابل آپس میں محبت کی پینگیں بڑھارہے ہیں، چین نے پاکستان کے راستے سینٹرل ایشیا تک پہنچنے کے خواب کی تعبیر کو پہنچنے کیلئے پاک چین اقتصادی راہداری جیسا منصوبہ لایا ہے تو بھارت اس کے مقابلے میں چاہ بہار بندرگاہ کے ذریعے وہاں تک پہنچنا چاہتا ہے،ایسے لگتا ہے کہ خطے میں اب ہتھیاروں کی نہیں وسائل اور پیسے کی جنگ ہوگی۔

چین اور بھارت سمیت دنیاکے دیگر ممالک کی سینٹرل ایشیا تک رسائی کے درمیان پاکستان اور ایران حائل ہیں، کچھ کچھ حصہ افغانستان کا بھی ہے تینوں مسلمان ممالک سیاسی ، جغرافیائی اہمیت کے حامل ہیں۔ پاکستان کی بندرگاہ گوادر اور ایرانی چاہ بہار دونوں ہرمز ریجن کے ماتھے پر واقع ہیں، دنیا کا دو تہائی حصہ تیل کا یہاں سے گزرتا ہے یعنی روزانہ 17 بلین بیرل خام تیل کی رسد اسی گزرگاہ سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں بندرگاہیں مکمل آپریشنل ہونے پر بین الاقوامی معیشت کا حب ثابت ہونگی۔ یہ بحر ہند تک پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہونگی اور یہاں سے دنیاکے ستر فیصد پٹرولیم مصنوعات کی نقل وحمل ہوسکے گی۔ سالانہ ایک لاکھ

جہاز یہاں سے گزریں گے۔

دلچسپ بات یہ کہ بھارت نے جب دیکھا کہ چین براستہ پاکستان گوادر پر سرمایہ کاری کر رہا ہے تو وہ بھی اس میدان میں کود پڑا حالانکہ اس کی اتنی حیثیت نہیں کہ وہ چینی معیشت کا مقابلہ کر سکے۔آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ گوادر بندرگاہ کا چارج چائینز اورسیز پورٹ ہولڈنگ کمپنی (سی او پی ایچ) کے پاس ہے جو اس نے چالیس سال کیلئے پاکستان سے ٹھیکہ پر لیا ہے۔رواں سال یہ مکمل طور پر آپریشنل ہو جائے گی۔اسی طرح چین اس تک پہنچنے کیلئے اپنے شہر کاشغر سے گوادر تک سڑکوں، ریلوے لائن اور پائپ لائنوں کا جال بچھا رہا ہے جن پر کام تیزی سے جاری ہے۔ چین ان منصوبوں پر چھیالیس بلین ڈالر خرچ کرے گا۔ یہ راہداری تقریباً تین ہزار کلومیٹر پر مشتمل ہے۔راہداری صرف تیل اور دیگر معدنیات کے نقل و حمل کیلئے ہی صرف استعمال نہیں ہو گی بلکہ اس کے ارد گرد صنعتی زون قائم کیے جائیں گے جس سے دس لاکھ افراد کو روزگار ملے گا۔اسی سلسلہ میں پاکستان کے نوجوانوں اور سرمایہ کاروں کو چینی زبان بھی سکھائی جا رہی ہے۔ دوسری طرف بھارتی راہداری کا موازنہ کیا جائے تو یہ سی پیک کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ بھارت نے 2003ء میں چاہ بہار بندرگاہ کا ٹھیکہ لیا، طویل عرصے

تک وہ اس پر کام ہی نہیں شروع کر سکا۔کافی انتظار کے بعد مئی 2015ء میں بھارت اور ایران کے مابین ایک میمورنڈم پر دستخط کیے گئے کہ اسے 2016ء تک مکمل کرلیا جائیگا۔اس معاہدے کے تحت بھارت 85.21 ملین ڈالر اس منصوبے پر خرچ کرے گا۔اب دونوں ایران بھارت اس منصوبے کو توسیع دے کر وسطی ایشیا تک پھیلانے کا منصوبہ لیکر میدان عمل میں اتر چکے ہیں۔بھارت نے 2009ء میں سو ملین ڈالر کی سڑک دیلارام سے زرنج تک تعمیر کی اور اب اسے توسیع دے کر سات سو کلومیٹر پر مشتمل سڑک تعمیر کرے گا جو بھارت کو افغانستان کے صوبے نمروز سے چاہ بہار تک پہنچائے گی۔اس طرح بھارت کا بھی وسطی ایشیا تک پہنچنے کا خواب پورا ہوجائیگا۔

ادھر چین ایسے ہی نوٹوں کی بوریاں کھول کر میدان میں نہیں کودپڑا اس کی نظر وسطی ایشیاکے قدرتی وسائل پر ہے جو وہ نکال کر اپنے ملک لے جانا چاہتا ہے۔ان قدرتی وسائل میں صرف تیل گیس ہی نہیں شامل ہے بلکہ سونا، تانبا، ہیرے اور دیگر قیمتی پتھر بھی ہیں، دنیا کی چوتھی بڑی سونے کی کان پاکستان کے صوبے بلوچستان (رکوڈک) میں ہے جس کا ٹھیکہ پہلے چین کے پاس ہے۔چین ان سڑکوں اور سمندری راستوں کے ذریعے پوری دنیا کو اپنے سحر میں جکڑنا چاہتا ہے۔پہلے اسے وسطی ایشیا تک پہنچنے کیلئے سولہ ہزار کلومیٹر کا سفر طے کرنا پڑتا تھا اب سی پیک مکمل ہونے پر پانچ ہزار کلومیٹر تک محدود ہوجائیگا۔صرف یہ ہی

نہیں چین نے حال ہی میں گلف سٹیٹ اومان میں بھی آئل ریفائنری اور صنعتی شہر بنانے کا معاہدہ کیا ہے۔

دنیا کے حالات دلچسپی سے خالی نہیں رہے۔ فوجی سپر پاور امریکہ جگہ جگہ انسانیت کا خون بہا رہی ہے تو معاشی اور اقتصادی پاور چین انہی بچے کھچے انسانوں کیلئے گھر، راہداریاں بنا رہی ہے، ان کیلئے روزگار کے مواقع پیدا کر رہی ہے۔ انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے والی طاقت ان منصوبوں کو ناکام بنانے کیلئے کبھی ڈرون سے تو کبھی طیاروں سے بم گراتی ہے۔ کبھی جاسوسوں کے ذریعے ہلچل مچاتی ہے۔ ایک کا پیغام نفرت ہے تو دوسری کا پیغام محبت ہے۔ یاد رہے کہ نفرت اور محبت کی جنگ میں فتح محبت کی ہوتی ہے۔ محبت کرنیوالے قائم رہتے ہیں اور نفرت کرنیوالے کو نہ زمین قبول کرتی ہے اور نہ ہی سمندر جگہ دیتا ہے۔

تو سرخ رو رہے جب کوئی امتحاں گزرے

خبر ہے کہ پاکستان کے وزیراعظم محمد نواز شریف دل کے عارضہ میں مبتلا ہو کر لندن کے ہسپتال میں زیر علاج ہیں،آج کسی بھی وقت ان کا آپریشن کیا جاسکتا ہے،آپریشن بڑا نازک اور دل کا معاملہ ہے،پوری قوم بشمول سیاسی مخالفین ان کی صحتیابی کیلئے دعا گو ہیں،اللہ ان کو جلد صحتیاب کرکے واپس وطن لائے تاکہ پھر سے امور سلطنت چلا سکیں،حالانکہ وہ وہاں سے بھی ویڈیو لنک کے ذریعے حالت مرض میں ہدایات دے رہے ہیں،یہ ان کی اپنے ملک سے مضبوط کمٹمنٹ کا ثبوت ہے۔

کہتے ہیں کہ ان کی اس حالت کے ذمہ دار وہ الزامات ہیں جو پانامہ پیپرز کے ذریعے لیک ہوئے ہیں،اپوزیشن نے پانامہ انکشافات کو بنیاد بنا کر حکومت کیخلاف ایک محاذ کھول رکھا ہے،جلسے کیے جارہے ہیں،ٹرین مارچ ہو رہے ہیں ،نت نئے بیانات کے ذریعے الزامات کی بوچھاڑ کی جارہی ہے،کوئی استعفیٰ مانگ رہا ہے تو کوئی شفاف احتساف کا مطالبہ کررہا ہے،ویسے تو نواز حکومت کو روزاول سے چین سے حکومت نہیں کرنے دی گئی،سب سے پہلے دھاندلی کا شور مچا،اس شور کے بعد دھرنوں اور انقلاب مارچ نے کئی دن تک حکومت کی جان سولی پر لٹکائے رکھی،یہ بلا ٹلی ہی تھی کہ پانامہ سے نیا ہنگامہ وارد ہوگیا،اب اس کا نتیجہ

کیا نکلتا ہے اس کیلیئے وزیراعظم کی جلد صحتیابی کا انتظار کرنا پڑے گا۔

اندازہ لگایا جائے تو میاں محمد نواز شریف اور ان کی ٹیم نے اتنی بری حکومت نہیں کی جتنی تین سال پہلے تھی، مئی 2013ء سے قبل ملک کے حالات ایسے تھے جیسے جنگ زدہ ملک کے ہوتے ہیں، روزانہ کہیں سے بم دھماکوں کی آواز سنائی دیتی تھی، سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں کے ساتھ عام شہریوں کے مرنے کی بھی خبریں ملتیں، حالیہ حکومت نے پہلے دہشتگردوں سے مذاکرات سے معاملے کو حل کرنے کی کوشش کی ،مذاکرات سے مسئلے کا حل نہیں نکلا تو آپریشن ضرب عضب کے ذریعے امن دشمنوں کا فاٹا اور دیگر علاقوں سے صفایا کیا، پاک فوج کو دہشتگردوں کی جڑیں اکھاڑنے کا حکم دیا، کراچی میں روزانہ دس سے بیس لاشیں گرتی تھیں، بھتہ وصولی، دیگر جرائم کی انتہا تھی، آج شہر قائد میں امن ہے، مجرم سلاخوں کے پیچھے ہیں، کئی مارے جا چکے ہیں، روشنیوں کے شہر میں ایک بار پھر زندگی لوٹی ہے، آج ہمیں اکا دکا واقعات کے علاوہ ہر طرف سے امن اور محبت کی ٹھنڈی ملتی ہے، حالانکہ یہ اقدامات بلاول کے بابا بھی کر سکتے تھے۔

کل تک پاکستان کو دہشتگردی کیخلاف تمام تر کوششوں اور قربانیوں کے باوجود دہشتگرد ریاست قرار دینے کی سازش کی جاتی رہی، آج وہی ممالک بہترین خارجہ پالیسی کے باعث پاکستان کی کوششوں اور کامیابیوں کا اعتراف کیا جارہا

ہے۔چند ایک مسائل تو ہمیشہ رہے ہیں۔
سب سے اہم بات ملک کی معاشی صورتحال میں بہتری ہے،اوآئی سی سی آئی سروے کیمطابق گزشتہ 6 ماہ میں 36 فیصد سرمایہ کاروں کا پاکستان میں سرمایہ کاری کا رجحان بڑھا ہے جو پچھلے چھ ماہ (اپریل تا ستمبر 2015) کے مقابلے میں 22 فیصد زیادہ ہے۔
یہ نتائج ملک میں سیاسی استحکام، سکیورٹی میں بہتری،افراط زر میں کمی، مہنگائی میں کمی کے باعث ہیں، یہ عوامل ملک کی بہتری میں معاون ثابت ہوئے ہیں،آج سے تین سال قبل پاکستان ریلوے ناکام ترین ادارہ بن چکا تھا،اب اس مردہ جسم میں صرف جان ہی نہیں بلکہ طاقت بھی پیدا ہوچکی ہے۔سوائے پی آئی اے کے تمام ادارے اپنے اپنے ٹریک پر آگئے ہیں، بجلی کا مسئلہ 2018ء تک مکمل طور پر حل ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔
موجودہ حکومت کے وژن 2025ء کے پورا ہونے کے آثار دکھائی دیتے ہیں،اس حکومت کی سب سے بڑی کامیابی تب ہوگی جب یہ اپنی مدت میں اپنے شروع کیے گئے منصوبوں کو مکمل کرنے میں کامیاب ہوگی۔چینی سرمائے کو پاکستان لانا اور چین کو گوادر تک رسائی کیلیے روٹ فراہم کرنا فی الحال تو ایک خواب نظر آتا ہے جس

کی تعبیر کیلئے کام بھی شروع کر دیا ہے، یہ ترقیاتی منصوبے تب ہی پایہ تکمیل کو پہنچیں گے جب اس کو بنانے والے اس کیلئے کام کرتے رہیں گے۔

وزیراعظم محمد نواز شریف سے سیاسی اختلاف کیا جا سکتا ہے ان کے اور ان کی اولاد کے بیرون ممالک اثاثہ جات بارے سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں، یہ ہر پاکستانی کا حق ہے کہ وہ پوچھے جو مینڈیٹ دیا ہے اس کا صحیح استعمال کیا ہے یا نہیں۔ ہم جو ٹیکس دیتے ہیں ان کا خرچ کہاں ہوتا ہے؟ سوالات کے ساتھ حکومت کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا سیاسی، اخلاقی بدیانتی ہوگی۔ شریف خاندان کی محنت اور خلوص نیت پر شک نہیں کیا جا سکتا ہے، میاں برادران ملک کی محبت میں گھلے جا رہے ہیں، میاں نواز شریف اس وقت ملک کے انتظامی سربراہ ہیں ان کی سلامتی، ملک کی سلامتی ہے، آؤ سب مل کر دعا کریں کہ

تیری چاہت کا ہر لمحہ شادماں گزرے
بہار سجدہ کرے تو جہاں جہاں گزرے
خدا نصیب کرے تجھے زندگی کی ہر خوشی
تو سرخرو رہے جب کوئی امتحاں گزرے

نواز شریف حکومت زندہ باد

آزاد کشمیر اسمبلی کے حالیہ الیکشن وفاق میں قائم مسلم لیگ ن کی حکومت کیلئے رحمت ثابت ہورہے ہیں تو سیاسی مخالفین کیلئے خطرے کی گھنٹی ۔اس الیکشن میں حزب اختلاف کی جماعتوں کا صفایا ہوگیا ہے، مسلم لیگ ن نے اکیالیس میں اکتیس نشستیں جیت کر کلین سویپ کردیا ہے۔آزاد کشمیر کی سابقہ حکمران پارٹی پیپلز پارٹی کے حصہ میں تین اور پاپولر مانی جانیوالی جماعت تحریک انصاف کے حصے میں محض دو نشستیں آئی ہیں۔ان نتائج سے وفاق میں حزب اختلاف کی جماعتوں کی مقبولیت کے گراف کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ان نتائج سے ایک بات تو کنفرم ہو گئی ہے کہ جب تک عوام نہ چاہیں تبدیلی لانا ناممکن ہے۔یہ عوام کا میاں نواز شریف کی حکومت پر اعلانیہ اعتماد ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اگر اندازہ لگایا جائے تو میاں محمد نواز شریف اور ان کی ٹیم نے اتنی بری حکومت نہیں کی جتنی تین سال پہلے تھی، مئی 2013ء سے قبل ملک کے حالات ایسے تھے جیسے جنگ زدہ ملک کے ہوتے ہیں، روزانہ کہیں سے بم دھماکوں کی آواز سنائی دیتی تھی، سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں کے ساتھ عام شہریوں کے مرنے کی بھی خبریں ملتیں، حالیہ حکومت نے پہلے دہشتگردوں سے مذاکرات سے معاملے کو حل

کرنے کی کوشش کی،مذاکرات سے مسئلے کا حل نہیں نکلا تو آپریشن ضرب عضب کے ذریعے امن دشمنوں کا فاٹا اور دیگر علاقوں سے صفایا کیا، پاک فوج کو دہشتگردوں کی جڑیں اکھاڑنے کا حکم دیا، کراچی میں روزانہ دس سے بیس لاشیں گرتی تھیں، بھتہ وصولی، دیگر جرائم کی انتہا تھی،آج شہر قائد میں امن ہے، مجرم سلاخوں کے پیچھے ہیں، کئی مارے جا چکے ہیں، روشنیوں کے شہر میں ایک بار پھر زندگی لوٹی ہے،آج ہمیں اکا دکا واقعات کے علاوہ ہر طرف سے امن اور محبت کی ٹھنڈی ملتی ہے، حالانکہ یہ اقدامات بلاول کے بابا بھی کر سکتے تھے۔

کل تک پاکستان کو دہشتگردی کیخلاف تمام تر کوششوں اور قربانیوں کے باوجود دہشتگرد ریاست قرار دینے کی سازش کی جاتی رہی،آج وہی ممالک بہترین خارجہ پالیسی کے باعث پاکستان کی کوششوں اور کامیابیوں کا اعتراف کیا جا رہا ہے۔چند ایک مسائل تو ہمیشہ رہے ہیں۔

سب سے اہم بات ملک کی معاشی صورتحال میں بہتری ہے،اوآئی سی سی آئی سروے کیمطابق گزشتہ 6 ماہ میں 36 فیصد سرمایہ کاروں کا پاکستان میں سرمایہ کاری کا رجحان بڑھا ہے جو پچھلے چھ ماہ (اپریل تا ستمبر 2015)کے مقابلے میں 22 فیصد زیادہ ہے۔

یہ نتائج ملک میں سیاسی استحکام، سکیورٹی میں بہتری،افراط زر میں کمی، مہنگائی میں کمی کے باعث ہیں، یہ عوامل ملک کی بہتری میں معاون ثابت ہوئے ہیں،آج سے تین سال قبل پاکستان ریلوے ناکام ترین ادارہ بن چکا تھا،اب اس مردہ جسم میں صرف جان ہی نہیں بلکہ طاقت بھی پیدا ہوچکی ہے۔سوائے پی آئی اے کے تمام ادارے اپنے اپنے ٹریک پر آ گئے ہیں، بجلی کا مسئلہ 2018ء تک مکمل طور پر حل ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

موجودہ حکومت کے وژن 2025ء کے پورا ہونے کے آثار دکھائی دیتے ہیں،اس حکومت کی سب سے بڑی کامیابی تب ہوگی جب یہ اپنی مدت میں اپنے شروع کیے گئے منصوبوں کو مکمل کرنے میں کامیاب ہوگی۔چینی سرمائے کو پاکستان لانا اور چین کو گوادر تک رسائی کیلئے روٹ فراہم کرنا فی الحال تو ایک خواب نظر آتا ہے جس کی تعبیر کیلئے کام بھی شروع کردیا ہے، یہ ترقیاتی منصوبے تب ہی پایہ تکمیل کو پہنچیں گے جب اس کو بنانے والے اس کیلئے کام کرتے رہیں گے۔

گڈ گورننس کے حوالے سے پنجاب تمام صوبوں میں سے بہتر ہے، یہاں کا امن مثالی ہے،ترقیاتی کاموں اور اداروں کی کارکردگی بھی کئی گنا بہتر ہے۔بلاول بھٹو زرداری کو مخالفین کو للکارنے اور لکھی لکھائی تقریریں جلسوں میں پڑھنے کے بجائے سندھ کو مثالی بنا کر عوام کے سامنے پیش کریں جہاں آج بھی لوگ گندا

پانی پینے پر مجبور ہیں، انسانوں کا حال جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ عمران خان صاحب کو بھی حکومت کیخلاف سولو فلائیٹ کرنے کے بجائے اپنی پارٹی کی اندرونی حالت اور خیبر پی کے صوبائی حکومت کا خیال رکھنا چاہیے، اگلے الیکشن میں وقت کم ہے عوام کارکردگی مانگے گی تو کیا منہ دکھائیں گے، اپوزیشن کی تمام پارٹیوں سے بغاوت کرکے حکومت کو ٹف ٹائم دینا کپتان کا خواب ، خواب ہی رہے گا، ایک ایک ہوتا ہے دو گیارہ ہوتے ہیں۔ شیخ رشید اور علامہ طاہر القادری جیسی بیساکھیاں وفا نہیں کرتیں، وفا کریں بھی تو اتنی حیثیت میں نہیں کہ حکومت گرا سکیں۔

دونوں کو عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ کر حقیقت کو تسلیم کرلینا چاہیے کہ پاکستان کے عوام دل وجان سے ن لیگ کی حکومت کو قبول کرچکے ہیں ،اس کی شفافیت پر تصدیق کی مہر بھی ثبت کرچکے ہیں۔ کپتان اور جیالوں کے قائد کو اب یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ یہ دور کارکردگی ہے عوام کارکردگی کو دیکھ کرووٹ دیتے ہیں نہ کہ نظریہ کے کھوکھلے نعروں اور بازاری سیاست کو۔ سوشل میڈیا پر پیجز بنانے ٹویٹس پر ٹوئٹس کرنے سے لائکٹ، کمنٹس مل سکتے ہیں ووٹ نہیں۔

وزیر اعظم صاحب! جو کہا سچ کر دکھائیں

جب کسی کا برا وقت آتا ہے۔ سچ منہ سے خود بخود نکلنا شروع ہو جاتے ہیں، اپنے ہی بچھائے جال میں پھنستا جاتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں خزاں آ کر پتے جھاڑتی ہے تو بہار میں نئی کونپلیں بھی پھوٹتی ہیں، نئے پھول بھی کھلتے ہیں، اس ملک میں ماتم کدوں میں نوحے پڑھے جاتے ہیں تو شادیوں، خوشی کے موقعوں پر میٹھے گیت بھی سننے کو ملتے ہیں، سیاست الزامات، پراپیگنڈا، مخالفین کیخلاف بیان بازی تو عام سی بات سمجھی جاتی ہے، اگر یہ الزامات حقیقت کا روپ دھار لیں، الفاظ کے بجائے گولی سے بات کی جائے تو وہ سیاست نہیں رہتی دہشت گردی بن جاتی ہے۔

کراچی میں کل جو ہوا اس پر رونا بھی آتا ہے، ماتم کرنے کو بھی جی چاہتا ہے، ایم کیو ایم کے احتجاجی کیمپ میں وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا، اس کیمپ میں ایسا ہوا جس کے نہ ہونے کیلئے کئی جوانوں نے جوانیاں لٹا دیں، مقبول حسین جیسے سپاہیوں نے زبان کٹوا کر ساری عمر بھارتی جیلوں میں گزار دی لیکن پاکستان مردہ باد کا نعرہ نہیں لگایا، یہ کیسی سیاست ہے جو اپنے ملک، اپنی دھرتی ماں کیخلاف کی جارہی ہے، بھلا کوئی اپنی ماں کو گالی دیتا ہے؟

جو زبان حق پرستی اور فوج کے قصیدے پڑھتی نہیں تھکتی تھی آج وہی زبان ماں پاکستان کیخلاف شعلے اگلتی رہی، بانیان پاکستان ہونے کے نام نہاد دعوے دار گالیاں بکتے رہے،، جو برسوں تک جرنیلوں کے بوٹ پالش کرتے رہے آج بے نقاب ہونے پر انہی کو دھمکیاں دے رہے ہیں، مجھے ان کی زبان ان کے رویے پر حیرت نہیں بلکہ میں اس بات پر ششدر ہوں کہ ایسے شخص کو چھوٹ کیوں دی جاتی رہی، صرف یہ ایک شخص الطاف حسین ہی مجرم نہیں بلکہ اس کا ساتھ دینے والا،اس کے ہر کہے گئے لفظ کا دفاع کرنیوالا مجرم ہے۔

پاکستان لسانیت جیسے موذی مرض میں عرصہ دراز سے مبتلا ہے،اس کی وجہ سمجھنا یا سمجھانا ذرا مشکل سا کام لگا ہے ،الجھاؤ ہے اور تناؤ سی کیفت ہو جاتی ہے، مگر یہ ایسی کڑوی حقیقت ہے جسے نا چھپایا جاسکتا ہے اور نا کھلے لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے، یہ مرض اس قدر خطرناک نوعیت اختیار کر چکا ہے کہ دینی جماعتوں میں بھی اس کا تاثر ملنے لگا ہے۔ اقتدار میں ہوں یا جن کہ پاس اختیارات ہوں یقیناً وہی اکثریت میں بھی ہونگے، انہیں اس بات پر دھیان دینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی،اب اگر آپ کو آپ کے گھر میں ہی محدود کر دیا جائے یا حدود کی بیڑیاں ڈال دی جائیں۔نیوٹن کہ قانون کہ مطابق ہر عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے۔اسی طرح زنجیر جو پہناؤگے جھنکار تو ہوگی۔سیاسیات کو ذاتیات سے دور رکھنا چاہئے۔آپ کی ذمہ داری ملکی سطح کی ہے۔تنقید برائے اصلاح کی

جائے۔ تخریبی سیاست سے اجتناب کیا جائے۔ایسے عوامل سے سختی سے نمٹا جائے جو سیاسی جماعتوں کہ نام پر لوگوں کو دھمکاتے پھرتے ہیں۔

ہمارے بڑوں نے ملک سے گند صاف کرنے کا پروگرام بنا ہی لیا ہے تو اسے منطقی انجام تک پہنچایا جائے، وزیر اعظم صاحب ! آپ نے بہت خوب کہا ہے کہ وطن کی سلامتی اور وقار پر کوئی آنچ نہیں آنے دینگے، پاکستان کیخلاف کہے گئے ایک ایک لفظ کا حساب ہوگا، وطن کی سلامتی اور وقار پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے، میاں صاحب آپ سے اپیل ہے اسے سچ کر دکھائیں، ملک کے کونے کونے کو پاک کردیں، امن کی شمع جلائی ہے تو جلتی رہے۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جانا چاہیے، دہشگرد منصورہ میں ہوں یا بلاول ہاؤس یا کسی پختون کے گھر یا پھر رائیونڈ کے کسی محل میں ، بنی گالہ کے ہائیڈ آؤٹ میں ہوں یا بلوچستان کے پہاڑوں پر، کہیں بھی سب کے سب دہشتگرد ہیں، ان کے خلاف بلا تفریق کارروائی ہونے دی جائے، پھر کسی کی ہمت نہ ہو کہ ہماری ماں پاکستان) کو گالی دے، ہمارا کھا کر ہمیں ہی آنکھیں نہ دکھا پائے۔)

پاکستان جہنم نہیں ہے

رامیا بے چاری نے ایسا کیا کہہ دیا ہے کہ اس کے خلاف روز مظاہرے ہو رہے ہیں،ان کا گھیراؤ کیا جارہا ہے،گندے انڈے پھینک کر نفرت کی خیرات لگی ہے۔اور تو اور غدار قرار دے کر مقدمات دائر کیے گئے ہیں، کونسا انھوں نے بھارتی آئین توڑ دیا یا کسی مقدس مقام،چیز یا ہستی کے خلاف بات کردی بس یہی تو کہا ہے کہ پاکستان جہنم نہیں ہے،یہ بھی کوئی شوق سے تھوڑا کہا ہے پاکستان کے خلاف اگلے جانیوالے زہر کے خلاف سچ ہی تو بولا ہے۔اپنے ہمسائے سے ملنی والی محبت کا جواب محبت سے ہی تو دیا ہے۔آؤ ایک میچ ہو جائے کہ پاکستان جہنم ہے یا جنت۔بھارت بہتر یا پاکستان۔فیصلہ آپ ہی کرلینا مودی صاحب!

ہمارے لوگ خوبصورت،ایسے خوبصورت کہ تمہاری فلمی صنعت میں جان ڈالنے کیلئے یہاں سے گئے ہوئے دلیپ کمار،خانز،کپورز جس فلم میں کام کرلیں وہ ہٹ ہوجائے،ہمارے راحت کے گانے سے تیرے شہریوں کو راحت ملتی ہے،ہمارے غلام علی تمہارے دیش واسیوں کو آواز سے قید کرلیتے ہیں،اور کتنے نام گنواؤں عاطف اسلم،علی ظفر،فواد خان،عمران عباس ،شعیب ملک،وسیم اکرم سبھی ہمارے ہی تو جوان ہیں جن کی دیوانی تمھاری سبھی ناریاں ہیں۔

یہاں کے موسم اتنے خوبصورت کہ جنت کا گماں ہوتا ہے، کشمیر کے پہاڑ، سوات، کاغان، ناران کے پربت سبھی تو خوبصورت ہیں، وادی کیلاش کا شندور، ملکہ کوہسار مری سبھی تو دل موہ لیتے ہیں، بوچستان کا زیارت، جنوبی پنجاب کا فورٹ منرو، چولستان اور تھر کا صحرا سبھی تو اپنی مثال آپ ہیں، لاہور کے کھانے جن کے آپ شیدائی ہیں، ایسے شیدائی کہ 65ء میں ناشتے کی خواہش لے کر آئے تو لاشیں اٹھا کر لے گئے۔

ہماری فوج کے کیا کہنے حجم کم ہے لیکن صلاحیت میں تم سے بہتر۔ ہماری آئی ایس آئی دنیا کی نمبر ون خفیہ ایجنسی ہے جس نے تمام سپر پاورز کی ایجنسیوں کو پیچھے چھوڑ دیا، تمھاری "را" تو چھٹے نمبر پر ہے، ہمارے میزائیلوں کی صلاحیت کئی گنا طاقتور اور پرفیکٹ ہے، ہمارے شاہین، غوری، غزنوی کا تمھارے پرتھوی، اگنی اور براہموس مقابلہ نہیں کر سکتے، تمھاری فضائیہ اب بھی روس، امریکہ کے رحم و کرم پر ہے اور ہم نے تو اپنے تھنڈر طیارے بنالئے، اپنا الخالد، ضرار بنا لیا، نیوی پہلے طاقتور تھی اب تو پانی پر تیرنے والے ٹینک، تمھارے راڈاروں کو دھوکہ دینے والی آبدوزیں بنالیں، ایس ایس جی کا ایک ایک کمانڈو تمھارے سو سو جوانوں پر بھاری ہے، جس دہشتگردی کو تیس ممالک کی ناٹو نہ دے سکی اسی دہشتگردی کے سرخیلوں کی گردنیں یہی کمانڈوز توڑ رہے ہیں۔

ذرا ترقی کی طرف آؤ تو ہم تم کو بتاتے ہیں ترقی کیسے کی جاتی ہے،آپ کا خزانہ خوشحال ہے تو ہمارے ملک کا شہری خوشحال ہے،آپ کی تمام مخالفتوں اور ناکام کوششوں کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ ہمارے ملک میں بن رہی ہے جہاں سے دنیا کی اسی فیصد تیل کی تجارت ہوگی،دنیا کی سب سے بڑی صنعتیں یہاں لگیں گی،پورے ایشیاء کو پاکستان سے لنک کیا جائے گا،ایران کی چاہ بہار کیا،افغانستان کے کوہسار کیا،وسطی ایشیاء کے سب ممالک ہم سے جڑ جائیں گے،امریکہ تم کو مبارک اس کی بھی ہم کو ضرورت نہیں رہے گی۔

ہمارے ملک میں آپس میں چاہے جتنا تعصب ہو مہمانوں کے دل فرش راہ کرتے ہیں،آپ کے ملک سے آئے ہوئے فنکار یہاں سکون محسوس کرتے ہیں،آپ کے لوگ ہیں کہ اپنے ہی محسنوں،ہمارے ملک کے سیاستدانوں،فنکاروں کے منہ پر کالک مل دیتے ہیں،آپ کے پنجاب کے سکھوں کا مقدس مقام ہمارے ننکانہ صاحب میں ہے،بابا گرونانک کے جنم استھان کا ہر پاکستانی احترام کرتا ہے،سکھ اور ہندو بھائیوں کو حکومت تو کیا ہر پاکستانی احترام اور محبت دیتا ہے،ہندوستان کی قدیم ثقافت موہنجودڑو اور ہڑپہ میں دفن ہے۔

ہاں سوری تمھارا ملک بھی ہم سے بہتر ہے تمھارے شہری ٹائلٹ نہ جانے میں

نمبر ون ہیں، ایسے نمبر ون کہ جنگل پانی پر ہی اکتفا کرلیتے ہیں، بچیوں کی عزتیں پامال کرنے میں ایسے شیر کہ چلتی بس میں گینگ ریپ کردیتے ہیں، بچوں کی سمگلنگ اور فروخت میں تمھارا ملک دنیا سے "آگے" ہے۔ گمشدہ بچوں کی تعداد 10,000 سالانہ کے قریب ہے، آبادی میں آپ کا ملک ہم سے آگے ہے کہ اکثریت سڑکوں پر سوتی ہے، آپ کے ساٹھ فیصد لوگ ایسے ہیں جو غربت کی لکیر سے بھی نیچے ہیں، غربت سے تنگ عورتیں جسم فروشی پر مجبور ہیں، کسان خوکشیاں کررہے ہیں، تمھارے ہاں مذہبی نفرت بکتی ہے ،گائے کا گوشت کھانے پر انسانوں کا خون کردیا جاتا ہے، تمھارے ملک کا طاقتور کمزور کو غلام اور بدتر سمجھتا ہے۔

مودی صاحب ! دنیا کو تصویر کا ایک رخ نہ دکھایا جائے، پاکستان میں آزادی کے نعرے نہیں لگتے مقبوضہ کشمیر میں پاکستان کا ترانہ بجتا ہے، تمھاری یونیورسٹیوں میں پاکستان کے کرکٹ میچ پر زندہ باد کے نعرے لگتے ہیں، تمھارے بھارت میں سبز ہلالی پرچم لہراتا ہے یہاں تمھارا ترنگا جلتا ہے، مقبوضہ کشمیر میں ڈھائے جانے والے ظلم سے دنیا کو پردہ چاک کرنے دیا جائے، ایمنسٹی انٹرنیشل کے دفاتر بند کرنے سے تمھاری بہادر فوج کے گناہ چھپ نہیں جائیں گے، رامیا پر غداری کے مقدمات بنانے سے پاکستان جہنم نہیں بن جائے گا جنت ہی رہے گا، اپنی دھوتی اٹھانے سے بندہ خود ہی ننگا ہوتا ہے دشمن کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

پاک بھارت سرد جنگ اور امریکی کردار

سیاست مقامی ہو، ملکی ہو یا عالمی ہو ،اس میں کامیاب وہی ہوتا ہے جو بہترین پراپیگنڈے،اعصابی جنگ لڑنے کا ماہر ہو،اچھا پراپیگنڈا بھی وہی شخص کرسکتا ہے جو اچھی شخصیت کامالک ہو،جو اپنی زبان،آنکھ ،کان،دل اور دماغ اچھے انداز میں چلا سکتا ہو،اس وقت عالمی سطح پران اعضاء کا سرد جنگ کیلئے خوب استعمال کیا جارہاہے،ترکی سے لے کر روس،امریکہ سے چین،پاکستان سے سعودی عرب،آسٹریلیا سے ایران بھارت سے ویت نام تک سفارتی جنگ دیکھنے کو ملتی ہے،اوبامہ شی جن پنگ کو جنوبی چینی سمندر کو چھوڑنے کی دھمکی دیتا ہے اور ساتھ ہی بھارت کو سمندری جنگ کیلئے سازوسامان فراہم کرنے کی بات کرتا ہے،ایرانی سعودی شاہوں کے خلاف اٹھنے کی بات کرتے ہیں توسعودی مفتیوں کی طرف سے ایرانیوں کو ''کافر''قرار دے دیا جاتا ہے،آسٹریلیا کہتا ہے کہ میں چین کا راستہ روکوں گا آؤیورپ والو میرا ساتھ دو،ویت نام کو ایشیاء کا ٹائیگر بنانے کی بات کی جاتی ہے،بھارت پاکستان کے خلاف الزامات کی بارش کررہاہے توپاکستانی توپیں دفاع کیلئے گولے پھینکتی نظرآتی ہیں۔

اس وقت بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی کھل کر پاکستان اور چین کے خلاف

امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں، ایسا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے رہے جس سے پاکستان کا نقصان اور بھارت کا فائدہ ہوتا دکھائی دیتا ہو۔ ایسے ایسے ممالک تک رسائی حاصل کی ہے جو بھارتی بنیوں کے وہم وگمان میں نہیں ہونگے۔ مودی جس کے وزیراعظم بننے سے پہلے امریکہ میں انٹری بین تھی وہی مودی امریکہ صدر سے آٹھ نو بار مل چکا ہے۔ بھارتی وزیراعظم ایک توسیع پسندانہ منصوبے کے تحت اپنے ملک کو ایشیاء کا چودھری بنا کر پاکستان کو تنہا کرنا چاہتے ہیں، چند دن پہلے چین میں گروپ 20 کے ممالک کے اجلاس کے فوری بعد اوبامہ اور مودی کے درمیان وینٹڈیانے میں رازونیاز کی باتیں ہوئی ہیں، بھارتی اخبار ٹائمز آف انڈیا لکھتا ہے کہ امریکی صدر اوبامہ نے نیوکلیئر سپلائیرز گروپ میں شمولیت کیلئے مودی صاحب یقین دہانی کروائی ہے، گزشتہ ماہ امریکہ وزیر خارجہ جان کیری بھی دہلی یاترا پر آئے اور ان کو بھارتیوں نے رام کرنے خوب کوشش کی، سی پیک منصوبے کو متنازعہ بنانے اور پاکستان کو دہشتگرد ظاہر کرنے کی خوب کوشش کی گئی۔

جس یقین دہانی پر بھارتی خوشی سے باچھیں نکال رہے ہیں اسی اوبامہ کی مخالفت میں امریکی سینیٹ میں پاکستان کے حق میں فیصلہ آگیا ہے،امریکی سینیٹرز نے پاکستان پر پابندیوں کا امکان مسترد کردیا ہے، سینیٹ کمیٹی نے نیوکلیئر سپلائرز گروپ میں شمولیت کیلئے بھارت کی حمایت نہ کرنے کی بھی تجویز دے دی

ہے، چیئرمین سینیٹ کمیٹی باب کارکر کا کہنا ہے ’’پاکستان امریکہ کا اہم اتحادی ہے، پاکستان کے جوہری پروگرام میں وسعت بھارت کی وجہ سے آئی، پاکستان کا جوہری پروگرام بھارتی جارحیت سے تحفظ کیلئے ہے، پاکستان کے جوہری پروگرام میں وسعت کا ذمہ دار بھارت ہے، امریکہ اقوام متحدہ سلامتی کونسل میں بھارتی شمولیت کی حمایت بالکل نہ کرے، خطے میں جوہری وسعت کا ذمہ دار بھارت ہے۔امریکی سینیٹ کی خارجہ کمیٹی میں پاکستان پر لگائی گئی تمام پابندیوں کی تجویز مسترد کردی گئی ہے‘‘۔بھارت کی حمایت کرنے کیلئے امریکی صدر کو سینیٹرز کی مخالفت مول لیناپڑے گی، ویسے بھی صدر باراک اوبامہ کے پاس تین چار ماہ ہیں اس کے بعد امریکہ میں حکومت تبدیل ہوجائے گی، امید یہی ہے کہ ہلیری کلنٹن منتخب ہوجائیں گی اور وہ پاکستان کیلئے بہتر ثابت ہونگی، فی الحال مودی چالیں کچھ کچھ ناکام ہوتی دکھائی دیتی ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ ناکام ہوچکی ہیں توکچھ غلط نہ ہوگا۔

جغرافیائی لحاظ سے چین اور بھارت سمیت دنیاکے دیگر ممالک کی سینٹرل ایشیاتک رسائی کے درمیان پاکستان اور ایران حائل ہیں، کچھ کچھ حصہ افغانستان کا بھی ہے تینوں مسلمان ممالک سیاسی ، جغرافیائی اہمیت کے حامل ہیں۔پاکستان کی بندرگاہ گوادر اور ایرانی چاہ بہار دونوں ہرمز ریجن کے ماتھے پر واقع ہیں، دنیا کا دو تہائی حصہ تیل کا یہاں سے گزرتا ہے یعنی روزانہ 17 بلین

بیرل خام تیل کی رسد اسی گزرگاہ سے ہوتی ہے۔یہ دونوں بندرگاہیں مکمل آپریشنل ہونے پر بین الاقوامی معیشت کا حب ثابت ہونگی۔یہ بحر ہند تک پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہونگی اور یہاں سے دنیا کے ستر فیصد پٹرولیم مصنوعات کی نقل و حمل ہوسکے گی۔سالانہ ایک لاکھ جہاز یہاں سے گزریں گے۔

بھارت نے جب دیکھا کہ چین براستہ پاکستان گوادر پر سرمایہ کاری کر رہا ہے تو وہ بھی اس میدان میں کود پڑا حالانکہ اس کی اتنی حیثیت نہیں کہ وہ چینی معیشت کا مقابلہ کرسکے۔بھارت نے 2003ء میں چاہ بہار بندرگاہ کا ٹھیکہ لیا،طویل عرصے تک وہ اس پر کام ہی نہیں شروع کرسکا۔کافی انتظار کے بعد مئی 2015ء میں بھارت اور ایران کے مابین ایک میمورنڈم پر دستخط کیے گئے کہ اسے 2016ء تک مکمل کرلیا جائیگا۔اس معاہدے کے تحت بھارت 85.21 ملین ڈالر اس منصوبے پر خرچ کرے گا۔اب دونوں ایران بھارت اس منصوبے کو توسیع دے کر وسطی ایشیا تک پھیلانے کا منصوبہ لیکر میدان عمل میں اتر چکے ہیں۔بھارت نے 2009ء میں سو ملین ڈالر کی سڑک دیلارام سے زرنج تک تعمیر کی اور اب اسے توسیع دے کر سات سو کلومیٹر پر مشتمل سڑک تعمیر کرے گا جو بھارت کو افغانستان کے صوبے نمروز سے چاہ بہار تک پہنچائے گی۔اس طرح بھارت کا بھی وسطی ایشیا تک پہنچنے کا خواب پورا ہوجائیگا۔بھارتی اقتصادی کھیل کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ اور پیسہ ہے جو براہ راست تو ایران میں انویسٹ نہیں کرسکتا لیکن بھارت کے

ذریعے کرسکتا ہے۔امریکہ پاک چین اقتصادی راہداری کو روکنا چاہتا ہے ،اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان نے گوادر بندرگاہ کا ٹھیکہ امریکہ کے بجائے چین کو دیا۔اس کے برعکس امریکی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے سی پیک منصوبہ پاکستان کیلئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

بھارت نے دوستوں میں اضافہ کیا ہے ادھر پاکستان نے دشمنوں کی صف طویل کی ہے۔بھارتی وزیراعظم اور اس کی ٹیم خود میدان میں ہے جس کا صرف اور صرف فوکس پاکستان دشمنی اور اپنی معیشت کا فروغ ہے۔پاکستان کے پاس سوائے بیماروں اور بزرگوں کی خارجہ ٹیم کے سوا کچھ نہیں، کسی کا دل خراب ہے تو کسی کا دماغ کام نہیں کرتا۔بیماروں سے ہسپتالوں کے بل بڑھتے ہیں ملک نہیں چلائے جاتے ،ہم کشمیر لینے بات کرتے ہیں،پاکستان کو ایشیائی ٹائیگر بنانے کی بھی بات کرتے ہیں لیکن اعصاب کی عالمی جنگ میں مضبوط اعصاب مالک افراد کو اتارنے کی ضرورت ہے جن کے پاس بھی اور بات کرنے،بات منوانے کی صلاحیت بھی۔"پاکستان ناکام ریاست ہے اور نہ ہی دہشتگردی کا ذمہ دار"اس بات کو ثابت کرنے کیلئے دنیا کو بتانے والی زبان دکھانے والی آنکھوں کی ضرورت ہے۔

دنیا کی بڑی جمہوریت میں ایسا بھی ہوتا ہے؟؟

امن کی سرحدیں کسی ایک ملک، ریاست یا قوم تک محدود نہیں ہیں، امن ہر معاشرے، قوم اور ریاست کی آج سے نہیں بلکہ بالکل ابتدا سے ایک ناگزیر شہ ہے اور اِس کو قائم رکھنا کسی ایک ملک کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر قوم پر لازم ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ملک یا قوم اگر جنگ اور بدامنی سے اپنے مفادات حاصل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو یہ اس ملک کی ایک بڑی بھول ہے، کیونکہ اگر وہ آج کسی ملک کے حالات خراب کرنے کی متمنی ہے تو پھر وہ وقت بھی جلد آ پہنچا ہے جب اُن کے اپنے گھر میں آگ لگ جائے۔ اِس لیے اگر امن کو ہر ایک ملک، قوم آج کے دور میں اپنے لئے ایک ضرورت سمجھ لے تو یہی ترقی کا ایک اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔

امن کے برعکس بھارت کی مودی سرکار نے پاکستان دشمنی کو اپنی جماعت کی انتخابی مہم کا حصہ بنالیا ہے،۔برسراقتدار جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنماء اپنی تقریروں میں پاکستان کے خلاف زہر اگلنے اور الزامات کی بارش کو فرض عین سمجھ کر استعمال کررہے ہیں، صرف جنتا پارٹی ہی نہیں بھارت کا میڈیا بھی اس حوالے سے پاگل نظر آتا ہے، خونخوار درندوں اور پاگل گیدڑوں کی طرح

چلاتا پایا گیا ہے، بعض چینل کے اینکر اور پیشکار حب الوطنی کے جذبے میں پروگرام کی ابتدا اور اختتام پر 'جے ہند' کا نعرہ بلند کرنے لگے ہیں۔ ایک اینکر نے سٹوڈیو میں باقاعدہ وار روم بنا کر فوجی وردی جیسے کپڑے پہن کر پروگرام پیش کیا، ان پروگراموں میں جو بھی حکومت کے تصورات سے اتفاق نہیں کرتا انھیں اینٹی نیشنل یعنی ملک دشمن قرار دے دیا جاتا ہے، بھارتی چینلوں اور سوشل میڈیا پر جارحانہ قوم پرستی کی ایک لہر چلی ہوئی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس سرجیکل آپریشن نے یک لخت سارے مسئلے حل کر دیے ہوں۔

اطلاعات کے مطابق نام نہاد سرجیکل آپریشن کو ایک بڑی کامیابی کا نام دے کر وزیر اعظم مودی کی جرات اور بہادری کے گن گائے جا رہے ہیں، کہیں کہیں تو بڑے بڑے بورڈوں پر مودی کی تصاویر لگا کر پوجنے کے واقعات بھی منظر عام پر آئے ہیں، کئی بینرز میں انھیں ہندوؤں کے دیوتا رام کے طور پر دکھایا گیا ہے، پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف جنھیں اپنے ملک میں مودی کا یار اور غدار سمجھا جاتا ہے کو رامائن کے برائی کے کردار راون کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، سنا تھا کہ بھارتی ''گاؤ موتر'' کو آب حیات سمجھ کر پیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کی اتنی تاثیر ہوگی کہ پوری ہندو قوم کی عقل پر پردے پڑ جائیں گے، اپنے آپ کو سیکولر اور سب سے بڑی جمہوریت سمجھنے والے یہ بھارتی ایک ایسے جنونی شخص کو ہیرو بنالیں گے دنیا نے یہ تصور بھی نا کیا ہوگا۔

کہتے ہیں میڈیا معاشرے کی آنکھ ،کان ہوتا ہے ٹھیک ہی کہتے ہیں بھارتی میڈیا بھی وہی دکھا رہا جو وہاں ہو رہا ہے،، ایک چینل نے گذشتہ دنوں سابق وزیر داخلہ پی چدم برم کا انٹرویو نشر ہونے سے روک دیا، اس چینل نے اعلان کیا کہ وہ ایسا کوئی سیاسی بیان نہیں نشر کرے گا جس سے قومی سلامتی کو نقصان پہنچتا ہو، چدامبرم نے اس انٹرویو میں کشمیر کے حوالے سے حکومت کی ہینڈلنگ پر تنقید کی تھی۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اسی چینل نے چند گھنٹے بعد بی جے پی کے صدر کی پریس کانفرنس براہ راست نشر کی جس میں بنیادی طور پر انھوں نے سرجیکل آپریشن کے حوالے سے مخالفین کو ہدف بنایا تھا، مودی سرکار اپنے میڈیا ایسے استعمال کر رہی جیسے "سردار جی" کے بوتل کا جن ہو جیسے چاہا استعمال کر لیا جائے، وہاں سچ کے گلے میں پھندا ہے تو سوال کرنے والی زبانوں پر "غداری" کے تالے لگا کر جوتے مارے جا رہے ہیں، کیا معزز معاشرے ایسے ہوتے ہیں ؟کیا جمہوریت یہ کہتی ہے کہ بولنے کی آزادی نہ دو، لکھنے پر پابندی لگا دو؟ اپنے حق کیلئے سڑکوں پر آنیوالوں پر گولیاں چلا دو؟ بھارت میں سرجیکل آپریشن پر ملک کے اندر مچی سیاسی جنگ میں ٹی وی چینلز جلتی پر تیل کا کام کر رہے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ ان کا ماٹو ہی شاید جنگ ہو۔

کشمیر ایک حقیقت ہے جسے بھارت دو دہائیوں تک تسلیم کرتا آیا ہے کہ یہ

مقبوضہ علاقہ ہے اور اس مسئلے کا حل اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق رائے شماری سے نکالا جاسکتا ہے،اب ایسا کیا درد ہے جو اچانک بھارتی پیٹوں میں اٹھنے لگا ہے کہ کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے"حقیقت یہ ہے پاکستان سے تعلقات اب مزید خراب ہو چکے" ہیں۔ اور بات چیت کے سارے راستے بند ہیں۔ یہ تنازع جہاں سے شروع ہوا تھا وہاں کی صورتحال اب بھی جوں کی توں ہے۔ مقبوضہ کشمیر اب بھی کشیدگی اور ٹکراؤ کی گرفت میں ہے، وادی میں آج بھی بچے مر رہے ہیں اور جنازے کے ساتھ آج بھی مظاہرے ہو رہے ہیں، بھارت میں ان حقائق پر بھلے ہی بحث نہ ہو لیکن ان زمینی حقیقتوں کو فراموش تو نہیں کیا جا سکتا، عالمی ضمیر اس پر جاگے نہ جاگے کشمیریوں کا ضمیر کل بھی جاگ رہا تھا تو آج بھی جاگ رہا ہے، یہ کل بھی آزادی مانگ رہے تھے آج بھی آزادی کیلئے نعرہ زن ہیں۔